اسلامی سلطنتیں

تاریخ کی تمام اسلامی سلطنتوں کا عہد بہ عہد تذکرہ

کلیفورڈ ای بوسورتھ



ترجمہ: یاسر جواد

فہرست

حصہ اول......خلفاً

دوسرا حصہ......سپین اور شمالی افریقہ

تیسرا حصہ......زرخیز ہلال: مصر، شام اور عراق

چھٹا حصہ......سلجوق اور اتا بیگ

ساتواں حصہ......اناطولیہ اور ترک

آٹھواں حصہ......منگول

نواں حصہ......منگولوں کے بعد کا فارس

دسواں حصہ......افغانستان اور ہندوستان

حصہ اول

خلفاً

1-خلفائے راشدین

(11-40/632-61)

41/661	حضرت ابو بکرؓ
13/634	حضرت عمرؓ بن ابن الخطاب
23/644	حضرت عثمانؓ بن عفان
35-40/656-61	حضرت علیؓ ابن ابی طالب

اموی خلفاً

رسولؐ اللہ کا وصال جون 632ء میں ایک مختصر علالت کے نتیجہ میں ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد کچھ ایک بدوؤں نے امہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی کوشش کی، لیکن عرب کی سیاسی یگانگت قائم رہی۔ انجام کار متذبذب قبائل نے بھی ایک خدا کا مذہب قبول کر لیا: رسولؐ اللہ کی شاندار کامیابی نے عربوں پر واضح کر دیا تھا کہ ان کی صدیوں پرانی بت پرستی جدید دنیا میں کارآمد نہیں۔ اللہ کے دین نے بھائی چارے کی اقدار متعارف کروائیں جو زیادہ ترقی پسند مذاہب کا طرۂ امتیاز تھیں: اخوت اور سماجی انصاف اس کی اہم ترین خوبیاں تھیں۔

پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے بعد ان کے چار قریب ترین پاکباز، ساتھی باری باری مسلم امہ کے خلیفہ بنے۔ انہوں نے ''خلیفہ'' کا لقب اختیار کیا۔ حضرت ابو بکرؓ ان میں سب سے زیادہ عمر کے اور رسولؐ اللہ کی پیاری بیوی حضرت عائشہؓ کے والد تھے۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہایت قریبی تعلق رکھتے تھے۔ جب جزیرہ نما العرب کے بدو قبائل نے رسول اللہؐ کو ماننے سے انکار کیا تو

حضرت ابوبکر نے ہی مدینہ کی حاکمیت منوائی۔ حضرت عمرؓ کی بھی ایک بیٹی کو رسول اللہؐ کی زوجہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ انہی کی زبردست عسکری قیادت میں ہی صحرائی عربوں کی عسکری توانائیوں کو شام، فلسطین اور مصر بازنطینی علاقوں اور فارس و عراق کے ساسانی علاقوں کے خلاف بروئے کار لایا گیا۔ حضرت عمرؓ بھی ایک زبردست منتظم تھے، اور انہوں نے ہی مفتوحہ صوبوں میں باقاعدہ سول انتظامیہ متعارف کروائی اور عرب مجاہدین کو وظائف دینے کا نظامِ دیوان ایجاد کیا۔ آپؓ نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

حضرت عثمانؓ رسول اللہؐ کے داماد اور تیسرے خلیفہ تھے۔ آپ کی خلافت کے آخری برسوں کے دوران ناخوش عناصر نے بغاوت کی اور آخر کار آپ کو 35/656 میں شہید کر دیا۔ اس قتل کے نتیجہ میں پھوٹ اور انتشار پیدا ہوا اور کئی برس تک جاری رہا۔ اس لیے بعد میں اس دور کو باب المفتوح کہہ کر یاد کیا گیا۔ آخری خلیفہ راشد حضرت علیؓ رسول اللہؐ کے ساتھ تہرا تعلق رکھتے تھے۔ چچازاد، اخوتی بھائی اور داماد۔ چنانچہ کچھ لوگ انہیں رسول اللہؐ کی میراث کا اصل امین سمجھتے تھے۔ لیکن وہ شام کے گورنر معاویہ بن ابوسفیان کے علاقوں کو کبھی بھی اپنے ماتحت نہ لا سکے۔ انہوں نے اپنا دارالخلافہ کوفہ منتقل کیا، عراق کے عربوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور دریائے فرات سے اوپر صفین کے مقام پر امیر معاویہ سے لڑائی کی مگر کوئی فیصلہ کن کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد عراق میں ان کے فرزند حسن نے نیم مایوسی کے عالم میں خلافت سنبھالی، لیکن جلد ہی حضرت امیر معاویہ نے انہیں دستبردار ہونے پر مجبور کر دیا۔

بعد کے دور میں پہلے چار خلفاء کے عہد کو عہد زریں کہا گیا جس میں اسلامی اقدار نے فروغ پایا۔ انہیں اموی خلفاء سے ممیّز کرنے کے لیے خلفائے راشدین (راست رو) کہا جاتا ہے۔

اسلامی تاریخ کے ابتدائی برسوں میں خلیفہ کی حیثیت اور اسٹیبلشمنٹ کے حوالے سے سیاسی غور و فکر کے نتیجہ میں بہت سی بنیادی باتوں کے متعلق قیاس آرائی کا آغاز ہوا۔ اس بارے میں

عالمانہ بحثیں ہوئیں کہ امہ کی قیادت کس قسم کے شخص کو سونپنی چاہیے۔ خلفائے راشدین کے دور کے بعد مسلمانوں پر عیاں ہوا کہ وہ ایک ایسی دنیا میں زندگی گذار رہے تھے جو مدینہ کے چھوٹے سے اور جنگ زدہ معاشرے سے بہت مختلف تھی۔ اب وہ ایک وسعت پذیر سلطنت کے مالک تھے اور ان کے رہنما لہو ولعب میں ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے۔ طبقہ اشراف اور دربار میں تعیش اور بے ایمانی کا دور دورہ تھا۔ نہایت پرہیز گار مسلمانوں نے قرآن کے سوشلسٹ پیغام کے ساتھ اسٹیبلشمنٹ کو للکارا اور اسلام کو نئے حالات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ متعدد حل اور فرقے پیدا ہو گئے۔

مقبول ترین حل روایت پسندوں نے تلاش کیا جنھوں نے رسولؐ اللہ اور خلفائے راشدین کے مثالی تصورات کی بحالی کی کوشش کی۔

2-اموی خلفاؑ

(41-132/661-750)

41/661	معاویہؓ ابن ابی سفیان
60/680	یزید اول
64/683	معاویہ دوم
64/684	مروان اول بن الحکم
65/685	عبدالما لک
86/705	الولید اول
96/715	سلیمان
99/717	عمرؒ بن عبدالعزیز
101/720	یزید دوم
105/724	ہاشم
125/743	الولید دوم

126/744	یزید سوم
126/744	ابراہیم
127-32/744-50	مروان دوم الحمار

عباسی خلفاً

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کا نعرہ بلند کیا (حضرت امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قبیلے امیہ یا عبدشمس سے ہی تعلق رکھتے تھے)۔ امیر معاویہؓ نے شام پر بیس سال سے حکومت کر رہے تھے اور انھوں نے بازنطینی سلطنت کے خلاف جنگ کی تھی۔ نتیجتاً ان کے پاس ایک منظم اور تربیت یافتہ فوج موجود تھی جسے وہ حضرت علیؓ کی حمایت کرنے والے بدوؤں کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔

سلطنت کے تین اعلیٰ ترین جرنیل، امیر معاویہؓ، عبدالملک اور ہشام، نے شام پر تقریباً بیس برس تک حکومت کی تھی اور عربوں کی فتح کردہ سلطنت کے نہایت اعلیٰ منتظم تھے۔ وہ یونانیوں اور اہل فارس کے انتظامی طریقوں کو اپنی حکومت میں متعارف کروانے اور انھیں اپنانے میں خصوصی دلچسپی رکھتے تھے، اور موخر اموی دور میں کئی ساسانی تیکنیکیں دیکھنے کو ملتی ہیں، اور عباسیوں کے عہد میں یہ عمل اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔ عسکری فتوحات اب بھی تیزی سے جاری تھیں، بالخصوص الولید اول کے دور میں، حالانکہ اب عرب افواج کو دور دراز کوہستانی علاقوں اور شدید موسمی حالات میں لڑنا پڑتا تھا، اور اب لوٹ مار بھی اتنی آسانی سے نہیں کی جا سکتی تھی۔ مصر کے مغرب میں سارے شمالی افریقہ پر قبضہ ہو چکا تھا، 91/710 میں مسلمان افواج آبنائے جبل الطارق سے گذر کر سپین میں جا پہنچے، اور پھر کیرولنجی فرانس پر حملہ کیا۔ کاکیشیا سے پرے ترکوں کے ساتھ تعلق واسطہ بنا اور مشرقی اناطولیہ میں یونانی سرحدوں میں مداخلت کی گئی۔ مشرقی ایران میں خوارزم پر حملہ کیا گیا اور مقامی ایرانی حکمرانوں اور ان کے ترک حلیفوں کی مدافعت کے باوجود جیحون کے اُس پار کا علاقہ اسلام کے لیے حاصل کر لیا گیا۔ انجام کار عرب سپہ سالار مکران کے راستے سندھ میں داخل ہوئے اور پہلی مرتبہ سرزمین ہندوستان میں اسلام کے بیج بوئے۔ یہ تمام فتوحات اس لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں کہ ان کے ذریعہ اسلامی دنیا میں غلاموں کی ایک بہت بڑی تعداد آ گئی؛ ان

مزدوروں کے استعمال نے عربوں کو اس قابل بنایا کہ وہ مفتوحہ علاقوں سے لگان وصول کریں اور زرخیز ہلال کی معاشی خوبیوں سے فائدہ اٹھائیں۔

تاہم یہ انتظامی اور معاشی ترقی اموی خلافت کا انحطاط نہ روک سکی۔ خلفاً کو عراق کے عرب قبائلیوں اور مدینہ میں موجود دینی عناصر (جن میں سے متعدد شیعان علی تھے) کی جانب سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مزید برآں مفتوحہ علاقوں میں غیر عرب لوگوں (موالی) کی بہت بڑی تعداد نے بھی سر اٹھانا اور اپنی دوسرے درجے کی شہری والی حیثیت پر اظہار ناراضگی کرنا شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا 132/750 میں خراسان یا مشرقی فارس سے شروع ہونے والے انقلاب (جس کی قیادت ابو مسلم کر رہا تھا) نے امویوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ ابو مسلم نے عباسیوں کے لیے خلافت حاصل کرنے کی خاطر مختلف قسم کی رنجشوں کو استعمال کیا۔ امویوں کے ایک قتل عام میں خاندان کے چند زندہ بچنے والے افراد میں سے ایک ہشام کا پوتا عبدالرحمان تھا؛ وہ بھاگ کر شمالی افریقہ چلا گیا اور آخر کار سپین میں امویوں کے ایک تازہ سلسلے کی بنیاد رکھی۔

3- عباسی خلفاً

1- ایران اور بغداد میں...... 132-656/749-1258

132/749	السفاح
136/754	المنصور
158/775	المہدی
169/785	الہادی
170/786	ہارون الرشید
193/809	الامین
198/813	المامون
201-3/817-19	ابراہیم المہدی، بغداد میں
218/833	المعتصم

227/842	الواثق
232/847	المتوکل
247/861	المستنصر
248/862	المستعین
252/866	المعتز
255/869	المہتدی
256/870	المعتمد
279/892	المعتضد
289/902	المکتفی
295/908	المقتدر
320/932	القاہر
322/934	الرازی
329/940	المتقی
333/944	المستکفی
334/946	المطیع
363/974	الطائع
381/991	القادر
422/1031	القائم
467/1075	المقتدی
487/1094	المستظہر
512/1118	المسترشد
529/1135	الراشد
530/1136	المکتفی

555/1160	المستنجد
566/1170	المستدیع
575/1180	الناصر
622/1225	الظاہر
623/1226	المستنصر
640-56/1242-58	المستعصم

بغداد میں منگولوں کی لوٹ مار

2- قاہرہ میں...... 659-923/1261-1517

659/1261	المستنصر
660/1261	الحاکم اول
701/1302	المستکفی اول
740/1340	الواثق اول
741/1341	الحاکم دوم
753/1352	المعتضد اول
763/1362	المتوکل اول (پہلا دور حکومت)
779/1377	المعتصم (پہلا دور حکومت)
779/1377	المتوکل اول (دوسرا دور حکومت)
785/1383	الواثق دوم
788/1386	المعتصم (دوسرا دور حکومت)
791/1389	المتوکل اول (تیسرا دور حکومت)
808/1406	المستعین
816/1414	المعتضد دوم
845/1441	المستکفی دوم

855/1451	القائم
859/1455	المستنجد
884/1479	المتوکل دوم
903/1497	المستمسک (پہلا دور حکومت)
914/1508	المتوکل سوم (پہلا دور حکومت)
922/1516	المستمسک (دوسرا دور حکومت)
923/1517	المتوکل سوم (دوسرا دور حکومت)

عثمانیوں کا مصر فتح کرنا

عباسیوں کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت العباس کے خاندان سے تھا، اور اسی حسب نسب کی بنا پر، امویوں کے برعکس، وہ زیادہ تقدس کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس کے باوجود ابتدائی عباسیوں کو محبان علی کی وقتاً فوقتاً بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا جو خود کو خلافت کا زیادہ حقدار خیال کرتے تھے۔ عباسیوں نے خلافت سنبھالنے کے بعد اپنے دفاع کی خاطر جلد ہی پرشکوہ القاب اپنانے شروع کر دیے۔ یہ کام امویوں نے بھی کیا تھا۔ ان القابات میں خدا پر انحصار اور عباسی حکمرانوں پر خدا کی نظر کرم کا دعویٰ کیا گیا۔ عباسی حاکمیت کی تھیوکریٹک نوعیت دوسرے طریقوں سے واضح ہوئی اور راسخ العقیدہ مذہبی ادارے کو ہر ممکن حد تک سلطنت کا حامی بنا دیا گیا۔ ممکن ہے کہ یہ رجحانات پرانے فارسی مذہبی۔سیاسی تصورات کے مرہون منت ہوں کیونکہ عباسیوں کو برسر اقتدار لانے والے ابو مسلم کا انقلاب بنیادی طور پر فارسی ماخذ رکھتا تھا۔ دار الخلافہ کی دمشق سے بغداد منتقلی مشرق کی جانب نئے جھکاؤ کی عکاس ہے۔

اموی دور میں اسلامی سلطنت حقیقی معنوں میں اپنی انتہائی حدود تک پہنچی اور عباسی عہد میں بھی سرحدیں جوں کی توں قائم رہیں۔ بس چند ایک خلفاء نے ہی عملی سپاہی ہونے کا امتیاز حاصل کیا...... المامون اور معتصم نے اناطولیہ میں بازنطینیوں کے خلاف کامیاب فوجی مہم جوئی کی...... اور نویں اور دسویں صدیوں میں یہ مسلمان ہی تھے جنھیں پرجوش مقدونیائی شہنشاہوں کے سامنے دفاعی انداز اختیار کرنا پڑا۔ نویں صدی میں ہی خلافت کا سیاسی اتحاد زوال پذیر ہونا شروع ہو گیا

تھا۔امویوں کی ایک شاخ پوری خودمختاری کے ساتھ سپین پر حکومت کر رہی تھی اور بحیثیت مجموعی شمالی افریقہ اس قدر دور تھا کہ اس کا موزوں طریقے سے انتظام و انصرام نہیں چلایا جا سکتا تھا۔مصر میں طولونی خودمختاری اختیار کیے ہوئے تھے، جبکہ فارس میں طاہری گورنروں کے بعد سامانیوں اور صفویوں جیسی مقامی ایرانی سلطنتیں آئیں، جنھوں نے بغداد کو کچھ خراج تو ادا کیا لیکن بصورت دیگر انھیں یونہی چھوڑ دیا گیا۔عباسیوں کی موثر سیاسی طاقت عراق تک محدود ہو کر رہ گئی، سب سے بڑھ کر دسویں صدی میں، جب سیاسی شیعیت نے اسلامی دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر فتح حاصل کر لی۔فاطمیوں نے قاہرہ کے خلفاً سے دشمنی کا اعلان کرتے ہوئے پہلے شمالی افریقہ اور اس کے بعد مصر و شام پر قبضہ کر لیا۔عراق اور فارس میں دیلمی بیوئی مسند اقتدار تک پہنچے، 334/945 میں بغداد میں داخل ہوئے اور خلفاً کو کٹھ پتلیاں بنا کر رکھ دیا۔ان کے پاس اپنے اخلاقی اور روحانی اثر ورسوخ کے سوا کچھ بھی نہ رہا۔447/1055 میں ترکی سلجوقوں کے ظہور نے خلفاً کو اس فرقہ پرستانہ مذہبی دباؤ سے نجات دلائی۔وہ خود راسخ سنی ہونے کے باوجود خلفاً کی سیاسی طاقت بحال کرنے کے حق میں نہ تھے۔کہیں بارھویں صدی میں ہی آ کر، جب عظیم سلجوق اپنے اتحاد و یگانگت سے محروم ہوئے اور ان کی طاقت کمزور پڑ گئی تو المکتفی اور الناصر جیسے باصلاحیت خلفاً کی سرکردگی میں عباسیوں کی تقدیر بدلنے لگی۔بدقسمتی سے منگول تباہ کاریوں کی وجہ سے یہ بحالی کا عمل منقطع ہو گیا، اور 565/1258 میں ہولیگو نے بغداد کے آخری خلیفہ کا خون کر دیا۔

عباسی حکومت کی پہلی تین صدیوں قرون وسطیٰ کی اسلامی تہذیب کی مکمل افزائش دیکھی۔ ادب، الٰہیات، فلسفہ اور فطری علوم کے میدان میں ترقی ہوئی، اور فارس و یلینیائی دنیا سے آنے والے اثرات انھیں زرخیز بناتے رہے۔معاشی اور تجارتی ترقی کا دائرہ بہت وسیع تھا، سب سے بڑھ کر فارس اور عراق، مصر کے نسبتاً پرانے اور عرصہ سے آباد علاقوں میں؛ اور ایشیائی-یورپی ڈھلانوں، مشرق بعید، ہندوستان اور افریقہ جیسے بیرونی علاقوں کے ساتھ تجارتی تعلقات استوار ہوئے۔دسویں صدی کی سیاسی ناکامی اور عدم تحفظ کے باوجود مادی اور ثقافتی شعبوں میں یہ ترقی جاری رہی، اور آدم میز جیسے سوئس مستشرقین کے لیے اس دور کو اسلامی نشاۃ ثانیہ قرار دینا قرین قیاس تھا۔گیارھویں صدی اور بعد کی ترک سلطنتیں اسلام کے ثقافتی تانے بانے میں شامل ہوتی

گئیں۔اسلام کے شدید دشمنوں منگولوں نے ہی اس تانے بانے کو بگاڑا۔

یوں خلافت بغداد کا خاتمہ منگولوں کے ہاتھوں ہوا،لیکن جلد ہی مصر کے مملوک سلطان بیبرس نے خلیفہ بننے کا فیصلہ کیا اور بغداد کے آخری عباسی کے چچا (جو قتل عام میں بچ جانے والے شاہی افراد میں سے ایک تھا) کو قاہرہ آنے کی دعوت دی (659/1261)۔اس خلیفہ نے ایک فوج تیار کی اور بغداد کو فتح کرنے کی ایک ناکام کوشش کی۔وہ اس کوشش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اگلے برس ایک اور عباسی تخت نشین ہوا۔خلیفہ کے قاہرہ میں قیام نے مملوک حکومت کو جائز بنانے میں کردار ادا کیا،اور یہ صلیبیوں اور منگولوں کے خلاف جنگ میں ایک اخلاقی ہتھیار تھا۔مزید برآں خلفاً نے ،جیسا کہ بغداد میں ہوا تھا،فتوے جاری کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔لیکن مملوک ریاستوں میں ان کا کوئی عملی اختیار نہ تھا،اور یقیناً سلاطین کے ساتھ اختیارات کی تقسیم کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔آخری خلیفہ المتوکل سوم کو سلیم the Grim 923/1517 میں استنبول لے گیا،لیکن یہ کہانی محض انیسویں صدی میں تراشا گیا ایک فسانہ ہے کہ تب اس نے خلافت پر اپنے حقوق عثمانی سلاطین کو منتقل کر دیے۔

دوسرا حصہ

سپین اور شمالی افریقہ

4-ہسپانوی اموی...... 138-422/756-1031

138/756	عبدالرحمان اول الداخل
172/788	ہشام اول
180/796	الحاکم اول
206/822	عبدالرحمان دوم المتوسط
238/852	محمد اول
273/886	المندھر
275/888	عبداللہ
300/912	عبدالرحمان سوم الناصر
350/961	الحکم دوم المستنصر
366/976	ہشام دوم المعید، پہلا دور حکومت
399/1009	محمد دوم المہدی، پہلا دور حکومت
400/1009	سلیمان المستعین ، پہلا دور حکومت
400/1010	محمد دوم، دوسرا دور حکومت
400/1010	ہشام دوم، دوسرا دور حکومت
403/1013	سلیمان، دوسرا دور حکومت
407/1016	حمود العلی الناصر
408/1018	عبدالرحمان چہارم المرتضٰی
408/1018	حمود دالقاسم المامون، پہلی مرتبہ

412/1021	حمودد یحییٰ المعطلی ،پہلی مرتبہ
413/1022	حمودد القاسم ،دوسری مرتبہ
414/1023	عبدالرحمان پنجم المستفیر ،دوسری مرتبہ
414/1024	محمد سوم المستکفی
416/1025	حمودد یحییٰ ،دوسری مرتبہ
418-22/1027-31	ہشام سوم المعتّد

ملوک الطّوائف

عرب اور بربری افواج نے مراکش سے جبل الطارق کی آبناؤں کو عبور کیا اور 92/711 میں سپین میں داخل ہوکر وہاں کی حکمران جرمن عسکری اشرافیہ Visgoths کو معزول کر دیا۔ بعد کے عشروں کے دوران انھوں نے Visgoths کی باقیات کو کینٹیبر یئن پہاڑوں میں آئبیریائی جزیرہ نما تک بھگا دیا، اور حتیٰ کہ پائرینے سے آگے فرینکش گال تک جا پہنچے۔ آخر کار چارلس مارل نے انھیں پوئٹیئرز کے مقام پر شکست دی (114/732)۔ ان ابتدائی برسوں کے دوران سپین پر یکے بعد دیگرے کئی عرب گورنروں کی حکومت قائم ہوئی جنھیں مشرق کی جانب سے بھیجا گیا تھا۔ لیکن 138/756 میں عبد الرحمان اول (جو بعد ازاں الداخل کے طور پر مشہور ہوا) اور عباسی انقلاب میں قتل و غارت سے بچ جانے والے چند امویوں میں سے ایک، سپین میں نمودار ہوئے اور وہاں اموی امیری کی بنیاد رکھی۔

ایک جغرافیائی اعتبار سے دشوار گذار علاقے میں امویوں کی کامیابی یقیناً ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ امارت کا دارومدار سیویلی اور کارڈوبا پر تھا لیکن صوبوں پر امیروں کا اختیار کم محفوظ تھا۔ اگرچہ ہسپانوی رومن آبادی کا ایک اچھا خاصا بڑا حصہ مسلمان ہوگیا تھا لیکن لوگوں کی ایک بڑی تعداد عیسائیت پر ہی کاربند رہی، اور وہ اخلاقی و مذہبی مدد کے لیے شمالی عیسائیوں کی جانب دیکھتے تھے۔ بالخصوص Visigoths کے قدیم مرکزی مقام تولیدو اور سپین کے کلیسائی مرکز شورش اور بغاوت کا گڑھ تھا۔ مسلمانوں کے درمیان متعدد مقامی بادشاہ تھے جن کی عسکری طاقت نے انھیں کارڈوبا سے خود مختار حیثیت میں زندگی گذارنے کے قابل بنایا؛ انھوں نے سب سے زیادہ شمال

مشرقی وادی ایبرو میں ترقی حاصل کی۔ نویں صدی کے دوسرے نصف میں مرکزی حکومت کے خلاف طویل بغاوت کے دو مراکز تھے...... ایک بداجوز میں ابن مروان گالیشائی کے ماتحت اور دوسرا غرناطہ کے پہاڑوں میں ابن حفصون کے ماتحت۔

ان کمزوریوں کے اور شمال کی چھوٹی چھوٹی عیسائی سلطنتوں کی مسلسل خودمختاری کے باوجود ہسپانوی امویوں نے کارڈوبا کو تجارت اور صنعتی پیداوار کا ایک شاندار مرکز بنا دیا؛ اور یہ عرب ثقافت اور تعلیم کا گھر ہونے کی حیثیت میں صرف قاہرہ اور بغداد سے کمتر تھا۔ دسویں صدی پر سلطنت کے عظیم ترین حکمران عبدالرحمان دوم المعروف النصر (فاتح) کا غلبہ رہا جس نے پچاس برس (300-5/912-61) تک حکومت کی۔ وہ ملوکیت کی طاقت کو ایک نئی انتہا تک لے گیا، درباری رسوم کو اور زیادہ مجلسی بنایا گیا، غالبًا بازنطینی مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے۔ اور عبدالرحمان نے اہل ایمان کا سپہ سالار اور خلیفہ ہونے کا لقب اختیار کر کے اپنے دشمن فاطمیوں کا مقابلہ کیا۔ یوں خلافت واحد اور غائب النظر ہونے کی تھیوری کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ افریقہ سے بربری فوجیوں کی بھرتی اور عیسائی یورپ کے تمام حصوں سے غلام فوجی لا کر فوج کی طاقت کو اور زیادہ مستحکم کیا گیا۔ شمالی عیسائیوں نے سر تسلیم خم کیا اور شمالی افریقہ میں ایک اینٹی فاطمی پالیسی شروع کی گئی۔ دسویں صدی کے آخری برسوں میں ریاست کی اصل طاقت اور اختیارات حاجب یعنی وزیر اعظم ابن ابی عامر کو دے دیے گئے جس کا لقب المنصور تھا۔ اسی نے بارسلونا پر قبضہ کیا اور گالیشیا میں کمپوسٹیلا کے مقام پر سینٹ جیمز کے مقبرے کو لوٹا۔

تاہم گیارھویں صدی کی ابتدا میں، ہنوز نامعلوم وجوہ کی بنا پر، اموی خلافت تقسیم ہوگئی۔ مختصر عرصہ کے لیے بننے والے خلفا کے ایک سلسلے میں باری باری حمودی خاندان، ملاگا کے مقامی حکمران اور اس کے بعد الجیسیرس (Algeciras) برسر اقتدار آئے۔ آخر کار 422/1031 میں امویوں کا خاتمہ ہوگیا اور مسلمان سپین سیاسی لحاظ سے ٹکڑوں میں بٹ کر رہ گیا اور اس دوران مختلف مقامی شہزادے اور نسل گروہ اقتدار پر قابض رہے۔

5- سپین میں ملوک الطّوائف

گیارھویں صدی عیسوی

خلافت امویہ کے انہدام اور المورادیوں کی آمد کے درمیان تقریباً آدھی صدی کا دور سیاسی پھوٹ اور کا حامل تھا، اگرچہ اس میں ثقافتی رنگا رنگی موجود تھی۔ تقریباً 23 مقامی بادشاہوں نے الاندلس کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرلیا، ان میں سے کچھ تو محض شہری ریاستیں تھیں اور باقی کا وسیع علاقے پر قبضہ تھا، جیسے جنوب مغرب میں افطسی۔ یہ سلطنتیں مختلف نسلوں پر مشتمل اور امویوں کے دور میں فوجی طبقات کی کثیر النسلی اور ان گروہوں کے مابین نسلی رقابتوں کی عکاس تھیں۔ کچھ ایک خالصتاً عرب تھے، جیسے سیویلی کے عباسی اور سارا گوسا کے ہودی۔ دیگر بربری تھے، جیسے بداجوز کے مکناسا افطسی۔ کچھ طائفے افریقہ سے آنے والے فوجیوں میں سے نکلے جنھوں نے دسویں صدی کے اختتام پر المنصور کے دور میں جگہ سنبھال لی تھی، مثلاً ایلویرا کے صنہاج بربر زیری؛ اور عامری کلائنٹس اور المنصور کی اولادوں کے ایک گروپ نے ویلنشیا میں ترقی پائی۔ جنوب مشرق کے کئی علاقوں، مثلاً تورتوسا، دینیا اور ابتداً ویلنشیا، میں صقلبی نسل کے عسکری کمانڈروں نے ایک موقع پر اقتدار پر قبضہ رکھا۔

دیگر طائفوں نے اپنے پڑوسیوں کی قیمت پر انتہا پسندانہ پالیسیوں کو جاری رکھا۔ عباسی تقریباً تولیدو تک پہنچ گئے۔ متعدد طائفے سازش کرنے یا حتیٰ کہ اپنے عیسائیوں کو بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد کے لیے بلانے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ آخری افطسی عمر المتوکل المورادیوں کے خلاف مدد کے بدلے میں اپنے زیر اختیار پرتگالی علاقے کولیوں اور کاستیلے کے الفونسو ششم کے حوالے تک کرنے کو تیار تھا۔

گیارھویں صدی کے اختتام کے قریب سپین میں مسلمانوں کے خلاف لہر واضح ہونا شروع ہو گئی تھی۔ مذہبی طبقات نے متعدد حکمرانوں کی نشاط انگیزی اور غیر ذمہ داری کے خلاف احتجاج کیا اور وہ پیوریطانی بربر المورادیوں کی حکومت کو قبول کرنے کو تیار تھے۔ 418/1085 میں تولیدو پر عیسائی قبضے عباسی شاعر بادشاہ المعتمد کی جانب سے المورادیوں کو مدد کے لیے پکارنا ناگزیر بنادیا۔

ملوک الطّوائف کے درمیان اہم ترین سلطنتیں مندرجہ ذیل تھیں:

ملاگااورالجیسیر س میں حمودی	(400-49/1010-57)
سیویلی میں عباسی	(414-84/1023-91)
غرناطہ میں زیری	(403-83/1012-90)
نیبلا میں بنو یحییٰ	(414-43/1023-51)
سلویس آلگاروے میں بنومزین	(419-45/1028-53)
البراسن،لاسہلا میں بنورزین	(402-500/1011-1107)
الپیونتے میں بنوقاسم	(420-85/1029-92)
کارڈوبا میں جواہری	(422-61/1031-69)
بداجوز میں افطسی یابنومسلمہ	(413-87/1022-94)
تولیدو میں دھوالنیوئی	(419-78/1028-85)
ویلنشیا میں عامری	(412-89/1021-96)
المیریا میں بنوصمادیہہ	(430-80/1039-87)
ساراگوسا، لیریدا، تودیلا، Calatayud، دینیا،تورتوسا میں تجیبی اوراس کے بعد ہودی۔	(410-536/1019-1142)
مجورکا میں بنومجاہداور بنوغانیہ	(413-601/1022-1205)
مسلم سپین کوالموراویوں کافتح کرنا	(483/1090)

1-ملاگا کے حمودد

400/1010	علی الناصر
407/1016	القاسم اول المامون، پہلا دورحکومت
412/1021	یحییٰ اول المعطلی ، پہلا دورحکومت
413/1023	القاسم اول،دوسرادورحکومت
414/1023	یحییٰ اول،دوسرادورحکومت

427/1036	ادریس اول المتعید
430/1039	یحییٰ دوم
430/1039	الحسن المستنصر
434/1039	ادریس دوم العلی، پہلا دورحکومت
438/1046	محمد اول المہدی
440/1048	محمد اول المعتصم
440/1048	القاسم دوم الواثق
446/1054	ادریس سوم الموفق
446/1054	ادریس دوم، دوسرا دورحکومت
447-9/1055-57	ادریس سوم المستعلی

ملاگا میں غرناطہ کے زیریوں کے ہاتھوں مرکزی شاخ کی تسخیر اورالجیسیر س میں 450/1058 کے دوران عباسیوں کے ہاتھوں Cadet شاخ کی فتح

2- سیویلی کے عباسی

414/1023	محمد اول ابن عباد
433/1042	عباد المعتضد
461-84/1069-91	محمد دوم المعتمد

موراویوں کی فتح

3- کارڈوبا کے جاہوری

422/1031	جاہور
435/1043	محمد الراشد
450-61/1058-69	عبدالمالک

عبادیوں کی فتح

4-بداجوز کے افسی

413/1022	عبداللہ المنصور
437/1045	محمد المظفر
460-87/1068-94	عمر المتوکل

المورا ویوں کی فتح

5-تولیدو کے Dhu-n-Nunid

؟	عبدالرحمان بن دھی النون
419/1028	اسماعیل الظفر
435/1043	یحیٰ المامون
467-78/1075-85	یحیٰ القادر

لیوں اور کاستیلے کے الفونسو چہارم کی فتح

6-ویلنشیا کے عامری

412/1021	عبدالعزیز المنصور
453/1061	عبدالملک المظفر
457-1065/1065-76	Dhu-n-Nuid کا تسلط
468/1076	ابوبکر
478/1085	القاضی عثمان
478-83/1085-90	دھوالنیونی یحیٰ القادر
483-9/1090-6	القاضی جعفر

El Cid اور اس کے بعد موراویوں کی فتح

7-ساراگوسا وغیرہ کے تجیبی اور ہودی

تُجیبی

410/1019	مندھیر اول المنصور

414/1023	یحیٰ المظفر
420/1019	معز الدولہ مندھیر دوم

ہُود دی

430/1039	سلیمان المستعین	
438/1046	احمد اول المقتدر	
474/1081	یوسف المعتمن	
478/1085	احمد دوم المستعین	
503/1110	عماد الدولہ / عبد الملک	المور اوی بالا دستی میں
513-36/1119-42	احمد سوم المستنصر	

الفونسو اول اور آراگون کے رامیرو دوم کی فتح

6-ناصری یا بنو الاحمر (627-897/1230-1492)

غرناطہ

629/1232	محمد اول الغالب، المشہور ابن الاحمر
671/1272	محمد دوم الفقیہہ
701/1302	محمد سوم المخلوع
708/1308	نصر
713/1313	اسماعیل اول
725/1325	محمد چہارم
733/1333	یوسف اول
755/1354	محمد پنجم الغنی، پہلا دور حکومت
760/1359	اسماعیل دوم

761/1360	محمد ششم
763/1362	محمد پنجم ،دوسرا دور حکومت
793/1391	یوسف دوم
797/1395	محمد ہفتم المستعین
810/1407	یوسف سوم
820/1417	محمد ہشتم المتمسہ ، پہلا دور حکومت
822/1419	محمد نہم الصغیر ، پہلا دور حکومت
831/1427	محمد ہشتم ،دوسرا دور حکومت
833/1430	محمد نہم ،دوسرا دور حکومت
835/1432	یوسف چہارم
835/1432	محمد نہم ،تیسرا دور حکومت
848/1445	محمد دہم الاحنف ، پہلا دور حکومت
849/1445	یوسف پنجم ، پہلا دور حکومت
849/1446	محمد دہم ،دوسرا دور حکومت
851/1447	محمد نہم ، چوتھا دور حکومت (1451-2)۔محمد یاز دہم کے ساتھ مل کر۔
857/1453 یا 858/1454	سعد المستعین ، پہلا دور حکومت
867/1462	یوسف پنجم ،دوسرا دور حکومت
867/1462	سعد ،دوسرا دور حکومت
868/1464	علی ، پہلا دور حکومت
887/1482	محمد یاز دہم ، پہلی مرتبہ مکمل اختیار کے ساتھ
888/1483	علی ،دوسرا دور حکومت
890/1485	محمد دواز دہم ،بطور الزغال

892-7/1487-92 محمد یاز دہم، دوسرا دور حکومت

ہسپانوی فتح

جب الموہاد نے سپین کو چھوڑ دیا تو زیادہ تر مسلمان شہر تیزی سے عیسائیوں کے قبضے میں آ گئے۔ کارڈوبا کو 635/1236 اور سیویلی کو 646/1248 میں شکست ہوئی۔عرب نسل کا ایک مسلمان سردار محمد الغالب غرناطہ کے پہاڑی اور آسانی سے قابل دفاع خطے پر اختیار قائم رکھنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے غرناطہ کے شہر کے قلعے کو (جسے الحمرا کے نام سے جانا جاتا ہے) اپنا صدر مقام بنایا، اور کاستیلے کے فرڈیننڈ اول اور پھر اس کے جانشین الفونسو دہم کے خراج ادا کرنے پر رضا مندی ظاہر کر دی۔ ناصر سلاطین نے عیسائیوں اور فیز کے مرینیوں (جو اسلام کے نام پر سپین کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے تھے) کے مابین توازن کی پالیسی اختیار کی؛ لیکن مرینیوں کی کامیاب مداخلت کے حوالے سے مسلمانوں کی امیدوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب حسن علی نے ریو سلادو کے مقام پر کاستیلے کے الفونسو یازدہم سے 741/1340 میں شکست کھائی۔

غرناطہ اپنی خطرناک صورتحال کے باوجود اڑھائی سو برس تک مسلم تہذیب کا مرکز رہا اور ساری مغربی مسلمان دنیا سے اہل علم وادب وہاں آتے رہے۔ مورخ ابن خلدون محمد ششم کے سفیر کے طور پر کام کرتا تھا۔ اور وزیر لسان الدین ابن الخطیب (جس کی تاریخ غرناطہ بڑی قابل قدر چیز ہے) ناصری غرناطہ کی پیدا کی ہوئی ادبی شخصیت تھا۔ لیکن 1469 میں آراگون کے فرڈیننڈ دوم کی کاستیلے کی ازابیلا کے ساتھ شادی کے نتیجے میں مسلم سپین کے عیسائی ایک تاج کے ماتحت متحد ہو گئے اور غرناطہ کے قائم رہنے کا امکان تاریک ہو گیا۔ درحقیقت مسلمانوں نے خود بھی طے شدہ خراج ادا کرنے سے انکار اور آپس میں لڑائیاں شروع کر کے اپنے انجام کو اور بھی زیادہ قریب کر دیا۔ چنانچہ 897/1492 میں غرناطہ عیسائیوں کے ہاتھ لگ گیا اور آخری ناصری بھاگ کر مراکش چلے گئے۔

7-ادریسی (172-341/789-926)

مراکش

172/789 ادریس اول

177/793	ادریس دوم
213/828	محمد المستنصر
221/836	علی اول
234/849	یحییٰ اول
؟	یحییٰ دوم
؟	علی دوم
؟	یحییٰ سوم المقدام
292/905	یحییٰ چہارم
310-14/922-26	الحسن الحجام

فاطمی فتوحات

ادریسی سلطنت پہلی ایسی سلطنت تھی جنھوں نے اہل مغرب کو شیعی عقائد سے متعارف کروانے کی کوشش کی، چاہے بہت نرم انداز میں ہی سہی۔ ان کے عہد تک آتے آتے خطے پر خارجیوں کے انقلابی نظریہ مساوات کا غلبہ ہو چکا تھا۔ ادریس اول حسن ابن علیؓ کا پڑپوتا تھا اور یوں اس کا تعلق شیعی اماموں کے ساتھ بن جاتا ہے۔ اس نے 169/786 میں عباسیوں کے خلاف ایک شورش میں حصہ لیا اور اسے مصر اور اس کے بعد شمالی افریقہ جانے پر مجبور کر دیا گیا جہاں شمالی مراکش کے بہت سے زیناتا بربر سردار اسے حضرت علیؓ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اپنا رہنما ماننے لگے۔ لگتا ہے کہ ادریس اول نے ہی، نہ کہ اس کے بیٹے ادریس دوم نے، پرانے رومی قصبے والیوبلس کی جائے وقوع پر فیز کی دوبارہ تعمیر شروع کی۔ یہ جلد ہی آباد ہو گیا اور مسلمان سپین اور افریقیہ کے لوگ ہجرت کر کے وہاں جانے لگے، اور یہ ادریسی صدر مقام بن گیا۔ شرفاً یعنی رسول ﷺ اللہ کے نواسوں حسنؓ اور حسینؓ ابن علیؓ کی مراعات یافتہ اولادوں کا گھر ہونے کی وجہ سے یہ مقدس شہر کی حیثیت بھی اختیار کر گیا۔ تب سے ہی شرفاً کو مراکشی تاریخ میں ہمیشہ ایک اہم حیثیت حاصل رہی ہے (دیکھیے مراکش کے شریف)۔ ادریسی عہد اسلامی ثقافت کے، حال ہی میں مسلمان ہونے والے اندرون علاقہ کے، بربر لوگوں کے درمیان ترقی پانے کے حوالے سے

بھی اہمیت کا حامل ہے۔

تاہم محمد المستنصر کے دورِ حکومت میں ادریسی علاقے سیاسی لحاظ سے افراتفری کا شکار ہو گئے۔ مراکش میں ادریسی اختیارات بنیادی طور پر صرف شہروں تک ہی محدود تھا۔ محمد کے متعدد بھائیوں کے حامی مختلف شہروں پر قبضہ کیے ہوئے تھے۔ چنانچہ ادریسی اپنے بربری دشمنوں کے حملوں کا آسانی سے شکار بن گئے۔ لیکن دسویں صدی میں ایک زیادہ خطرناک اور پرعزم دشمن فاطمیوں کے روپ میں سامنے آیا۔ یحییٰ چہارم کو مہدی عبید اللہ کی ماتحتی تسلیم کرنا پڑی اور 309/921 میں فیز پر فاطمی فوج نے قبضہ کرلیا۔ اس موقع کے بعد مراکش کے بیرونی علاقوں میں ادریسیوں کی بہت سی دیگر شاخوں کی حکومت قائم رہی، لیکن ان سلسلوں کی تاریخ بہت ابہام کا شکار ہے۔ جب ہسپانوی امویوں نے اپنے فاطمی دشمنوں کے خلاف مغرب (شمالی افریقہ) کی جانب پیشقدمی کی پالیسی شروع کی اور کیوٹا (Ceuta) پر قبضہ کرلیا تو رِیف کے ادریسی خطرہ محسوس کرنے لگے؛ اور 363/974 میں آخری ادریسیوں کو بھی کارڈوبا سے باہر نکال دیا گیا۔ اموی انحطاط کے دور میں کوئی تین چار عشروں کے بعد ادریسی خاندان کی ایک دور کی شاخ یعنی حمودیوں نے Algecira اور ملاگا کا اختیار سنبھال لیا اور وہاں طائفوں میں سے ایک کے طور پر حکومت کی۔

8-رستمی (160-296/777-909)

مغربی الجیریا

160/296	عبدالرحمان بن رستم
168/784	عبدالوہاب (یا عبدالوارث) بن عبدالرحمان
208/823	ابوسعید افلاح
258/872	ابوبکر بن افلاح
?	ابوالیقضان محمد
281/894	ابوحاتم یوسف، پہلا دورِ حکومت
284/894	یعقوب بن افلاح

288/901 ابو حاتم یوسف۔ دوسرا دور حکومت

294-6/907-9 یقظان بن محمد

فاطمی داعی ابو عبداللہ کا تاہرت پر قبضہ

رستمی ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ شمالی افریقہ میں اسلام کی تاریخ نہایت غیر متناسب اور ان کے سیاسی اختیارات بہت وسیع ہیں۔ آٹھویں صدی میں شمالی افریقہ کے بربروں کی اکثریت نے اپنے عرب آقاؤں کے غلبے کے خلاف احتجاج کے طور پر خارجیوں کے انقلابی اور قطعی مساوات پر مبنی خیالات اپنا لیے۔ مشرق میں خارجیت ایک انتہا پسند اور وحشیانہ حد تک ظالم فرقہ تھا، جبکہ مغرب میں یہ عوامی تحریک کی صورت اختیار کرنے کی وجہ سے کافی معتدل تھا۔ عبداللہ بن عباد کے پیروکاروں، عبادیوں کے ذیلی فرقے خارجیوں کا مرکز شمالی افریقہ میں زیناتا کے بربریوں کے درمیان جبل نفوسا تھا۔ مغرب میں عرب طاقت کے مرکز قیروان کے قبضے کے بعد عبادیہ کا یک گروہ بھاگ کر الجیریا چلا گیا۔ ان کا قائد عبدالرحمان بن رستم تھا جس کا نام فارسی ماخذ کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس نے تاہرت کو مرکز بنا کر خارجی حکمرانی قائم کی (144/761)۔ 160/777 میں شمالی افریقہ کے تمام عبادیوں کا امام بن گیا۔ تاہرت کے گرد مرتکز اس نیوکلیئس کا تعلق اوریس کی عبادی آبادی کے ساتھ تھا، اور جنوب میں فیزان تک کے گروپس رستمی اماموں کی روحانی قیادت کو تسلیم کرتے تھے۔ اپنے رستمی دشمنوں میں گھرے ہوئے مغرب کے شیعی ادریسیوں اور مشرق کے سنی اغلابیوں نے ہسپانوی امویوں کے ساتھ الحاق کی کوشش کی؛ اور رعایتیں حاصل کیں۔ لیکن مراکش میں شیعی فاطمیوں کی سرفرازی مغرب کی دیگر مقامی سلطنتوں کی طرح رستمیوں کے لیے بھی تباہ کن تھی۔ 296/909 میں تاہرت فاطمی داعی ابوعبداللہ کے کیتاما بربروں کے ہاتھ لگ گیا؛ بہت سے رستمیوں کو قتل کر دیا گیا اور باقی ماندہ جنوب میں ورگلا کی جانب بھاگ گئے۔

رستمیوں کے دور میں تاہرت نے صحارا پار سے آنے والے تجارتی کاروانوں کا شمالی پڑاؤ ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ مالی ترقی پائی، اور اس کا نام چھوٹا عراق پڑ گیا۔ شہری لوگ یہاں آنے لگے، جن میں قابل قدر فارسی اور عیسائی عناصر بھی شامل تھے، اور یہ علم و دانش کا مرکز بن کر ابھرا۔

اس کا عظیم تاریخی کردار سارے شمالی افریقہ اور حتیٰ کہ اس سے پرے بھی خارجیت کی ریڑھ کی ہڈی کے طور پر تھا؛ اگرچہ یہ سیاسی طور پر فاطمیوں کے زیرنگیں آ گیا لیکن مغرب میں عبادی عقائد کافی عرصہ تک مضبوط رہے، اور درحقیقت آج بھی کچھ جگہوں پر موجود ہیں، جیسے الجیریا میں مزاب، تیونس کا جزیرہ جیربا اور جبل نفوسا۔

9-اغلبی (184-296/800-909)

افریقہ، الجیریا، صقلیہ (سسلی)

184/800	ابراہیم اول بن الاغلب
197/812	عبداللہ اول
201/817	زیادت اللہ اول
223/838	ابو اقبال الاغلب
226/841	محمد اول
242/856	احمد
249/863	زیادت اللہ دوم
250/863	ابوالغرانیق محمد دوم
261/875	ابراہیم دوم
289/902	عبداللہ دوم
290-6/903-9	زیادت اللہ سوم

فاطمی فتوحات

ابراہیم بن اغلب کا باپ عباسی فوج میں خراسانی افسر تھا، اور 184/800 میں بیٹے کو ہارون الرشید نے 40,000 ہزار دینار سالانہ کے خراج پر افریقیہ (جدید تیونس) کے علاقے دیے۔ اس تفویض میں اسے کافی خود اختیاری کے حقوق بھی ملے اور شمالی افریقہ سے بغداد کے بہت زیادہ دوری نے اس امر کو یقینی بنا دیا کہ خلافتی حکومت کسی بھی اغلبی کے امور میں زیادہ مداخلت نہیں

کرے گی۔ ابتدائی اغلبیوں نے اپنے اپنے علاقوں میں بربری خارجیت کی شورشوں کو کچلا اور اس کے خاندان کے ایک نہایت اہل اور پرجوش فرد زیادۃ اللہ کے ماتحت 217/827 میں سسلی (صقلیہ) کو فتح کرنے کے عظیم منصوبے پر عملدرآمد شروع ہوا۔ ایک وسیع بحری بیڑا تیار کیا گیا جس نے اغلابیوں کو مرکزی مدیترانہ (Mediterranean) میں حاکم مطلق بنا دیا اور انھیں اٹلی سارڈینیا، کورسیکا تک پہنچنے کے قابل بنایا؛ اور حتیٰ کہ 255/868 میں مالٹا بھی حاصل کر لیا گیا۔ خیال غالب ہے کہ فرقہ وارانہ اور متعصّبانہ توانائیوں کو کافروں کے خلاف جہاد میں لگانے کی غرض سے ہی سسلی کی تسخیر شروع کی گئی تھی، کیونکہ ابتدائی اغلبیوں کو افریقیہ میں مالکی فقہا (یعنی قیروان کے مذہبی رہنماؤں) کی جانب سے زبردست اندرونی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ 264/868 تک سسلی کو فتح کرنے کا کام عملاً مکمل ہو چکا تھا اور جزیرے پر مسلمانوں کی حکومت قائم رہی۔ (یارہویں صدی کے اختتام پر نارمن فتوحات ہونے تک) پہلے اغلبی اور بعد ازاں فاطمی گورنروں کے دور میں یہ عیسائی یورپ میں اسلامی ثقافت کے پھیلاؤ کے حوالے سے ایک اہم مرکز بن گیا۔ اغلبی بڑے پرجوش معمار بھی تھے؛ زیادۃ اللہ اول نے قیروان کے عظیم مسجد کی تعمیر نو کی اور تیونس کے احمد ۃ اللہ نے بالخصوص جنوبی افریقیہ کے کم زرخیز علاقوں میں نہریں کھدوائیں۔

تاہم افریقیہ میں اغلبیوں کی حیثیت نویں صدی کے اختتام پر رو بہ زوال ہوگئی۔ ابوعبداللہ کے شیعی پراپیگنڈا نے کیتاما کے بربروں کو بہت زیادہ متاثر کیا؛ انھوں نے مسلح بغاوت کر دی آخری اغلبی زیادۃ اللہ سوم کو 296/909 میں مصر سے باہر نکال دیا گیا۔ اس نے عباسیوں کی مدد حاصل کرنے کی بار بار کوشش کی مگر ناکام رہا تھا۔

10-زیری اور حمادی (361-547/972-1152)

افریقہ اور مشرقی الجیریا

1-زِیری

361/972	یوسف بلوگین اول بن زِیری
373/984	المنصور بن بلوگین

386/996	ناصرالدولہ بادیس
406/1016	شرف الدولہ المعز
454/1062	تمیم
501/1108	یحییٰ
509/1116	علی
513-43/1121-48	الحسن

نارمن اوراس کے بعد الموہادفتوحات

2-حمادی

405/1015	حماد بن بلوگین اول بن زِیری
419/1028	القائد
446/1054	محسن
447/1055	بلوگین دوم
454/1062	الناصر
481/1088	المنصور
498/1105	بادیس
498/1105	العزیز
518-47یا515تا1124-52یا1121	یحییٰ

الموہاد کی فتوحات

زیری مغرب کے وسطی علاقے میں آباد صنہاج بربر باشندے تھے، جنھوں نے ابتدا میں فاطمی کا مقصد اختیار کیا اور 334/945 میں فاطمی مرکزی مقام المہدیہ کو اس وقت عسکری امداد مہیا کی جب خارجی باغی ابو یزید نے اسے محاصرے میں لے لیا تھا۔ چنانچہ جب فاطمی خلیفہ المعز مصر سے نکلا بلوگین بن زیری افریقیہ کا گورنر مقرر کیا۔ موخرالذکر نے خانہ بدوش زیناتوں کے ساتھ اپنے لوگوں کی روایتی دشمنی برقرار رکھی اور کیوٹا تک سارے مغرب پر چڑھائی کر دی۔ یہ سارے علاقے

اتنے وسیع تھے کے اکیلے آدمی کا ان پر حکومت کرنا ممکن نہ تھا، اور بلوگین کے پوتے بادیس کے دور میں ایک انتظامی تقسیم کی گئی: مغربی حصے خاندان کی حمادی شاخ کو دے دیے گئے اور ان مرکزی مقام قلعت بنی حماد قرار پایا، جبکہ مرکزی زیری شاخ نے افریقیہ کو اپنے پاس رکھا جس کا مرکز قیروان ہی رہا۔

افریقیہ کے بھرپور قدرتی ذرائع اور دولت نے زِیری المعز کو فاطمی آقاؤں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی تحریص دلائی، اور 433/1041 میں اس نے عباسیوں کے ساتھ اتحاد کر لیا (تاہم حمادی اس موقع پر فاطمیوں کے ہی وفادار رہے)۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد زِیریوں نے ہلال اور سُلیم قبائل کے بربری بدوؤں کو زِیریوں کے خلاف بھیجا جو زیریں مصر سے ہجرت کر کے مغرب کو چلے گئے۔ یہ عرب آہستہ آہستہ دیہی علاقوں میں گئے، شہروں میں دہشت پھیلائی اور زِیرویوں کو ساحل پر کھڑے المہدیہ کے لیے قیروان خالی کر دینے اور حمادیوں کو نسبتاً کم قابل رسائی بوگی بندرگاہ کی جانب پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے زمین پر اختیارات سے محروم ہو جانے کے بعد سمندر کا رخ کیا اور ایک بحری بیڑا ابنایا۔ درحقیقت یہی وہ دور تھا جب بربری قزاقی کا آغاز ہوا۔ لیکن وہ مسلم سسلی کو نارمنوں کے قبضے میں جانے سے نہ بچا سکے، اگرچہ بعد میں نارمن بادشاہوں کے ساتھ پر امن تجارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ تاہم بارھویں صدی میں زِیریوں پر دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا؛ سسلی کے راجر دوم نے المہدیہ اور تیونسی ساحل پر قبضہ کر کے الحسن کو خراج ادا کرنے پر مجبور کیا۔ جلد ہی زِیری اور حمادی علاقے الموحاد کے پاس چلے گئے۔

11-المور اوی یا المرابطون (448-541/1056-1147)

شمالی افریقہ اور سپین

؟	یحیٰی بن ابراہیم	صنہاج بربریوں کے
؟	یحیٰی بن عمر	سردار عبداللہ بن یٰسین
448-80/1056-73	ابوبکر الامطونی	کی روحانی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

453/1061	یوسف بن تاشفین
500/1106	علی
537/1142	تاشفین
540/1146	ابراہیم
540-1/1146-47	اسحاق

المو ہادی فتوحات

الموراوی روحانی رفعت کی ایک لہر میں سے اٹھے جس کا تجربہ مغرب پر بربریوں کے غلبے کی تاریخ کے دوران مختلف مواقع کیا گیا۔ یارھویں صدی کے ابتدائی حصے میں صنہاج سردار یحییٰ بن ابراہیم نے حج کیا؛ وہ جوش و جذبہ سے بھر گیا اور واپس آکر مراکش کے ایک مشہور سکالر عبداللہ بن یٰسین کو اپنے عوام کے درمیان کام کرنے کی دعوت دی۔ دریائے سینیگال کے دہانے پر ایک رباط یا قلعہ بنایا گیا اور یہاں سے دینی مجاہدین نے سارے مغربی سوڈان میں اسلام کی ایک نہایت سادہ صورت کی تبلیغ کی۔ ان مجاہدین کو المرابطون کہا جاتا تھا، جس کی ہسپانوی صورت الموراوی ہے۔ فرانسیسی میں متقی آدمی کو marabout کہتے ہیں۔ یہ صحرائی بربری اپنے چہروں پر نقاب لیتے، چنانچہ انھیں المتلسمون، یعنی نقاب پوش کہا جانے لگا۔ وہ ابوبکر اور اس کے سالار اعظم یوسف بن تاشفین کی قیادت میں مراکش کے خلاف لڑنے شمال کی جانب گئے اور شمالی افریقہ کو الجیریا تک فتح کر لیا۔ اب یوسف نے مراکیش کو اپنا دارالحکومت بنایا (454/1062)۔ الموراویوں نے عباسی خلفاً کو اسلام کے روحانی سردار تسلیم کیا اور رجعت پسند مالکی طبقہ فکر کے مطابق چلنے لگے جو مسلم شمالی افریقہ میں غالب تھا۔

اس دور میں مسلم سپین طوائف الملو کی کا شکار اور ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ اور اب عیسائیوں کی دوبارہ تسخیر شروع ہو رہی تھی۔ یہ واضح ہو گیا کہ صرف موراویوں کی ابھرتی ہوئی طاقت ہی وہاں کے چھوٹے چھوٹے اور نفاق زدہ بادشاہوں کو بچا سکتی تھی۔ یوسف بن تاشفین افریقہ سے سمندر پار کر کے گیا اور 479/1086 میں لیوں اور کاست یلے کے الفونسو ششم اور کے خلاف زبردست کامیابی حاصل کی اور لیکن بعد میں مزید پیش رفت نہ کر سکا، اور تولید و عیسائیوں کے قبضے میں ہی رہا۔

اگلے چند برسوں میں یوسف نے تقریباً سبھی طائفوں کو دبا دیا اور صرف سارا گوسا میں ہودیوں کو جوں کا توں چھوڑ دیا گیا۔لیکن بارھویں صدی کے ابتدائی برسوں میں مغرب میں المورادی حیثیت کو وہاں ایک نئی قوت، الموہاد کے فروغ سے خطرہ لاحق ہو گیا؛ پیچھے سے اسی دباؤ کی وجہ سے المورادی عیسائیوں سے 512/1118 میں سارا گوسا نہ چھین سکے۔ 541/1147 میں مراکیش میں آخری المورادی حکمران اسحاق کو قتل کر دیا گیا اور الموہاد نے سپین کو پار کرنا شروع کیا۔سپین میں آخری گورنر یحییٰ بن گھانیہ، جس کا خاندان شادیوں کے وسیلہ سے المورادیوں کا رشتہ دار تھا، 543/1148 میں فوت ہوا تو ان کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا،لیکن المورادیوں کے بعد کی بنو گھانیہ نسل 509/1115 میں مجورکا کی فتح سے لے کر 625/1286 میں آراگونی تسخیر تک وہیں رہی۔

12-الموہاد یا الموحدون (524-667/1130-1269)

شمالی افریقہ اور سپین

محمد بن تُومرت،وفات:524/1130

524/1130	عبدالمومن
558/1163	ابو یعقوب یوسف اول
580/1184	ابو یوسف یعقوب المنصور
595/1199	محمد الناصر
611/1214	ابو یعقوب یوسف دوم المستنصر
620/1224	عبدالواحد اول المکھلوع/المخلوع
621/1224	ابو محمد عبداللہ العادل
624/1227	یحییٰ المعتصم
626/1229	ابوالاعلیٰ ادریس المامون
630/1232	ابو محمد عبدالواحد دوم الرشید
640/1242	ابوالحسن علی السعید المعتضد

646/1248	ابوالحفص عمر المرتضیٰ
665-7/1266-9	ابوالاولیٰ الواثق

ماسوائے غرناطہ سارے سپین پر عیسائیوں کا غلبہ؛ شمالی افریقی زمینیں عبدالواحدیوں، حفصیوں اور مرینیوں کے درمیان تقسیم کی جاتی ہیں

الموحد یا الموہاد (جس کا مادہ الموحدین یعنی خدا پر کامل یقین رکھنے والے ہے) عقلی اعتبار سے شمالی افریقہ پر غالب رجعت پسند اور نہایت روایت پرست مسلمانوں کے خلاف ایک قسم کا احتجاج تھا۔ ان کے بانی بربر ابن تؤمرت مشرق میں تعلیم حاصل کی اور رہبانہ واصلاحی نظریات اپنا لیے۔ مراکش کے مصمودا بربر سرداروں کی جانب سے اظہار عقیدت وصول کرنے کے بعد اس نے تحریک کی قیادت خود سنبھال لی، اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کا سپہ سالار عبدالمومن تھا، جسے بعد میں ابن تومرت کا خلیفہ یعنی نائب کہا جانے لگا۔ الموہاد نے آہستہ آہستہ مراکش پر قبضہ کرنا شروع کیا اور مراکیش کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ سپین میں الموراویوں کے زوال کے بعد سے ہی اقتدار کا خلا موجود تھا، جس میں طائفوں جیسے گذشتہ صدی کے کچھ مقامی گروہ دوبارہ نمودار ہوئے (مثلاً ویلنشیا، کارڈوبا اور میورشیا میں؛ اس کے بعد 540/1145 میں عبدالمومن نے ایک فوج کو سپین کی جانب بھیجا اور جلد ہی وہاں کے سارے مسلم علاقے پر قبضہ کرلیا۔ ایک طاقتور الموہاد سلطنت، جس کا دارالحکومت سیویلی میں تھا، تشکیل دی گئی؛ عبدالمومن نے تیونس اور ترپیولی تک کا علاقہ فتح کرلیا، اور صلاح الدین ایوبی نے فرانکوں کے خلاف اس سے اتحاد اور مدد کی درخواست کی۔ الموہاد ریاست کا ڈھانچہ ابن تومرت کی اصل تعلیمات کی مسیحائی اور حاکمیت پسندانہ نوعیت کا عکاس تھا، اور سارا تانا بانا خلیفہ کے مشیروں اور اقربا پر ہی مشتمل تھا۔ دربار فنون لطیفہ اور علم کا ایک عالیشان مرکز تھا، اور سب سے بڑھ کر یہاں ابن طفیل اور ابن رشد جیسے عقلیت پسندوں نے اسلامی فلسفہ کو فروغ دیا۔ یہ دونوں ہی الموہاد سلاطین کے درباری طبیب کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔

تاہم سلاطین عیسائیوں کی پیش قدمی کو مستقل طور پر نہ روک سکے۔ 591/1195 میں الارکوس کی تسخیر کے اثرات دیرپا نہ تھے، اور 609/1212 میں جزیرہ نما کے عیسائی بادشاہوں

کے اتحاد کے ہاتھوں Las Navas de Tolosa کی خوفناک شکست کے نتیجے میں الموحاد کو سپین میں سے اپنا بوریا بستر گول کرنا پڑا۔ آخری سلاطین کی حکومت صرف شمالی افریقہ میں ہی تھی، لیکن وہاں بھی ان کی گرفت ڈھیلی پڑنا شروع ہوگئی۔ Tlemcen میں 633/1236 میں یغمراسن بن زیان کی سرفرازی کے باعث وہاں خودمختار عبدالولید سلطنت قائم ہوئی؛ اور اگلے ہی برس افریقیہ کے گورنر ابوزکریا یحییٰ نے تیونس میں خودمختاری کو دعویٰ کر کے حفصیوں کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ انجام کار الموحاد کا دارالحکومت مراکیش بھی 667/1269 میں مرینیوں کے ہاتھ لگ گیا۔

13-مرینی اور وطاسی (592-956/1196-1549)

مراکش

1-مرینیوں کی نسل

592/1196	ابومحمد عبدالحق اول
614/1217	عثمان اول
637/1240	محمد اول
642/1244	ابویحییٰ ابوبکر
656/1258	ابویوسف یعقوب
685/1286	ابویعقوب یوسف
706/1307	ابوثابت عامر
708/1308	ابوالربیع سلیمان
710/1310	ابوسعید عثمان دوم
732/1331	ابوالحسن علی اول
749/1348	ابوعنان فارس
759/1359	محمد دوم السعید

760/1359	ابوسالم علی دوم
762/1361	ابوعمر تاشفین
763/1361	عبدالحلیم، پہلی مرتبہ فیز اور پھر سجلماس میں
763/1362	ابوزین محمد سوم
768/1366	ابوالفارس عبدالعزیز اول
774/1372	ابوزین محمد چہارم
776/1374	ابوالعباس احمد، پہلا دور حکومت
786/1384	موسیٰ
788/1386	ابوزین محمد پنجم
788/1386	محمد ششم
789/1387	ابوالعباس احمد، دوسرا دور حکومت
796/1393	ابوالفارس
799/1397	عبدالعزیز دوم
800/1398	عبداللہ
801/1399	ابوسعید عثمان سوم
823-31/1420-8	زینیوں یا عبدالوادی آف Tlemcen،
	ابوالم عبدالواحد کا اتحاد
831-69/1428-65	ابومحمد عبدالحق دوم

2-وطاسیوں کی نسل

831/1428	ابوذکریا یحییٰ	مرینی عبدالحق
852/1448	علی	دوم کے
863/1459	محمد اول الشیخ	گورنر
875/1470	محمد دوم البرتقالی	

931/1525	احمد، پہلا دور حکومت
952/1545	محمد سوم القسری
954-6/1547-9	احمد، دوسرا دور حکومت

سعدی شریفی

مرینی اپنے علاقوں کو تیونس کے حفصیوں کے ساتھ بانٹ کر الموحاد کے ورثے کو مراکش اور وسطی مغرب میں لانے میں کامیاب ہو گئے۔ بنو مرین خانہ بدوش زیناتا بربروں کا ایک قبیلہ تھے؛ ان کا تہذیبی درجہ غالباً کمتر تھا، اور وہ حصول اقتدار کی خاطر کسی بھی مذہبی جوش و جذبے سے تحریک یافتہ نہ تھے، جیسا کہ المورا ویوں اور الموحاد کے معاملے میں تھا۔ یہی حقائق آخری موحاد حکمرانوں کے ساتھ ان کی لڑائی پر دلیل ہیں۔ پہلے انھوں نے 613/1216 میں صحارا کے راستے مراکش پر حملہ کیا، لیکن الموحاد ابوسعید نے راہ روکی اور وہ 669/1269 تک مراکیش حاصل نہ کر سکے۔ سجلماسا اس کے بھی چار برس بعد فتح ہوا۔

مرینیوں نے اپنا مرکز فیز میں قائم کر کے الموحاد کے وارث ہونے کا قوی احساس حاصل کر لیا، اور مغرب میں ان کی سلطنت کی تعمیر نو کرنے کی کوشش کی۔ وہ جذبہ جہاد سے بھی سرشار تھے اور سپین کو دوبارہ فتح کرنے کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ دراصل ان کے دور میں مذہبی جوش و خروش کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ متعدد مرینی سلاطین خود سپین میں جا کر لڑے۔ ابو یعقوب یوسف غرناطہ کے ناصریوں کی پکار پر وہاں گیا اور 674/1275 میں Ecija کی لڑائی جیتی۔ 709/1309 میں جبل الطارق پر ہسپانوی قبضے کے بعد مرینی فوجیں دوبارہ سپین میں ظاہر ہوئیں، لیکن ابوالحسن علی نے ریو سالا دو کے مقام پر 741/1340 میں کاستیلے کے الفونسو یازدہم اور پرتگال کے الفونسو چہارم سے شکست کھائی اور اس کے بعد پھر کبھی مرینیوں کو سپین میں مداخلت کا موقع نہ مل سکا۔ شمالی افریقہ میں مرینیوں نے اپنے پڑوسیوں Tlemcen کے الولیدیوں کو تہہ تیغ کیا، 737/1337 میں ان کے دارالحکومت پر قبضہ کیا اور لیکن وہ حفصیوں کو تیونس سے نکالنے کے قابل نہ تھے۔

چودھویں صدی کے اختتام کے قریب مرینیوں کا زوال بدیہی طور پر نظر آنے لگا۔

803/1415 میں کاسٹیلے کے ہنری سوم نے تیتوآن پر حملہ کیا اور 818/1415 میں پرتگیزیوں نے کیوٹا (Ceuta) لے لیا۔ اس عیسائی جارحیت پسندی نے مغرب میں مذہبی جذبات کی ایک لہر ابھاری اور کافروں کے خلاف جہاد کی پکاریں بلند ہونے لگیں۔ اس ردعمل نے (مرینیوں کی ہی ایک شاخ) بنووطاس کو اقتدار سنبھالنے میں مدد دی۔ بنووطاس عہد سلاطین میں ہی اعلیٰ عہدے پر فائز رہ چکے تھے۔ ابوزکریا یحییٰ نے ابتداً میں نوجوان مرینی عبدالحق دوم کے باجگزار کے طور پر حکومت کی، اور پرتگیزیوں سے نمٹنے کی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔ عبدالحق نے 862/1458 میں براہ راست حکومت کرنے کی کوشش کی لیکن اسے عرصہ سات سال بعد قتل کر دیا گیا۔ وطاسی محمد اول الشیخ نے 877/1472 میں فیز کے مقام پر سلطان ہونے کا اعلان کیا اور ادریسی شرفاً کے شہر پر قبضہ کرلیا۔ لیکن بعد کے وطاسی سعدی شریف کی بڑھتی ہوئی طاقت کے آگے بند باندھنے کے قابل نہ ہو سکے جس نے آخر کار 956/1549 میں فیز پر قبضہ کرلیا؛ وطاسیوں نے عثمانی ترکوں سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے اور سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔

14- حفصی (625-982/1228-1574)

تیونس اور مشرقی الجیریا

625/1228	ابوزکریا یحییٰ اول
647/1249	ابوعبداللہ محمد اول المنتصر
675/1277	ابوزکریا یحییٰ دوم الواثق
678/1279	ابواسحاق ابراہیم اول
681/1282	احمد بن ابی عمارہ کی شورش انگیزی
683/1284	ابوحفص عمر اول (تیونس میں)
684/1285	ابوزکریا یحییٰ سوم المنتخب (بوگی اور قسطنطنیہ میں 689/1299 تک)

694/1295	ابوعبداللہ (یا ابوعصیدہ) محمد دوم المنتصر
709/1309	ابو یحییٰ ابوبکر اول الشہید
709/1309	ابوالبقا خالد اول الناصر
711/1311	ابو یحییٰ ذکریا اول الحیانی (تیونس میں)
717/1317	ابومحمد ضرب سوم المستنصر الحیانی (تیونس میں)
718/1318	ابو یحییٰ ابوبکر دوم المتوکل
747/1346	ابوحفص عمر دوم
748/1348	تیونس پر پہلا امرینی قبضہ
750/1349	ابوالعباس احمد الفضل المتوکل (تیونس میں)
750/1350	ابواسحاق ابراہیم دوم المستنصر، پہلا دور حکومت
758/1357	تیونس پر دوسرا امرینی قبضہ
758/1357	ابواسحاق ابراہیم دوم، دوسرا دور حکومت (تیونس میں 770/1369 تک؛ بوگی اور قسطنطنیہ میں دیگر حفصی بادشاہ)
770/1369	ابوالبقا خالد دوم (تیونس میں)
772/1370	ابوالعباس احمد دوم المستنصر (پہلے بوگی اور پھر قسطنطنیہ میں)
796/1394	ابوفارس عبدالعزیز المتوکل
837/1434	ابوعبداللہ محمد چہارم المنتصر
839/1435	ابوعمر عثمان
893/1488	ابوذکریا یحییٰ چہارم
894/1489	عبدالمومن

895/1490	ابو یحییٰ ذکریا دوم
899/1494	ابوعبداللہ محمد پنجم المتوکل
932/1526	ابوعبداللہ محمد الحسن، پہلا دور حکومت
941/1534	خیر الدین بار باروسا کے ہاتھوں تیونس پر پہلا ترکی قبضہ
942/1535	الحسن، دوسرا دور حکومت (شہنشاہ چارلس پنجم کے باجگزار کے طور پر)
950/1543	احمد سوم
977/1569	علوج علی کے ہاتھوں تیونس کی دوسری مرتبہ فتح
981/1573	ابوعبداللہ محمد ششم (سپین کے باجگزار کے طور پر)
982/1574	سنان پاشا کے ہاتھوں تیونس کی تیسری اور حتمی تسخیر

افریقیہ میں قرون وسطیٰ کے اواخر کی تاریخ میں اہم ترین سلطنت حفصی کا نام شیخ ابوالحفص عمر (وفات 571/1176) کے ساتھ منسوب ہے۔ جو الموہادتحریک کے بانی اور عبدالمومن کے سپہ سالاروں میں سے ایک ابن تومرت کا شاگرد تھا۔ اس کی اولاد الموہادعہد میں افریقیہ کی گورنری کے علاوہ دیگر بہت سے اہم عہدوں پر فائز رہی۔ ان حفصی گورنروں میں سے ایک ابوزکریا یحییٰ اول نے 634/1237 میں الموہادی خلیفہ عبدالولید کا تخت الٹا دیا اور اسے اجتہادی بدعتوں کا مورد الزام ٹھہرایا۔ اب اس نے مغرب کی جانب وسطی مغرب میں توسیع اختیار کرتے ہوئے قسطنطین، بوگی اور الجیریا حاصل کیا، Tlemcen کے الولیدیوں کو اپنا باجگزار بنایا اور مرینیوں کو خود کو تسلیم کرنے پر مجبور کر کے جنوبی سپین کے مسلمانوں کی جانب سے مدد کی درخواستیں وصول کیں۔ اس کے بیٹے المستنصر کے عہد میں بھی حفصی طاقت اتنی ہی زبردست رہی، جس نے فرانس کے لوئی نہم اور انجو کے چارلس کے حملے کی مدافعت کی (668/1270) اور خلیفہ اور امیر المومنین کے القابات اختیار کر لیے۔ وہ بغداد کے عباسیوں کا وارث ہونے کا دعویدار تھا۔ اسے یہ القابات مکہ کے شریف نے دیے۔

المستنصر کی وفات کے بعد ڈیڑھ صدی حفصی اقتدار اور استحکام میں زبردست اتار چڑھاؤ کا

شکار رہی۔ کمزوی کے ادوار میں وسطی مغرب اور جنوبی افریقیہ کے شہروں میں حفصی سلطنت کا تختہ الٹنے کا رجحان پایا جاتا تھا۔ بعض اوقات حفصی تخت کے متعدد دعویدار پیدا ہو گئے۔ سولہویں صدی میں سلطنت کا زوال واضح ہو گیا، ان کی حاکمیت عموماً صرف خطہ تیونس تک ہی محدود ہو کر رہ گئی۔ الجیریا اور دیگر بندرگاہوں میں ترک تسلط اور بغاوتوں کو کنٹرول کرنے میں حفصیوں کی نااہلی نے عیسائیوں کو حملہ کرنے کی دعوت دی۔ شہنشاہ چارلس پنجم نے 941/1535 میں تیونس میں ایک ہسپانوی گیریژن تعینات کر دی۔ آخری حفصیوں کو ترکوں کے خلاف ہسپانویوں کی مدد سے تھوڑی بہت حاکمیت ملی رہی، لیکن 981/1574 میں انجام کار سنان پاشا نے تیونس پر قبضہ کر لیا اور آخری حفصی کو قیدی بنا کر استنبول لے گیا۔

حفصیوں کے عہد میں تیونس نے بڑی مادی خوشحالی دیکھی۔ بربریوں کی دخل اندازی اور گڑبڑ سے پہلے حفصیوں نے اطالوی اور جنوبی فرانسیسی شہروں کے علاوہ آراگون کے ساتھ بھی مضبوط تجارتی معاہدے کر لیے تھے۔ سرزمین کو ہسپانوی مسلمان پناہ گزینوں سے بھی بہت فائدہ ہوا (جن میں مورخ ابن خلدون کے آباؤاجداد بھی شامل تھے)۔ تیونس ایک عظیم فنی اور عقلی مرکز بن گیا، اور یہ حفصی ہی تھے جنھوں نے تیرھویں صدی میں تعلیم کا نظام مدرسہ متعارف کروایا جو پہلے صرف مشرقی ممالک میں ہی معلوم تھا۔

15-مراکش کے شریف (-1511/   -917)

1-سعدی

917/1511	محمد المہدی القائم بن امر اللہ (سوس میں)
923/1517	احمد العرج (مراکیش میں 947/1540 تک)
923/1517	محمد الشیخ المہدی بن محمد المہدی (پہلے سوس اور پھر فیز میں)
964/1557	عبداللہ الغالب
981/1574	محمد المتوکل المسلوخ

983/1576	عبدالملک بن محمد الشیخ المہدی
986/1578	احمد المنصور
1012-17/1603-8	محمد الشیخ المامون
1012-17/1603-8	عبداللہ الواثق (مراکیش میں)
1012-39/1603-28	زیدان الناصر (پہلے صرف فیز میں)
1034/1623	عبدالملک بن زیدان
1042/1631	الولید
1045/1636	محمد الاصغر
1064-9/1654-9	احمد العباس

2-فلالی

1041/1631	محمد اول الشریف (تافیلالت میں)
1045/1635	محمد دوم بن محمد
1075/1664	الرشید
1082/1672	اسماعیل الثمین
1139/1727	احمد الذہابی
1141/1729	عبداللہ
	عبداللہ کو بہت سی شورشوں اور بغاوتوں کا
1147-58/1735-45	سامنا کرنا پڑتا ہے
1171/1757	محمد سوم بن عبداللہ
1204/1790	یزید
1206/1792	ہشام
1207/1793	سلیمان
1238/1822	عبدالرحمان

1276/1859	محمد چہارم بن عبدالرحمان
1290/1873	الحسن اول بن محمد
1312/1895	عبدالعزیز
1325/1907	الحافظ
1330/1912	یوسف
1345/1927	محمد پنجم بن یوسف، پہلا دورِحکومت
1372/1953	محمد بن عرفہ
1375/1955	محمد پنجم، دوسرا دورِحکومت
1381- /1962-	الحسن دوم بن محمد

قرونِ وسطیٰ کے بعد سے مراکش کے شرفاؑ نے ملک کی تاریخ میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ مغرب نے اکثر مسیحائی یا کرشماتی شخصیات کو قبولیت دی اور وہاں اسلام کی کچھ نہایت سحر انگیز شخصیات کو خاص مفہوم میں احترام دیا جانے لگا۔ میرابوطی (maraboutism۔ میرابوط شمالی افریقہ میں مسلمان بزرگوں کا ایک طبقہ تھا جن کی اولیاؑ کی طرح عزت کی جاتی تھی) سماج میں شرفاؑ کا اعلیٰ رتبہ مراکشی اسلام میں مخصوص اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اٹلانٹک کے ساحلوں اور سپین و پرتگال کا ہمسایہ مراکش عیسائی حملوں کی زد پہ تھا اور مسلمانوں نے کافی شدت کے ساتھ ردِعمل ظاہر کیا۔

شریف عمومی طور پر حضرت محمدﷺ کی اولاد ہیں، لیکن مراکش میں شرفاؑ کے زیادہ تر نسلی سلسلے حسن بن علیؓ کے ساتھ اپنا نسب جوڑتے ہیں، اور بالخصوص سعدیوں اور فلالیوں نے حضرت امام حسنؓ کے پوتے محمد النفس الزکریا (145/762) کے ساتھ اپنا سلسلہ جوڑا۔ پیچھے مذکور ادریسی مراکش میں اقتدار حاصل کرنے والے شریفوں کا پہلا سلسلہ تھے، لیکن بعد کی صدیوں میں متعدد بربر سلطنتیں وہاں غالب رہیں۔ تاہم شرفاؑ کو موقع سولہویں صدی میں ملا جب فیز میں وطاسی اقتدار واضح طور پر ڈولنے لگا تھا۔ جنوبی مراکش کے خطہ سوس میں اپنی بنیاد قائم کر کے شرفاؑ کی سعدی نسل...... جو چودھویں صدی کے نصف آخر میں عریبیہ سے وہاں آئے تھے...... نے آہستہ

آہستہ شمال کی جانب اپنی طاقت میں توسیع کی اور وطاسیوں کو 956/1549 میں فیز سے نکال باہر کیا۔ اس نسل کی خوش بختیوں کے بانی کا پورا نام اور خطابات یعنی محمد المہدی القائم بہ امراللہ، سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعدیوں نے کس طرح مسیحائی توقعات اور عیسائیوں کے خلاف جہاد کی مذہبی تحلیل کو استعمال کیا۔ اب ان کی حاکمیت تقریباً سارے مراکش پر قائم ہو گئی تھی اور بلادالمخزن (وہ ایریا جہاں حکومت کا حکم چلتا تھا اور جہاں فوج تیار کی جاتی تھی، یعنی قلمرو) اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ الجیریا کے ترک اور ساحلی علاقوں کے پرتگیزیوں کو پیچھے دھکیل دیا گیا، اور احمد المنصور نے ٹمبکٹو پر قبضہ کر کے گاؤ (موجودہ مالی) کی افریقی سلطنت تباہ کر دی، اور یوں حاکمیت کی حدود سینیگال سے لے کر بورنو تک پہنچ گئیں۔ اب شرفاً کی سماجی اور معاشی مراعات مزید مستحکم ہوئیں ہر نئے تخت نشین ہونے والے سلطان نے ان کی توثیق کی۔

تاہم سترھویں صدی میں سلطنت کے اتحاد میں اس وقت دراڑ پڑی جب خودمختاری کی تحریکیں مراکش کے مختلف علاقوں میں اٹھیں اور 1069/1659 تک آخری سعدی انگریز اور ڈچ مدد کے باوجود غائب ہو گئے۔ مشرقی مراکش میں تافیلات کے فلالی شرفاً نے مراکش کو پوری طرح منتشر ہونے سے بچایا، جن کے رہنماؤں مولائے الرشید اور مولائے اسماعیل نے ساری سرزمین میں شریفی حاکمیت بحال کی اور بہت بڑی فوج تیار کی جس میں کالے غلام بھی شامل تھے۔ اٹھارہویں صدی میں پرتگیزیوں کا آخری ٹھکانہ بھی ختم کر دیا گیا اور شمال یورپی طاقتوں کے ساتھ تجارتی معاہدے ہوئے؛ مگر اٹھارہویں صدی میں مراکش میں کسی بھی بیرونی مداخلت کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ بایں ہمہ، اس عہد کے دوران داخلی امن وامان بہتر ہوا اور مراکش نے فرانسیسیوں (1260/1844) اور ہسپانویوں (1277/1859-60) کے خلاف دو تباہ کن جنگیں لڑیں۔ 1330/1912 میں فرانس کی جانب سے اعلان کردہ ریاستی حدود نے مراکش کو طوائف الملوکی اور یورپی طاقتوں کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا لیا، البتہ سلطان کے ایماء پر فرانسیسیوں کو ملک کو فتح کرنے میں تقریباً بیس برس لگ گئے۔ آخر کار 1375/1956 میں مراکش نے اپنی سرپرستی کو مسترد کیا اور ایک مرتبہ پھر خودمختار بن گیا...... فلالی بدستور مقتدر رہے۔

16-سنوسیہ(1293- /1837-)

لیبیا

1253\1837	سید محمد بن علی السنوسی الکبیر، سنوسی سلسلے کا بانی
1276/1859	سید المہدی
1320/1902	سید احمد الشریف (1336/1918، اپنی سیاسی اور عسکری قیادت چھوڑ دی لیکن 1351/1933 تک روحانی اولیت قائم رکھی۔
-1336 /1918-	سید محمد ادریس (ابتدا میں بطور عسکری اور سیاسی رہنما؛ 1371/1951 میں لیبیا کا شاہ ادریس بنا)

محمد بن علی (المش، و رسنوسی الکبیر) اٹھارہویں صدی کے اختتام پر الجیریا میں پیدا ہوا۔ فیز میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران وہ مراکش کے درویشوں یا صوفیوں سے متاثر ہوا، بالخصوص تجانیہ سلسلہ کے صوفیوں سے، اور بعد میں حجاز میں مزید تعلیم حاصل کرتے ہوئے وہ خود بھی ایک درویش سلسلے میں شامل ہو گیا۔ تصوف کے جانب اپنے رجحانات کے علاوہ اس نے اصلاحی اور اجتہادی خیالات بھی اپنائے، اور مکہ میں اپنا طریقہ یا سلسلہ سنوسیہ قائم کیا (1253/1837)۔ اپنے ملک الجیریا میں فرانسیسیوں کا قبضہ ہونے کا عمل جاری دیکھ کر وہ سائرینیکا (Cyrenaica) میں ہی قیام پذیر ہو گیا۔ وہاں متعدد زاویے (سنوسیوں کے لیے مذہبی اور تعلیمی مدرسے) قائم کیے گئے، بشمول 1272/1586 میں مصری سرحد کے قریب جغبوب والے زاویہ کے؛ یہ زاویہ 1313/1895 تک ہیڈ کوارٹر کے طور پر کام کرتا رہا۔ سنوسی پیغام میں شمالی افریقہ اور سوڈان کے صحرانوردوں سے اپیل کی گئی۔ ان علاقوں میں مقدس افراد کی پرستش کی روایت نے سنوسی الکبیر کی ذات کے لیے احترام واجب قرار دیا لیکن سلسلے کی مستحکم تنظیم نے ان جذبات کو پائیدار اور بامقصد صورت دے دی۔ اسلام کو دوبارہ سرفراز کرنے کے لیے ایک مہدی کا انتظار بھی کافی عرصہ سے ہو رہا تھا، جیسا کے اٹھارہویں صدی کی آٹھویں اور نویں دہائی میں ڈونگولا میں مہدیہ تحریک کے واقعات سے اشارہ ملتا ہے۔ سنوسیوں کو مسلمانوں کے اتحاد نو کی امید تھی، اور عثمانی سلطان

عبدالحمید دوم کو پان اسلامی صلیبی کے طور پر ان سے مدد ملنے کی توقع تھی۔ درحقیقت سنوسی ان کے نظریات کے پرجوش مبلغ تھے، اور حجاز، مصر، فیزان اور حتیٰ کہ جنوب میں جھیل چاڈ تک کے علاقوں میں زاویے قائم کیے گئے۔ اس طرح عقیدہ ماورائے صحارا کاروان راستوں تک چلا گیا۔

وسطی سوڈان میں فرانسیسی پیش قدمی کی مدافعت کرنے والے مسلمانوں میں سنوسی سب سے آگے تھے، اور انھوں نے کوئی تیس برس تک لیبیا (بالخصوص سائرینیکا) میں حملہ آور اطالویوں کی مدافعت میں روحانی اور عسکری قوائیت فراہم کرنا تھی۔ 1915 میں اتحادیوں کی جانب سے پہلی عالمی جنگ میں اٹلی کی شمولیت نے سنوسیوں کو ناگزیر طور پر ترکوں کی جانب مائل کیا، اور سلسلے کے قائد سید احمد نے 1918 تک سائرینیکا میں اپنا قبضہ قائم رکھا اور اس کے بعد استنبول چلا گیا؛ اس کے جانے کے بعد سائرینیکا میں مسلم عزم کی عسکری سمت کا انحصار زیادہ تر مقامی سنوسی رہنماؤں پر ہی ہو گیا۔ دوسری عالی جنگ کے دوران برطانوی حکومت نے محمد ادریس، جو بیس سال سے مصر میں جلاوطن تھا، کو سائرینیکا کے سنوسیوں کا نہ صرف روحانی سردار بلکہ امیر اور عسکری رہنما بھی تسلیم کر لیا۔ 1371/1951 میں وہ متحدہ سلطنت لیبیا کا بادشاہ بنا جس میں سائرینیکا، تریپولیتانیا اور فیزان شامل تھے؛ 1382/1963 میں یہ بادشاہت ایک مستحکم ریاست بن گئی۔ چنانچہ جدید عرب ریاست کی قیادت کے لیے ایک مذہبی تحریک کے سربراہوں کے طور پر سنوسی خاندان کی ترقی کا عمل ایک لحاظ سے سعودی عرب کے وہابیہ اور السعود کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے۔

تیسرا حصہ

زرخیز ہلال: مصر، شام اور عراق

17-طولونی (254-92/868-905)

مصر اور سیریا (شام)

254/868	احمد بن طولون
270/884	خمارویہ
282/896	جیش
283/896	ہارون
292/905	شیبان

خلافتی جرنیل محمد بن سلیمان کے ہاتھوں فتح

طولونی مصر اور شام (سیریا) کی اس پہلی مقامی سلطنت کی نمائندگی کرتے ہیں جس نے بغداد سے خود مختاری حاصل کی۔ احمد بن طولون (مطلب چاند) ایک ترک سپاہی تھا جس کے باپ کو نویں صدی کے آغاز میں جزیہ میں بخارا بھیجا گیا تھا۔ پہلے احمد عباسی گورنر کے نائب کی حیثیت میں مصر آیا، لیکن بعد میں بذات خود گورنری حاصل کر لی اور اپنی طاقت کو فلسطین اور شام تک بھی وسیع کر لیا۔ اس کی اولوالعزمی کو خلیفہ مامون کے بھائی موفق ......خلیفہ المعتمد کا بھائی اور خلافت میں اصل حکمران......کی زیریں عراق کے زنج باغیوں کے ساتھ مصروفیت کی وجہ سے بھی معاونت ملی۔ احمد کے بیٹے خمارویہ کے دور میں طولونیوں کی قسمت کا ستارہ بدستور عروج پر رہا۔ نئے خلیفہ المعتضد نے 279/892 میں اقتدار سنبھالنے پر خمارویہ اور اس کے ورثأ کو سالانہ تین لاکھ خراج کے عوض تیس برس کے لیے مصر، شام (تارس پہاڑوں تک) اور الجزیرہ (یعنی شمالی میسوپوٹیمیا) دے دیا۔ بعد میں معاہدے میں ترمیم کر کے اسے طولونی کے لیے کم قابل قبول بنا دیا گیا، لیکن 282/896 میں خمارویہ کی موت سے پہلے تک سلطنت کا تانا بانا قائم رہا، لیکن اس کے بعد خمارویہ کی بے پناہ

زیادتیوں کی وجہ سے اب اس میں دراڑیں پڑنا شروع ہوگئیں۔ شامی صحرا کے قرامطی مذہبی فرقہ پرستوں کو قابو میں رکھنے میں طولونیوں کی نااہلی کے باعث خلیفہ کو ایک فوج بھیجنا پڑی جس نے شام کو فتح کیا اور اس کے بعد طولونی صدر مقام یعنی پرانا قاہرہ قبضے میں کرلیا، اور خاندان کے باقی ماندہ ارکان کو بغداد لیجایا گیا۔

مصری مورخین کی نظر میں طولونیوں کا عہد سنہری دور تھا۔ احمد نے بہت بڑی غلام فوج کے بل بوتے پر اقتدار قائم رکھا۔ اس فوج میں ترکوں، یونانیوں اور کالے نیوبیوں کی اکثریت تھی، لیکن حکومتی بدعنوانیوں کو ختم کر کے مصریوں پر بعد ازاں پیش آنے والا مالیاتی بوجھ کم کیا گیا۔ صرف ایک خمارویہ کے عہد میں ہی فوج کے درمیان انتظامی گڑبڑ اور سرکشی دیکھنے میں آئی۔ چونکہ شام کو مصر سے براستہ سمندر قبضے میں رکھنا بہترین تھا اس لیے احمد نے ایک مضبوط بحری بیڑا بھی بنایا۔ اس نے اپنے دارالحکومت پرانے قاہرہ میں بہت سی تعمیرات کیں، وہاں عسکری ہیڈ کوارٹر القطائع قائم کیا اور عمرو بن العاص کی مسجد میں جگہ تنگ پڑنے کے باعث نماز سے محروم رہ جانے والے فوجیوں کے لیے اپنی مشہور مسجد تعمیر کی۔

18-اخشیدی (323-58/935-69)

مصر اور شام

323/935	محمد بن طغج الاخشی
334/946	اُنُوجور (اونُغُور)
349/961	علی
355/966	کافور، اصل میں علی کا گورنر تھا
357-8/968-9	احمد

فاطمی سپہ سالار جوہر کی فتح مصر

محمد بن طغج کا تعلق ایک ترک فوجی گھرانے سے تھا جو عباسی عہد میں دو پشتوں تک خدمات سر انجام دے چکا تھا۔ اسے 323/935 میں مصر کا گورنر تعینات کیا گیا اور خلیفہ الراضی نے اسے

اخشید کا خطاب دیا۔اس خطاب کے لفظی مطلب کے بارے میں عرب حوالے اتنے واضح نہیں، لیکن لگتا ہے کہ محمد بن طغج جانتا تھا کہ یہ اس کے آبا و اجداد کے وسطی ایشیائی وطن میں ایک پروقار خطاب تھا۔(یہ درحقیقت ایک ایرانی خطاب ہے جس کا مطلب بادشاہ یا حکمران ہے۔سوگڈیا اور فرغانہ کے ایرانی حکمرانوں نے بھی یہ خطاب اختیار کیا۔)محمد بن طغج نے خلیفہ کے امیر الامرا محمد بن رائق کے خلاف اپنا دفاع کیا اور شام میں حمدانیوں کی مخالفت کے باوجود دمشق پر قبضہ قائم رکھا۔تاہم اس کے دو بیٹوں کی حیثیت کٹھ پتلیوں جیسی تھی اور اصل طاقت اس کے نیوبیائی غلام کافور کے پاس رہی جسے اس نے اپنی موت سے ذرا پہلے اپنے بیٹوں کا نائب السلطنت مقرر کیا تھا۔355/966 میں علی کی وفات پر کافور اقتدار کا مکمل مالک بن گیا۔اس بات کا سہرا کافور کے سر ہی بندھتا ہے کہ اس نے نیوبیائی ساحل کے ساتھ ساتھ فاطمیوں کی پیش قدمی کو روکا حمادیوں کو شمالی افریقہ میں ہی محدود رکھا؛ 357/968 میں اس کی وفات کے بعد ہی محمد بن طغج کے ایک کمزور اور ہوس پرست پوتے کو اقتدار ملا اور وہ جلد ہی فاطمی حملے کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔کافور کو ادب اور فنون لطیفہ کا لبرل سرپرست خیال کیا جاتا ہے،اور شاعر المتنبی نے اسی کے دربار میں کچھ وقت گذارا تھا۔

19-فاطمی (297-567/909-1171)

شمالی افریقہ اور اس کے بعد مصر اور شام

داعی ابوعبداللہ الشیعی نے اس کے شروع کیے ہوئے کاموں کو 298/910 میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا

297/907	عبیداللہ المہدی
322/934	القائم
334/946	المنصور
341/953	المعزّ
365/975	العزیز
386/996	الحاکم

411/1021	الظاہر
427/1036	المستنصر
487/1094	المستعلی
495/1101	العامر
524/1130	وقفہ؛ الحافظ کی بطور گورنر حکومت، لیکن ابھی بطور خلیفہ نہیں۔
525/1131	الحافظ
544/1149	الظاہر
549/1154	الفائز
555-67/1160-71	العاضید

ایوبی فتوحات

فاطمی حضرت علیؓ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور ان کے نام کی وجہ تسمیہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ ہیں۔ لیکن سنی مخالفین عموماً انھیں عبیدیون یعنی عبید اللہ المہدی کی نسل قرار دیتے اور حضرت علیؓ کے ساتھ ان کے کسی بھی تعلق کو واضح طور پر مسترد کرتے ہیں۔ کچھ ہم عصر مخالفین نے تو یہ الزام تک لگا دیا کہ فاطمی یہودی النسل ہیں (یاد رہے کہ قرون وسطیٰ کے اسلام میں یہ الزام عائد کرنا عام بات تھی)۔ ساتویں امام اسماعیل کے ساتھ ان کا تعلق کبھی بھی واضح نہیں ہو سکا، لیکن یہ بات واضح ہے کہ فاطمی خلافت اسماعیلی انقلابی شیعی تحریک کی نہایت پائیدار سیاسی کامیابی کی نمائندگی کرتی ہے۔

پہلا فاطمی خلیفہ عبید اللہ شام سے شمالی افریقہ آیا، جہاں شیعی پراپیگنڈہ پہلے ہی اس کے لیے راہ ہموار کر چکا تھا۔ غیر فعال کیتاما بربروں کی معاونت سے اس نے افریقیہ کے اغلابی گورنر اور تاہرت کے خارجی رستمیوں کا تختہ الٹا اور فیز کے ادریسیوں کو اپنا باجگزار بنالیا۔ سسلی پر قبضہ ہوا اور بازنطینیوں کے خلاف بحری آپریشن شروع کیا گیا۔ افریقیہ میں المہدیہ بیس سے فاطمیوں نے مشرق میں مزید پیش قدمی کے لیے مال واسباب جمع کیے اور 358/969 میں ان کا جرنیل جوہر

پرانے قاہرہ میں داخل ہوا اور آخری اخشیدی کو معزول کیا۔ افریقیہ میں المہدیہ کے ساتھ انھوں نے جو کچھ کیا تھا اسی طرح یہاں بھی مصر کے لیے اپنا ایک نیا دارالحکومت بنانے کا آغاز کیا......یعنی القاہرہ جس کا مطلب فاتح ہے۔

فاطمی مصر سے فلسطین اور شام تک گئے اور حجاز میں مقدس مقامات کی تولیت سنبھال لی۔ المستنصر کے طویل عہد حکومت کے دوران (427-87/1036-94) وہ اپنے اقتدار کے بام عروج پر پہنچے۔ ابتداً میں یونانیوں کے ساتھ شام کے مسئلے پر جھڑپیں ہونے کے بعد خلفاً اور بازنطین کے تعلقات عموماً خوش گوار ہی رہے؛ بعدازاں یارہویں صدی میں شام اور اناطولیہ میں سلجوقوں اور ترکمان مہم پسندوں کی جانب سے مشترکہ خطرے کے باعث فاطمیوں کے اسماعیلی داعی یا مبلغ یمن اور سندھ تک بھی گئے، اور 451/1059 میں بغداد میں کچھ عرصہ کے لیے المستنصر کے نام پر مقبوضہ رہا۔ صدی کے اختتام پر پہلی صلیبی جنگ فاطمیوں سے زیادہ شام کے ترک حکمرانوں کے لیے تشویش ناک تھی، کیونکہ تب تک وہ فلسطین میں ایسکالون کے شمال میں کسی علاقے کے بھی مالک نہ تھے۔ کچھ مسلمان مورخین نے الزام عائد کیا ہے کہ فاطمیوں نے فرانکوں کو لینڈ کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی، لیکن یہ بات خلاف قیاس ہے۔ بارھویں صدی کے وسط میں فاطمی وزیروں نے حلب (الیپو) کے نورالدین زنگی اور دمشق کو صلیبیوں کے خلاف مدد دی تھی، لیکن پھر بھی ان کے آگے ایسکالون ہار گئے (548/1153)۔ کچھ ہی عرصہ بعد فاطمی سلطنت اندر سے متزلزل ہونے لگی؛ اب خلفاً اپنی زیادہ تر طاقت سے محروم ہو چکے تھے، اور وزرأ نے زیادہ تر انتظامی اور عسکری قیادت سنبھال لی۔ چنانچہ صلاح الدین کے لیے 567/1171 میں آخری خلیفہ کے مرتے ہی فاطمی حکومت کا مکمل طور پر خاتمہ کر دینا ہرگز مشکل نہ تھا۔

فاطمیوں نے عباسیوں کے ساتھ رقابت میں خود کو حقیقی خلیفہ اعلان کیا تھا، تاہم ان کے محکومین کی اکثریت سنی ہی رہی اور انھیں کافی مذہبی آزادی حاصل تھی۔ قاہرہ کے الازہر کالج میں تربیت پانے والے متعدد داعی فاطمی اقلیم سے باہر بھی کام کرنے گئے۔ ماسوائے پہلے غیر متوازن خلیفہ الحاکم کے عہد کے نصف اول کے، یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ نسبتاً بہتر سلوک ہوا، اور ان میں سے کچھ تو اعلی ریاستی عہدوں پر بھی فائز رہے۔ الحاکم کے عہد حکومت کے دوران ہی جنوبی

شام اور لبنان میں Druzes کی انتہا پسند شیعی تحریک پیدا ہوئی۔ تحریک کے بانی داعی الدرزی کو الحاکم کی آشیر باد حاصل ہونے کی وجہ سے Druzes خلیفہ کو خدا کے اوتار کے طور پر احترام دینے لگا۔ المستنصر کی وفات پر اسماعیلی تحریک میں کوئی سنگین پھوٹ موجود نہ تھی، دو فرقے ان کے دو بیٹوں نزار اور مستعلی کے پیروکار تھے۔ اول الذکر فرقہ نسبتاً زیادہ متحرک اور انتہا پسند تھا، جس کے پیروکار شام اور فارس کے اسماعیلی بنے؛ جبکہ مستعلی کے کچھ حد تک معتدل پیروکار ممبئی کی موجودہ بوہرہ اسماعیلی برادری کے آبا و اجداد ہیں۔ المستعلی نے خلافت برقرار رکھی، لیکن فاطمی تحریک کی روحانی بنیاد کچھ حد تک ہل چکی تھی، بالخصوص 525/1130 میں العامر کی وفات پر پیدا ہونے والے مذہبی-سیاسی بحران کے باعث۔

فاطمی عہد میں مصر اور قاہرہ نے معاشی خوشحالی اور ثقافتی رنگارنگی دیکھی جس نے معاصر عراق اور بغداد کی ثقافتی بوقلمونی کو بھی گہنا دیا۔ ہندوستان اور ابیض المتوسط کے عیسائی ممالک سمیت غیر اسلامی دنیا کے ساتھ تجارتی رابطے بنائے گئے؛ تجارتی سرگرمی میں یہودی ایک اہم کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ اس دور میں بھی اسلامی فنون کی کچھ عمدہ ترین مصنوعات مصر کے کارخانوں میں ہی پیدا ہوتی تھیں۔

20-حمدانی (293-394/905-1004)

الجزیرہ اور شام

1-موصل شاخ

293/905	ابوالہائجہ عبداللہ (خلیفہ کی جانب سے موصل کا گورنر
317/929	ناصر الدولہ حسن
358/969	عدو الدولہ ابوتغلب
369/979	بیوئی فتح

379-89/981-91	ابراہیم، الحسین (بویئوں نے انھیں مشترکہ حکمرانوں کے طور پر بحال کیا)۔

2-الیپو (حلب) شاخ

333/945	سیف الدولہ علی اول
356/967	سعد الدولہ شریف اول
381/991	سعد الدولہ سعید
392/1002	علی دوم
394/1004	شریف دوم

غلام سپہ سالار لُولُو نے اقتدار پر قبضہ کر لیا، اور پھر فاطمیوں کی فتح

حمدانیوں کا تعلق عرب قبیلے تغلب سے تھا اور وہ طویل عرصہ سے الجزیرہ میں آباد تھے (اگرچہ کچھ ذرائع دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ محض تغلب کے موالی تھے)۔ خاندان کے مقدر کا بانی حمدان بن حمدون نویں صدی کے اواخر میں خلافتی حاکمیت کے خلاف بغاوت میں الجزیرہ کے خارجیوں کا حلیف نظر آتا ہے۔ بعد میں حمدانیوں نے شیعی عقیدہ اختیار کر لیا جو شامی ساحلی پٹیوں پر آباد زیادہ تر اعراب کا عقیدہ تھا۔ تاہم حمدان کا بیٹا الحسین عباسیوں کی خدمت میں ایک کمانڈر بنا اور شامی صحرا کے قرامطیوں کے خلاف لڑائی میں خود کو ممتاز کیا۔ ایک اور بیٹا ابوالہیجا عبداللہ 293/905 میں موسل کا گورنر تعینات ہوا، اور عبداللہ کا بیٹا الحسن انجام کار وہاں ناصر الدولہ کے طور پر تخت نشین ہوا۔ اس نے ایک خود مختار حکمران کی حیثیت میں اپنی حاکمیت کو مغرب میں حمدانیوں کے اصل مرکز دیار ربیع سے لے کر شام تک وسیع کر لیا۔ الحسن کا بیٹا ابوتغلب (المعروف بہ الغضنفر) کافی بدقسمت رہا کیونکہ اسے عظیم بویئی امیر عضدالدولہ کا عین اس دور میں سامنا کرنا پڑا جب موخر الذکر کا اقتدار اپنے بام عروج پر تھا۔ عضدالدولہ نے شمال کی جانب پیش قدمی کی اور ابوتغلب کو بے دخل کیا جو بھاگ کر مدد لینے کے لیے فاطمیوں کے پاس چلا گیا مگر مدد نہ مل سکی۔ بعدازاں بویئیوں نے موسل میں اس کے دو بھائیوں کو بحال کر دیا اور وہ کچھ عرصہ تک وہاں حکومت کرتے رہے، حتیٰ کہ عرب امراء کے ایک اور خاندان، عقیلیوں نے شہر کو فتح کر لیا۔

بایں ہمہ، حمدانی اب بھی شام میں زمینوں کے مالک تھے جہاں ابوتغلب کا چچا، مشہور سیف الدولہ حکومت کر رہا تھا، جس نے حلب، حمص اور اکشیدیوں کے دیگر قصبوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ شام میں حمدانیوں کی حکومت قائم ہونے کے دور میں ہی پرعزم مقدونیائی شہنشاہوں کی قیادت میں بازنطینی مقدر بھی جاگ رہا تھا، اور سیف الدولہ کی زیادہ تر عرصۂ حکومت اپنی زمینوں کو یونانیوں سے بچانے میں ہی گذرا۔ اس کا بیٹا سعد الدولہ یونانیوں کو شام پر متعدد بار حملے کرنے اور عارضی طور پر حلب و حمص پر قبضہ کرنے سے باز نہ رکھ سکا، حالانکہ یہ علاقے حمدانیوں کے باجگزار تھے۔ نیز، جنوبی شام میں فاطمیوں کی توسیع پسندانہ پالیسیوں کی صورت میں ایک اور خطرہ پیدا ہوا۔ آخر کار سعد الدولہ کا بیٹا سعید الدولہ مارا گیا، (غالباً اپنے غلام جرنیل لولو کی سازش سے، جو قبل ازیں حمدانیوں کے دو بیٹوں کے لیے نائب السلطنت کے طور پر حکومت کر چکا تھا، لیکن بعد میں آزادانہ طور پر فاطمیوں کے غلام کے طور پر اقتدار سنبھال کیا۔

حمدانیوں نے عربی ادب کے شاندار سرپرستوں کے طور پر شہرت حاصل کی۔ سب سے بڑھ کر سیف الدولہ نے شاعر المتنبی کی حوصلہ افزائی کی۔ تاہم متعدد تجارتی مراکز پر مشتمل ایک خوش حال خطے کے حکمران بن جانے کے باوجود حمدانیوں میں بدوؤں والی غیر ذمہ داری اور غارت گری ہنوز باقی تھی۔ شام اور الجزیرہ نے جنگی لوٹ مار کا سامنا کیا، لیکن جغرافیہ دان ابن الحوقل بتاتا ہے کہ امیروں کی زیادتیوں نے بداعتمادی کی فضا پیدا کر دی تھی۔

21-مزیدی (اندازاً 350-545/961-1150)

حلال اور وسطی عراق

اندازاً 350/961	شنأ الدولہ علی بن مزید
408/1018	نور الدولہ دبیز اول
474/1081	بہاؤ الدولہ منصور
479/1086	سیف الدولہ صادق اول
501/1108	نور الدولہ دبیس دوم

529/1135 سیف الدولہ صادق دوم

532/1138 محمد

540-5/1145-50 علی دوم

سلجوق فوجوں کی تسخیر

مزیدیوں کا تعلق قبیلہ اسد سے تھا اور وہ شیعوں کے ساتھ گہری ہمدردی رکھتے تھے۔ خاندان نے ہیت اور کوفہ کے درمیانی خطے میں اس وقت قبضہ کیا جب بیوئی امیر معز الدولہ نے تقریباً 345/956 اور 352/963 کے درمیان انھیں وہ زمینیں تفویض کیں۔ علی بن مزید کی حکومت کے آغاز کو ابتدائی گیارھویں صدی کا ہی تصور کرنا چاہیے۔ یہ بھی لگتا ہے کہ مزیدی دارالحکومت حلہ گیارھویں صدی کی ابتدا میں ہی ایک مستقل آبادی بن چکا تھا۔ عظیم صدقا اول بن منصور کے دور میں شہر کے گرد ایک مضبوط دیوار بنائی گئی اور یہ عراق میں مزیدی اقتدار کا طاقتور مرکز بن گیا۔

مزیدیوں نے اپنے بدو ہونے کے باوجود خود کو ماہر منتظم اور سفارتکار ثابت کیا اور سلجوق عہد کے عراق میں بدلتے ہوئے اتحادوں میں ایک نمایاں طاقت بن گئے۔ ان کے ابتدائی دشمن موسل اور الجزیرہ کے عقیلی تھے جنھوں نے دُبیس اول بن علی کے دورِ حکومت میں دُبیس کے بھائی مقلد کو تاج و تخت حاصل کرنے میں مدد دی تھی۔ جب طغرل اور سلجوق عراق میں نمودار ہوئے تو دُبیس کو ترک حملہ آوروں کی جانب سے خطرہ لاحق ہوا اور اس نے بغداد میں فاطمیوں کے حامی شیعی جرنیل ارسلان بساسیری کی حمایت کر دی۔ سلجوق برک یروق کے کٹھن دورِ حکومت میں صدقا اول (نام نہاد ''عربوں کا بادشاہ'') نے زبردست اثر و رسوخ حاصل کر لیا، لیکن ایک مرتبہ جب سلطان محمد بن ملک شاہ نے اقتدار پر مضبوطی سے قبضہ جما لیا تو اپنے حد سے زیادہ طاقتور غلام کی جانب متوجہ ہوا، اور 501/1108 میں صدقا کو جنگ میں شکست دی اور مار ڈالا۔ بعد کے مزیدیوں نے سلطان مسعود بن محمد کے خلاف مختلف ترک امیروں کے ساتھ اتحاد کیا اور سلجوق اور خلافتی افواج نے متعدد مواقع پر حلہ پر قبضہ حاصل کیا۔ صدقا کے بیٹے دُبیس دوم نے صلیبیوں میں بہت شہرت کمائی، اور وہ اپنے عہد کے عربی شعرا کا بہت بڑا سرپرست تھا، لیکن اساسینوں میں سے ایک نے اسے بھی خلافتی مسترشد کے ساتھ ہی قتل کر ڈالا۔ آخری مزیدی علی دوم بن دُبیس نے 545/1150 میں

وفات پائی تو مسعود نے حلہ اپنے ایک جرنیل کو دے دیا، اور چند برسوں بعد آنے والی خلافتی فوج نے حلہ میں مزید افواج اور حمایتیوں کو منتشر کر دیا۔

22-مروانی (372-478/983-1085)

دیار بکر

؟	بادھ
380/990	الحسن ابن مروان
387/997	ممحد الدولہ سعید
401/1011	نصر الدولہ احمد یا محمد ابن مروان
453/1061	نظام الدولہ نصر (میافارقین میں اور اس کے بعد 455/1063 میں آمید میں)
453/1061	سعید (آمید میں 455/1063 تک)
472-8/1079-85	منصور

سلجوق فتح

دیار بکر، خلاط اور ملاز گرد کے مروانی کرد النسل تھے۔ ان کا بانی بادھ ایک کرد سردار تھا جس نے آرمینیا اور کردستان کی سرحد پر کچھ اہم قلعوں پر قبضہ کر لیا؛ 372/983 میں عدود الدولہ کی وفات کے بعد جب بیوئیوں کی سلطنت کمزور ہوئی تو اس نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ وقت کے لیے موسل کو اپنے تسلط میں رکھا اور حتیٰ کہ 373/983 میں بغداد کے لیے بھی خطرہ بن گیا۔ اس کے بھتیجے ابن مروان (ناصر الدولہ) نے پچاس سال سے زائد عرصہ تک حکومت کی اور مروانی اقتدار کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ عراق اور شام کے شمال اور اناطولیہ سے آنے والے تجارتی راستوں پر واقع ہونے کی وجہ سے اہم دیار بکر پر قابض ہونے کا مطلب تھا کہ ابن مروان کو اپنے طاقت ور پڑوسیوں (جو اس اہم علاقے پر تسلط جمانے کے لیے کوشاں تھے) کے درمیان زندہ رہنے کے لیے ایک ماہرانہ سفارتی پالیسی کی ضرورت تھی۔ اس نے ابتدا میں ہی عباسی خلیفہ کو تسلیم

کرلیا، لیکن شمالی شام میں اس کے فاطمی پڑوسی بھی موجود تھے، اور دیار بکر میں فاطمی ثقافتی اثر بہت زیادہ تھا۔ کچھ عرصہ تک اسے موسل کے عقیلیوں کو خراج دینا پڑا اور 421/1030 میں نصیبین بھی انھیں دے دیا۔ بازنطینیوں کے ساتھ اس کے تعلقات پرامن تھے، اور شہنشاہ کانسٹنٹائن دہم نے جارجیائی بادشاہ لپارت کو سلجوق سلطان طغرل کی قید سے چھڑانے کے لیے ابن مروان کے حکام کو استعمال کیا۔ اوغوز خانہ بدوشوں اور ان کے ریوڑوں کو 433/1041-42 میں دیار بکر سے نکال باہر کیا گیا، اور خود طغرل 448/1056 تک (جب ابن مروان نے اسے سرپرست کے طور پر قبول کیا) وہاں ظاہر نہ ہو۔ داخلی لحاظ سے آمید، میافارقین، اور حصن کیفا کے قصبات نے کافی خوش حالی کے دن دیکھے اور وہاں ثقافتی زندگی کو فروغ حاصل ہوا؛ میافارقین کا مقامی مورخ ابن الازرق بتاتا ہے کہ کس طرح ابن مروان نے ٹیکس کم کیے اور بہت سے عوامی فلاح کے کارنامے سرانجام دیے۔

453/1061 میں اس کی وفات پر اس کے علاقے دو بیٹوں نصر اور سعید میں تقسیم کیے گئے، لیکن اب مروانی طاقت گہنا گئی تھی۔ خلافتی وزیر فخر الدولہ بن جاہیر (جو قبل ازیں ابن مروان کی خدمت کر چکا تھا) کی ہوس پرستی کو مہمیز ملی، اگرچہ مروانیوں نے سلجوقوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ فخر الدولہ اور اس کے بیٹے عمید الدولہ نے 478/1085 میں سلطان ملک شاہ سے اجازت حاصل کر لی کہ وہ سلجوق فوج لے کر مروانی علاقے پر حملہ کریں۔ شدید لڑائی کے بعد انھوں نے فتح حاصل کی اور مروانی علاقوں کو سلجوق سلطنت میں شامل کر لیا۔ آخری مروانی حکمران منصور 489/1096 تک جزیرۃ ابن عمر کے پاس رہا۔ لیکن آنے والی صدیوں میں دیار بکر ترک سلطنتوں کے ماتحت ہی رہا۔

23- عقیلی (اندازاً 380-489/990-1096)

الجزیرہ، عراق اور شمالی شام

1- جزیرۃ ابن عمر، نصیبین اور بلد کی نسل

اندازاً 380/390 محمد

386/996	جناح الدولہ علی
390/1000	سنان الدولہ الحسن
393/1003	نورالدولہ مصعب

2- موسل میں اور بعدازاں جزیرۃ ابن عمر، نصیبین اور بلد کی نسل

اندازاً 382/992	محمد
386/996	حسام الدولہ المقلد
391/1001	معتمد الدولہ قرواش
442/1050	ضعیم الدولہ برکہ
443/1052	عالم الدین قریش
453/1061	شرف الدولہ مسلم
478/1085	ابراہیم
486-9/1093-6	علی
	سلجوق تتش کی تسخیر

3- تکریت میں معن بن المقلد کی نسل

؟	رافع
427/1036	خمیس
435/1044	ابوغشام
444/1052	عیسیٰ
448/1056	نصر
449-?/1057-?	ابوالغنائم، عیسیٰ کی بیوہ کا مقرر کردہ گورنر

4- عانااور الحدیثہ، قلعت جعبر، عکبرہ اور ہیت میں چھوٹی موٹی شاخیں۔

عقیلیوں کا تعلق عظیم بدوقبائلی گروہ عامر بن صعصعہ سے تھا جس میں زیریں عراق کے خفاج اور منتفق بھی شامل تھے۔ موسل میں آخری حمدانیوں کے انحطاط کے ساتھ یہ شہر عقیلی محمد کے قبضے

میں آ گیا جس نے اسے بیوئی بہاٗ الدولہ کی برائے نام نیابت میں اپنے پاس ہی رکھا۔محمد کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں کے درمیان حصول اقتدار کے لیے لڑائی ہونے لگی، لیکن موسل اور دیگر عقیلی قصبات اور الجزیرہ میں قلعے انجام کار قرواش بن المقلد کے پاس آ گئے۔قرواش کا اصل مسئلہ اپنے علاقوں کو گیارھویں صدی کے تیسرے اور چوتھے عشروں کے دوران مغربی فارس اور عراق کے اوغوز حملہ آوروں سے محفوظ رکھنا تھا۔اور اس دفاع کے لیے عراق میں ایک اور خطرے سے دوچار طاقت یعنی مزٗیدیوں کے ساتھ اتحاد کرنا لازمی تھا۔

مسلم بن قریش کے دور میں عقیلی سلطنت بغداد سے لے کر حلب تک وسعت اختیار کر گئی۔ شیعی ہونے کے ناطے مسلم بن قریش کا جھکاؤ سلجوقوں کے خلاف فاطمیوں کی مدد کرنے کی جانب تھا، لیکن اس نے شمالی شام میں مرداسی علاقے حاصل کرنے کی خاطر سلطان الپ ارسلان خان اور ملک شاہ کے ساتھ اتحاد کر لیا۔لیکن فاطمیوں کی جانب دوبارہ رخ کرنے کے نتیجہ میں سلجوق افواج موسل میں آ گئیں اور مسلم کو آمید سے بھاگ کر حلب جانے پر مجبور کیا جہاں وہ سلجوق باغی سلیمان بن قتلمش کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا (478/1085)۔عقیلی موسل میں گورنروں کی حیثیت میں بدستور موجود رہے، حتیٰ کہ تُتش نے ان کا خاتمہ کر دیا۔لیکن کچھ دیگر عقیلی الجزیرہ میں مقامی جاگیردار بن گئے، رقہ اور قلعت جعبر والی شاخ 564/1169 تک موجود رہی جنھیں نورالدین زنگی نے شکست دی۔

لگتا ہے کہ عقیلی مکمل طور پر ایک غارت گر بدوی سلطنت نہیں تھے، بلکہ انھوں نے اپنے علاقوں کی عباسی انتظامیہ میں کچھ معیاری خصوصیات متعارف کروائی تھیں؛ ذکر ملتا ہے کہ مسلم بن قریش نے ہر گاؤں میں ایک پوسٹ ماسٹر یا مقام انٹیلی جنس افسر (صاحب الخبر)تعینات کیا ہوا تھا۔عقیلیوں اور ان کے کچھ ہی عرصہ بعد مزٗیدیوں کے خاتمے سے ایک دور کا اختتام ہوا جس میں عرب امرأ نے عراق اور شام کے وسیع علاقوں پر حکومت قائم رکھی اور خود کو فاطمیوں، بیوئیوں اور سلجوقوں کی عظیم طاقتوں کے درمیان قائم رکھا۔ان امرأ کی شیعوں کے ساتھ ہمدردیاں اور مغرب میں دیار بکر اور اناطولیہ پر آ کر ختم ہونے والے تجارتی رستوں پر ان کی اہم حیثیت نے انھیں ناگزیر طور پر توسیع پسند سلجوقوں کے خلاف کر دیا۔تب کے بعد عراق، الجزیرہ اور شام میں سیاسی اور عسکری قیادت تقریباً ہمیشہ ہی ترکوں کے ہاتھ میں رہی۔

24۔مرداسی (414-72/1023-79)

حلب اور شمالی شام

414/1023	اسدالدولہ صالح بن مرداس
420/1029	شبل الدولہ نصر اول
429/1038	فاطمی فتوحات
433/1041	معزالدولہ ثمال، پہلا دور حکومت
449/1057	فاطمی قبضہ
452/1060	رشیدالدولہ محمود، پہلا دور حکومت
453/1061	ثمال، دوسرا دور حکومت
454/1062	عطیہ (رکہ میں 463/1071 تک)
457/1065	محمود، دوسرا دور حکومت
466/1074	جلال الدولہ نصر دوم
468-72/1076-9	سابق

عقیلی قبضہ

مرداسی کلاب کے شمالی عرب قبیلے کا ایک حصہ تھے جو یارھویں صدی کے آغاز میں عراق کے حلہ خطے سے شمال کی جانب ہجرت کر کے حلب چلے گئے۔ ان کے رہنما صالح بن میرداس نے 414/1023 میں حلب پر قبضہ کیا تھا۔ چنانچہ مرداسی ہجرت بدوؤں (جن میں سے زیادہ تر کا تعلق شیعی عقائد سے تھا) کے عمومی رجحان کا ایک حصہ تھی۔ وہ دسویں اور یارھویں صدی کے آغاز میں عراق کی بیرونی آبادیوں سے شام کی جانب جارہے تھے۔ ممکن ہے کہ قرامطی تحریک کے باعث شامی صحرا میں پیدا ہونے والی صورت حال نے اس ہجرت کو تحریک دی ہو۔

حلب میں قدم مضبوط کر لینے کے بعد صالح اور اس کے بیٹوں نصر اور ثمال کو ایک طرف شمالی شام کے حکمران فاطمیوں، جبکہ دوسری طرف شورش انگیز بازنطینیوں سے خود کو محفوظ بنانا تھا۔ چار برس تک حلب پر دمشق کے فاطمی گورنر انوشگین (429-33/1038-41) کا تسلط قائم رہا؛ اور

شمال کو 449/1057 میں دوسری مرتبہ حلب چھوڑ کر اس کے بدلے میں Acre، بیروت اور جبیل لینا پڑا کیونکہ کلابی قبائلی حلب میں اس کی حیثیت پر معترض تھے۔ سلجوقوں کا مغرب کی سمت میں بڑھنا، ترکمان خانہ بدوشوں کی شمالی شام میں آمد اور وہاں فاطمی طاقت کا انحطاط مرداسیوں کو ایک نئی صورت حال سے دوچار کر رہا تھا۔ محمود بن نصر نے سلجوق سلطان الپ ارسلان کے سامنے اظہار اطاعت کی خاطر فاطمیوں کی بجائے سُنی عباسیوں کے ساتھ الحاق کر لیا۔ بعد ازاں مرداسیوں کے ترک کرائے کے سپاہیوں اور کلاب قبائلیوں کے درمیان جھگڑوں نے حلب میں مرداسی حاکمیت کی جڑیں کھوکھلی کیں، اور 468/1076 میں دو مرداسی بھائیوں سابق اور وثاب کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی۔ شام میں اپنے لیے ایک جاگیر حاصل کرنے کے خواہشمند تُتش کی جانب سے حلب پر دباؤ کے باعث سابق کو 472/1079 میں شہر کو عقیلی مسلم بن قریش کے حوالے کرنا پڑا۔ مرداسی خاندان کے زندہ بچنے والے ارکان کو شام میں مختلف قصبات بطور عطیہ دیے گئے۔

25-ایوبی (پندرھویں صدی کا آخر-1169/نویں صدی کا آخر-564)

مصر، شام، دیار بکر، یمن

1-مصر میں

564/1169	الملک الناصر اول صلاح الدین (سلادین)
589/1193	الملک العزیز عماد الدین
595/1198	الملک المنصور ناصر الدین
596/1200	الملک العادل اول سیف الدین
615/1218	الملک الکامل اول ناصر الدین
635/1238	الملک العادل دوم سیف الدین
637/1240	الملک الصالح نجم الدین ایوب
647/1249	الملک المعظم توران شاہ

648-50/1250-52	الملک الاشرف دوم مظفر الدین
	بحری مملوک
	2- دمشق میں
582/1186	الملک الافضال نور الدین علی
592/1196	الملک العادل اول سیف الدین
615/1218	الملک المعظم شرف الدین
624/1227	الملک الناصر صلاح الدین داؤد
626/1229	الملک الاشرف اول مظفر الدین
635/1237	الملک الصالح عماد الدین، پہلا دور حکومت
635/1238	الملک الکامل اول ناصر الدین
635/1238	الملک العادل دوم سیف الدین
636/1239	الملک الصالح نجم الدین ایوب، پہلا دور حکومت
637/1239	الملک الصالح عماد الدین، دوسرا دور حکومت
643/1245	الملک الصالح نجم الدین ایوب، دوسرا دور حکومت
647/1249	الملک المعظم توران شاہ (مصر کے ساتھ)
648-58/1250-60	الملک الناصر دوم صلاح الدین
	منگول فتوحات
	3- حلب میں
579/1183	الملک العادل اول سیف الدین
582/1186	الملک الظاہر غیاث الدین
613/1216	الملک العزیز غیاث الدین
634-58/1237-60	الملک الناصر دوم صلاح الدین
	منگول فتوحات

4-دیار بکر (میافارقین اور جبل سنجار)

581/1185	الملک الناصر اول صلاح الدین
591/1195	الملک العادل اول سیف الدین
596/1200	الملک الاوحد نجم الدین ایوب
607/1210	الملک الاشرف اول مظفر الدین
617/1220	الملک المظفر شہاب الدین
642-58/1244-60	الملک الکامل دوم ناصر الدین

منگول فتوحات

5-دیار بکر (حصن کیفا اور آمید)

629/1232	الملک الصالح نجم الدین ایوب
636/1239	الملک المعظم توران شاہ
647/1249	الملک الموحد تقی الدین
682/1283	الملک الکامل سوم محمد
?	الملک العادل مجیر الدین
?	الملک العادل شہاب الدین
?	الملک الصالح ابو بکر
780/1378	الملک العادل فخر الدین
?	الملک الاشرف شرف الدین
836/1433	الملک الصالح صلاح الدین
856/1452	الملک الکامل چہارم احمد
	الملک العادل خلف
866/1462	خلیل (؟)
?	سلیمان

?	الحسین

اق قویونلو (Aq Qoyunlu) کی فتح

6- یمن

569/1174	الملک المعظم شمس الدین توران شاہ
577/1181	الملک العزیز الظاہر الدین تغتجن
593/1197	معز الدین اسماعیل
598/1202	الملک الناصر ایوب
611/1214	الملک المظفر سلیمان
612-26/1215-29	الملک المسعود صلاح الدین

اقتدار پر رسولیوں کا قبضہ

7-بعلبہ حمص، کرک، ہما، بنیاس اور سوبیبا اور بصرہ میں خاندان کی چھوٹی موٹی شاخیں سلطنت کا بانی ایوب کردوں کے ہدھبانی قبیلے سے تھا، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خاندان ترک سپاہیوں کی جانب سے خدمات انجام دینے کی وجہ سے کافی حد تک ترک رنگ میں رنگا گیا تھا۔ موسل اور حلب میں ترک کمانڈر زنگی بن اق سونقر نے کردوں کی ایک بڑی تعداد کر بھرتی کیا جن میں 532/1138 میں ایوب بھی شامل تھا، اور جلد ہی اس کا بھائی شیر گوہ بھی زنگی کے بیٹے نورالدین کی خدمت میں آ گیا۔ 564/1169 میں شیر گوہ مصر پر مقتدر ہو گیا لیکن اسے جلد ہی موت نے آلیا، اور فوجوں نے اس کے بھتیجے صلاح الدین کو اس کا جانشین منتخب کر لیا۔

مشہور و معروف صلاح الدین سلطنت کا حقیقی بانی تھا۔ اس نے مصر میں فاطمی حکومت کے آخری چراغ بھی گل کر دیے اور ان کے سابقہ علاقوں میں ایک زبردست سنی مذہبی و تعلیمی پالیسی نافذ کی۔ پرانے فاطمی علاقوں میں ایوبی فتح نے بنیاد پرست سنی ری ایکشن کو مکمل کیا جو سلجوق عہد کے دوران سابقہ بیوئی علاقوں میں سیاسی شیعہ ازم کو معزول کر چکا تھا۔ صلاح الدین ایوبی کی پالیسی کا ایک پہلو صلیبیوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنا تھا...... ایک ایسی پالیسی جس نے اسلامی جوش و جذبے کو اس کے ماتحت کر دیا اور اسے اس قابل بنایا کہ ترکوں، عربوں اور کردوں کی ایک

مضبوط فوج بنائے۔ 583/1187 میں حطین کی فتح کے ساتھ یروشلم کا مقدس شہر اسّی برس کے بعد ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے پاس آ گیا، اور فرانکوں کو، چاہے عارضی طور پر ہی سہی، چند ایک ساحلی قصبات کے سوا ان کی تمام املاک سے نکال باہر کیا گیا۔

صلاح الدین ایوبی نے 589/1193 میں اپنی وفات سے قبل ایوبی سلطنت کے متعدد حصے، (شام، الجزیرہ اور یمن کے شہروں سمیت) اپنے خاندان کے مختلف افراد کو بطور جاگیر عطا کر دیے۔ پھر بھی خاندانی اتحاد اور مرکزی کنٹرول کا ایک احساس العادل اور الکامل کے دور تک قائم رہا۔ ان دو سلاطین کے عہد میں صلاح الدین کی فعال پالیسی کی جگہ فرانکوں کے ساتھ پرامن تعلقات نے لے لی...... بالخصوص دیار بکر اور الجزیرہ میں شمالی ایوبی رومی سلجوقوں اور خوارزم شاہان کی جانب سے دباؤ کا شکار تھے۔ الکامل کا یروشلم شہر شہنشاہ فریڈرک دوم کو واپس کر دینا اس پالیسی کا نقطہ عروج تھا، اور امن کے دور نے مصر اور شام کو زبردست معاشی فائدے پہنچائے۔ ان میں سے ایک فائدہ میڈی ٹرینیئن کے عیسائیوں کے ساتھ تجارت کی بحالی بھی تھا۔

635/1238 میں الکامل کی وفات کے بعد ایوبی سلطنت داخلی جھگڑوں کا شکار ہو گئی۔ چھٹی صلیبی جنگ لڑی گئی اور اس کے رہنما فرانسیسی بادشاہ سینٹ لوئس کو گرفتار کر لیا گیا، لیکن جلد ہی صالح کی موت کے بعد ترک بحری غلام سپاہیوں نے مصر میں اقتدار پر قبضہ کر لیا، اور ایبک کو پہلے اتابیگ اور پھر 648/1250 میں اپنا سلطان بنا لیا۔ العادل نے 648/1250 میں اپنے نوجوان پوتے المسعود صلاح الدین کو ایک اتابیگ کے ہمراہ یمن پر حکومت کرنے کے لیے بھیجا، لیکن ایوبی وہاں اپنے آپ کو قائم نہ رکھ سکے اور علاقہ ان کے سابق خدمت گاروں، ترک رسولیوں کے پاس چلا گیا۔

بیش تر شمالی ایوبیوں کو منگول اپنے ساتھ بہا لے گئے اور صرف ہَما شاخ ہی اپنی گم نامی اور غیر فعالیت کی وجہ سے 742/1342 تک باقی بچی رہی۔ تاہم دیار بکر میں حصن کیفا کے اردگرد ایک مقامی کُردی جاگیر تیموریوں سے بچ گئی، اور ایوبیوں کے اس سلسلے کا خاتمہ صرف اق قوینلو نے ہی کیا۔

26- مملوک (648-922/1250-1517)

مصر اور شام

1-.بحری سلسلہ(648-792/1250-1390)

648/1250	شجر الدر
648/1250	المعز عز الدین ایبک
655/1257	المنصور نور الدین علی
657/1259	المظفر سیف الدین قطز
658/1260	الظاہر رکن الدین بیبرس اول البند قداری
676/1277	السیف ناصر الدین برکہ (یا برک) خان
678/1280	العادل بدر الدین سلامش
678/1280	المنصور سیف الدین قلاؤن الالفی
689/1290	الاشرف صلاح الدین خلیل
693/1294	الناصر ناصر الدین محمود، پہلا دور حکومت
694/1295	العادل زین الدین کتبغا
696/1297	المنصور حسام الدین لاجین
698/1299	الناصر ناصر الدین محمود، دوسرا دور حکومت
708/1309	المظفر رکن الدین بیبرس دوم اجاشنکیر
709/1309	الناصر ناصر الدین محمود، تیسرا دور حکومت
741/1340	المنصور سیف الدین ابوبکر
742/1341	الاشرف علا الدین کوجوک
743/1342	الناصر شہاب الدین احمد
743/1342	الصالح عماد الدین اسماعیل
746/1345	الکامل سیف الدین شعبان اول
747/1346	المظفر سیف الدین حجاج اول

الناصر ناصر الدین الحسن، پہلا دور حکومت	748/1347
الصالح صلاح الدین صالح	752/1351
الناصر ناصر الدین الحسن، دوسرا دور حکومت	755/1354
المنصور صلاح الدین محمود	762/1361
الاشرف ناصر الدین شعبان دوم	764/1363
المنصور علا الدین علی	778/1376
الصالح صلاح الدین حجاج دوم، پہلا دور حکومت	783/1382
الظاہر سیف الدین برقوق (برجی)	784/1382
حجاج دوم (دوسرا دور حکومت، المظفر یا المنصور کے لقب کے ساتھ)	791/1389

2-بُرجی سلسلہ(784-922/1382-1517)

الظاہر سیف الدین برقوق، پہلا دور حکومت	784/1382
حجاج دوم (دوسرا دور حکومت، بحری)	791/1389
الظاہر سیف الدین برقوق، دوسرا دور حکومت	792/1390
الناصر ناصر الدین فرج، پہلا دور حکومت	801/1399
المنصور عز الدین عبدالعزیز	808/1405
الناصر ناصر الدین فرج، دوسرا دور حکومت	808/1405
العادل المستعین (عباسی خلیفہ، سلطان کا داعی)	815/1412
المعید سیف الدین شیخ	815/1412
المظفر احمد	824/1421
الظاہر سیف الدین ططار	824/1421
الصالح ناصر الدین محمود	824/1421
الاشرف سیف الدین برسبے	825/1422

841/1437	الاالعزیز جمال الدین یوسف
842/1438	الظاہر سیف الدین جقمق
857/1453	المنصور فخر الدین عثمان
857/1453	الاشرف سیف الدین اِنال
865/1461	المعید شہاب الدین احمد
865/1461	الاشرف سیف الدین خوشقدم
872/1467	الظاہر سیف الدین بلبے
872/1467	الظاہر تموُ ربغا
872/1468	الاشرف سیف الدین قاعت بے
901/1496	الناصر محمود
903/1498	الظاہر قانصوح
905/1500	الاشرف جانبلا ت
906/1501	العادل سیف الدین تومان بے
906/1501	الاشرف قانصوح الغوری
922/1516	الاشرف تومان بے

عثمانی فتح

مملوک مصر اور شام میں ایوبیوں کی بھر پور املاک کے وارث بنے۔ اپنے عہد کی زیادہ تر بڑی اسلامی سلطنتوں کی طرح ایوبیوں نے بھی پیشہ ور غلام محافظ رکھنے کو ضروری خیال کیا تھا، اور مملوک کا لفظی مطلب غلام رکھنے والا ہے۔ مملوک الملک الصالح کی ترک سپہ میں سے نکلے۔ مملوکوں کی اڑھائی سو سالہ خود مختار حکمرانی کے بعد سلاطین کے دو سلسلے بنے: بحری، جن کو یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ وہ دریائے نیل (البحر) کے کنارے بنی بیرکوں میں رہتے تھے؛ اور بُرجی، جنھیں سلطان قلاعون نے قاہرہ قلعے (البرج) میں تعینات کیا تھا۔ خاندانی جانشینی کا سلسلہ عموماً بحریوں میں ہی جاری رہا، لیکن برجیوں میں موروثی جانشینی کی اجازت ہرگز نہ تھی۔ وہ سینیارٹی کے ایک قسم کے

ترک نظام پر عمل پیرا تھے۔ نسلی اعتبار سے بحری مرکزی طور پر جنوبی روس کے قپچاق تھے اور ان میں کردوں اور منگولوں کی آمیزش تھی۔ جبکہ بُرجی بنیادی طور پر کاکیشیا کے Circassian تھے۔ ابتدائی انیسویں صدی میں مملوکوں کا اختتام ہونے تک سرکاشیا (Circassia) ہی ان کی زیادہ تر افرادی قوت فراہم کرتا رہا۔ کچھ مورخین کا کہنا ہے کہ مملوک دو یا تین پشتوں کے بعد اپنے آپ کو قائم نہ رکھ سکے تھے، لگتا ہے کہ مملوک خاندان اپنی افزائش تو درست طریقے سے کرتے رہے لیکن بعد میں آنے والی نسلوں نے پیشہ سپہ گری ترک کر دیا۔

مملوکوں کا نظام مراتب بہت پیچیدہ تھا جس میں سلطان کے اپنے مملوک سب سے اوپر تھے۔ انتظامی ڈھانچے میں کامیابی کے لیے غلام کی حیثیت ہونا لازمی تھا۔ جبکہ آزاد عناصر، سابق مملوکوں کے بیٹوں سمیت، کو فوج میں محض ایک کمتر حیثیت حاصل تھی۔ (عثمانی ترک غلام روایت میں بھی یہی بات پائی جاتی تھی جہاں قپی قلاری کو ترقی کے زیادہ بہتر مواقع حاصل ہوتے تھے۔) سلطان کی من مانی طاقت پر مرکزی امرأ اور بیوروکریسی چیک رکھتی تھی۔ اور سلطنت کی ناپائیداری کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ حکمران بہت جلدی جلدی تبدیل ہوتے رہے۔ مملوکوں نے ایوبیوں کی کٹر سُنی پالیسی جاری رکھی، اور قاہرہ میں عباسیوں کے ایک خاندان کی کفالت کا تعلق بھی اسی کے ساتھ تھا۔

مملوک ریاست کی طاقت اور کامیابیاں متاثر کن تھیں۔ قتز نے ہولیگو منگولوں کو 658/1260 میں عین جالوت کے مقام پر شکست دی، اور اس کے جانشین بیبرس نے فتح کو استحکام دیا اور اپنا دور شروع کیا، تاہم اس کے کافی عشرے بعد بھی منگولوں کا خطرہ سر پر منڈلاتا رہا۔ تیرھویں صدی کے اختتام تک شامی فلسطینی اقتدار کے ماتحت صلیبی شہروں کو خوفناک شکست سے دوچار کیا جا چکا تھا اور چھوٹے آرمینیا یا سلیشیا کی روبینی بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ یوں مملوکوں کو مسلمان دنیا میں پاگان (بت پرستوں) اور عیسائیوں کے ہتھوڑوں کے طور پر زبردست شہرت حاصل ہو گئی۔ ان کے علاقے مغرب میں سائرینیکا، جنوب میں نیوبیا اور مساوا، شمال میں کوہ تارس تک وسیع ہو گئے اور انھوں نے عرب کے مقدس شہروں کی حفاظت کی۔ پندرھویں صدی میں عثمانیوں کو مملوکوں کے مرکزی دشمن تسلیم کیا جانے لگا۔ مغربی دیار بکر میں دلغدیرا و غولاری کی ترکمان جاگیر کو بفر سٹیٹ کے طور پر قائم رکھا گیا اور قرمانیوں کی مدد کی گئی۔ لیکن عثمانیوں کے برتر جوش و جذبہ اور اسلحہ و گولہ بارود

کے استعمال میں مہارت نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔ حقیقی اہمیت کا حامل آخری مملوک سلطان قنسوح الغوری 922/1516 میں حلب کے نزدیک مرج دابق کی لڑائی میں مارا گیا، اور اس کے بعد سلیم نے مصر اور شام پر قبضہ کرلیا۔ اگرچہ اب یہ علاقے عثمانیوں کو مل گئے تھے، مگر مملوکوں کی عسکری ذات 1226/1811 میں محمد علی کے ہاتھوں اپنے خاتمے تک مصر پر حقیقی معنوں میں مختار کل رہی۔

مملوک عہد حکومت میں مصر اور شام نے خوش حالی اور ثقافتی و تہذیبی وفور کے دن دیکھے، اور فن تعمیر، ظروف سازی اور دھات کاری کے فنون میں اعلیٰ مہارتیں حاصل کی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شجاعت کے علوم کا آغاز مملوک عہد میں ہی ہوا۔ میڈی ٹرینیئن کی عیسائی طاقتوں کے ساتھ قریبی تجارتی تعلقات قائم کیے گئے؛ چنانچہ بیبرس نے مشرق قریب میں ایک سخت گیر عیسائی مخالف پالیسی کے باوجود آراگون کے جیمز اول اور شاہ سسلی، انجو کے چارلس کے ساتھ تجارتی معاہدے کیے۔ افریقہ کی بحر پیمائی کی پرتگیزی مہم ہی مملوکوں کی خوش حالی کے لیے خطرہ بنی جس کے نتیجے میں تجارتی راستے ان کے علاقوں سے پرے منتقل ہو گئے؛ انھی خدشات کے پیش نظر قنسوح نے عرب کے ساحلوں پر فوجی مقامات حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ اپنے بحری بیڑوں کو بحیرۂ ہند میں ڈال کر پرتگیزیوں کو ہندوستانی سمندروں میں پہنچنے سے روک سکے۔

27- محمد علی کا سلسلہ (1220-1372/1805-1953)

مصر

1220/1805	محمد علی پاشا
1264/1848	ابراہیم پاشا
1264/1848	عباس اول پاشا
1270/1854	سعید پاشا

1280/1863	اسماعیل (1284/1867 میں Khedive کا لقب اختیار کیا
1296/1879	توفیق
1309/1892	عباس دوم حلمی
1333/1914	حسین کامل (سلطان کا لقب اختیار کیا)
1335/1917	احمد فواد اول (1340/1922 میں شاہ کا لقب اختیار کیا)
1355/1936	فاروق
1371-72/1952-53	فواد دوم

ری پبلکن حکومت کا قیام

محمد علی (1182-1265/1769-1849) عثمانی فوج میں ایک ترک سپاہی تھا۔ وہ فرانسیسیوں کا قبضہ ختم کرنے کے لیے بھیجی گئی ترک فوج کے ساتھ مصر آیا اور وہاں ملک کے حاکم مطلق کے طور پر قیام کیا، سلطان کو مجبور کیا کہ وہ اسے گورنر یا پاشا تسلیم کرے، اور سر کاسی مملوکوں کے پرانے حکمران طبقے سے نجات حاصل کی۔ محمد علی کی اصل وجہ شہرت اس کی جانب سے یہ تسلیم کرنا تھا کہ اس کا صوبہ مصر بھی ترقی کر سکتا ہے جب مغرب میں اختیار کردہ تیکنیکی دریافتیں، عسکری طور طریقے اور تعلیمی نظام وہاں بھی متعارف کروائے جائیں۔ چنانچہ اسے اس کے ہم عصر عثمانی سلاطین سلیم سوم اور محمد دوم کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ بھی مشرق وسطیٰ میں مغربی طور طریقے متعارف کروانے والے اولین افراد میں شامل ہے۔ اب ایک نئی تیار کی گئی فوج کو سوڈان کی سرکوبی کے لیے استعمال کیا گیا جہاں سے غلاموں کی بہت بڑی تعداد حاصل ہو سکتی تھی۔ اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم کیے گئے جن میں یورپی عملہ اور مشیر اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے؛ مالیاتی پالیسی میں ترمیم کر کے اسے مالیہ کی بڑھتی ہوئی مانگ کے مطابق بنایا گیا۔ بیرونی لحاظ سے محمد علی اور اس کے قابل بیٹے ابراہیم نے یونانی جنگ آزادی میں مداخلت کی، اپنی خودمختاری کو استنبول میں سلطان کے برابر رکھا اور وسطی عرب کے وہابی حکمرانوں کے ساتھ کئی غیر فیصلہ کن جنگیں لڑیں۔

محمد علی کا دور حکومت ختم ہونے پر مصر پر قرضے کا بوجھ پڑ چکا تھا اور یورپی بادشاہوں کی شان وشوکت کی نقالی کرنے کی خواہش نے اس میں اور اضافہ کر دیا۔ وہ اپنی نسل میں سب سے پہلا آدمی تھا جس نے سلطان سے قدیم ایرانی خطاب Khedive حاصل کیا اور اپنی اولادوں کی موروثی جانشینی کا وعدہ بھی لیا۔ یہ دونوں چیزیں اس سلسلہ نسل کی حقیقی خودمختاری کی غماز ہیں۔ اسماعیل کے دور میں ہی نہر سوئز پر کام مکمل ہوا، لیکن سامراجی مصر کی ایتھوپیا اور سوڈان میں مہم جوئیوں نے مصر کے معاشی استحکام کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ خود ترکی کی طرح مصر بھی اب یورپی قرض خواہ اقوام کے کنٹرول میں آ گیا تھا؛ اور 1299/1882 میں عرابی پاشا کی بغاوت کے بعد برطانیہ نے مصری مالیات کا انتظام سنبھال لیا اور وہاں ایک مستقل گیریژن تعینات کر دیا۔ برطانیہ کا یہ تحفظ کے نام پر قبضہ کہیں 1340/1922 میں ہی آ کر ختم ہوا۔

سلطنت کے آخری دو قابل ذکر ارکان فواد اور فاروق کے ادوار حکومت داخلی طور پر زیادہ تر وفد کی اکثریتی سیاسی جماعت، اور خارجی طور پر برٹش کنٹرول کی باقیات کا اکھیڑ پھینکنے کی جدوجہد سے عبارت تھے۔ سلطنت کے اختتام سے کچھ ہی پہلے نحاس پاشا سے سوڈان کے معاملے پر ”کونڈومینیئم معاہدہ“ کیا اور فاروق کے مصر اور سوڈان کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ لیکن بے چینی میں اضافہ ہوتا رہا، بالخصوص 1948ء کے عرب اسرائیل تنازع کے بعد۔ سلطنت نے کبھی بھی خود کو حقیقی معنوں میں عرب محسوس نہیں کیا، اور 1952ء میں فاروق کو اقتدار سے علیحدہ ہونے پر مجبور کر دیا گیا؛ اور اگلے ہی برس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

چوتھا حصہ

جزیرہ نما العرب

28- قرامطہ (11ویں صدی کا آخر-894/پانچویں صدی کا آخر-281)

مشرقی اور وسطی عرب، مرکزی مقام بحرین

281/894	ابوالسعید الحسن الجنابی
300/913	ابوالقاسم سعید
311/923	ابوطاہر سلیمان
322/944	ابومنصور احمد
361-6/972-7	ابویعقوب یوسف

بوڑھوں کی مجلس شوریٰ کی حکومت

قرامطی یا قرمطی تحریک کی جڑیں انقلابی شیعہ ازم کے مسیحائی نظریات میں تھیں اور غالباً اس پر سب سے زیادہ اثر شامی اور عربی صحراؤں کے بدوؤں کے درمیان اسماعیلی پراپیگنڈا کا ہوا۔ دسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں زکریا نے شامی صحرا میں قرامطیوں کی بغاوت کی قیادت کی جسے 293/906 میں کچل دیا گیا۔لیکن قرامطی سرگرمی کا سب سے بڑا مرکز عراق کے جنوب میں مشرقی عرب کے ساحلی خطے بحرین میں تھا۔ مقامی سماجی بے چینی اور زیریں عراق میں زنج یا کالے غلاموں کی بغاوت کے بعد پیدا ہونے والے افراتفری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قرامطہ نے ایک زبردست، معاشی اعتبار سے خوش حال اور پائیدار ریاست تعمیر کی۔قرامطی بانی کی خاصی مبہم شخصیت داعی ابوسعید نے اس جاگیر کو تعمیر کیا تھا اور تقریباً ایک صدی بعد بحرین کے قرامطہ بدستور ابوسعیدی کے عرف عام سے جانے جاتے تھے۔

جاگیر کی تنظیم کچھ حوالوں سے اشتراکی تھی: محصولات جمع کر کے برادری کے ارکان میں ان کی ضرورتوں کے مطابق تقسیم کیے جاتے، البتہ اس کی بنیاد غلام مزدوروں کی محنت پر رکھی گئی تھی۔

اسماعیلیت سے متاثر ہونے اور مذہب کی بیرونی صورتوں کے ساتھ تضاد کے رجحانات کے باعث قرامطیوں کے مذہبی دستور غیر رسمی تھے اور وہ بنیاد پرستوں کو برا بھلا کہتے تھے۔ ابو سعید کی سلطنت نے جنگ اور سفارت کاری میں رہنماؤں کے طور پر کام کیا، اور برادری کے امور کی نگرانی ایک اقدانیہ یعنی بوڑھوں کی مجلس کرتی تھی۔

شمالی افریقہ میں اسماعیلی فاطمیوں کے ساتھ قرامطیوں کے تعلقات کی نوعیت واضح نہیں؛ موجودہ رجحان یہ ہے کہ دسویں صدی کے نصف اول میں دونوں تحریکوں کے شدید ایکشن کے امکان کو کم سے کم کیا جائے۔ قرامطیوں نے بحرین سے کوفہ کو لُوٹا، حاجیوں کے قافلوں پر حملے کیے، اومان پر قبضہ کیا اور خانہ کعبہ سے حجر اسود اٹھا کر لے گئے کیونکہ وہ اس کے احترام کو توہم پرستی خیال کرتے تھے؛ تاہم اکیس برس بعد فاطمی خلیفہ کی درخواست پر انھوں نے حجر اسود واپس کر دیا۔ قرامطی ریاست ایک قسم کی جمہوریہ بن گئی اور گیارھویں صدی کے اختتام تک پھلتی پھولتی رہی۔ دو یا تین صدیوں بعد بھی بحرین میں قرامطی عقائد غالب رہے۔

29-یمن کے زیدی امام یارسّی (Rassids)

-ابتدائی نویں صدی/ -ابتدائی تیسری صدی

مرکزی مقام صعدا یا صنعاً

1-ابتدائی دور (رسّیوں سلسلہ)

?	ترجمان الدین القاسم الرسّی، وفات 246/860
246/860	الحسین
280/893	یحیٰی الہادی الا الحق اول
298/911	محمد المرتضٰی
301/1914	احمد الناصر
?	الحسین المنتخب
324/936	القاسم المختار

?	یوسف منصور الداعی
?	القاسم المنصور
393/1003	الحسین المہدی
?	جعفر
426/1035	الحسن
430/1039	ابوالفتح الناصر الدیلمی
454/1062	صلیحی کا صنعاً پر قبضہ
480/1087	صلیحی گورنرز
492/1099	صنعاً میں حاتم بن الغشیم کی نسل کی حکومت
545/1150	احمد المتوکل
556/1161	حمدانی حکومت کی بحالی
569/1174	یمن پر ایوبیوں کی فتح
594/1198	عبداللہ المنصور
614/1217	یحییٰ الہادی الا الحق دوم (صعدا میں)
614/1217	محمد الناصر (جنوبی اضلاع میں 623/1226 تک)
646/1248	احمد المہدی المُوطی
656/1258	شمس الدین احمد المتوکل
1281 اندازاً/680 اندازاً	داؤد المنتصر

2-جدید دور (قاسمی سلسلہ)

1592 اندازاً/1000 اندازاً	القاسم المنصور
1029/1620	محمد المعید اول
1054/1654	اسماعیل المتوکل
1087/1676	محمد المعید دوم

1092/1681	محمد الہادی
1097/1686	محمد المہدی
1128/1716	القاسم المتوکل
1139/1726	الحسین المنصور، پہلا دور حکومت
1139/1726	محمد الہادی الماجد (؟)
1140/1728	الحسین المنصور، دوسرا دور حکومت
1160/1747	العباس المہدی (؟)
1776 اندازاً/1190 اندازاً	علی المنصور
1221/1806	احمد المہدی (؟)
?	علی المنصور، دوسرا دور حکومت؟
1257/1841	القاسم المہدی
1261/1845	محمد یحییٰ
1289/1872	صنعاً پر عثمانی قبضہ
1308/1890	حمید الدین یحییٰ
1322/1904	یحییٰ محمود المتوکل
1367/1948	سیف الاسلام احمد
1382/1962	محمد بدر

زیدی شیعہ فرقے کی ایک نسبتاً معتدل شاخ تھے جن کا کہنا تھا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کے ذاتی کمالات کی بناء پر امت کا امام نامزد کیا تھا؛ اور یہ کہ محمد الباقر کی بجائے ان کے بھائی زید شیعوں کے پانچویں امام تھے جنھیں اموی خلیفہ ہشام کے دور میں شہید کر دیا گیا۔ بعد ازاں زید کی اولادوں اور حامیوں نے پراپیگنڈا کر کے دیلم اور بحیرۂ کاسپیئن کے جنوب مغربی ساحلوں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ خطہ ان کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے کافی موزوں تھا۔ جزیرہ نما عرب کے جنوب مغربی کونے میں خطہ یمن بھی عباسی خلفاً کے اختیار میں آنے کے

حوالے سے بہت دور تھا اور یہاں ترجمان الدین القاسم بن ابراہیم طباطبائی (حضرت امام حسنؓ ابن علیؓ کی اولاد) نے مامون کے عہد میں اقتدار سنبھالا۔ سلطنت کا نام ''رسّی'' کا ماخذ جغرافیائی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حجاز کی ایک جاگیر الرّس پر القاسم کا قبضہ تھا۔

چنانچہ رسّی شمالی یمن میں صعدا کے مقام پر آباد ہوئے اور وہاں کے مقامی خارجیوں، قرامطیوں اور دیگر مخالفین کا مقابلہ کرتے رہے۔ انھوں نے صعدا کے ساتھ ساتھ کئی مرتبہ صنعاً کو بھی اپنے قبضے میں کیا۔ اگلی صدی تک یمن زیدی دعوۃ یا مذہبی پراپیگنڈا کا مرکز بنا رہا۔ ان کے مبلغین کا سپیئن کے علاقوں اور اسلامی دنیا کے دوسرے خطوں میں جاتے تھے۔ یارھویں صدی کے نصف آخر میں سلہریوں نے صنعاً لے لیا اور اگلی صدی میں یہاں بنو ہمدان پچاس برس کے لیے قابض ہو گئے؛ دسویں صدی کے امام احمد الناصر کی اولاد احمد المتوکل کے عہد میں ہی زیدیوں کی قسمت مختصر مدت کے لیے جاگی۔ 569/1174 میں یمن پر ایوبی تسخیر نے اماموں کی حاکمیت کو کافی حد تک محدود کر دیا، وہ رسولی عہد میں کچھ بحال ہوئے، اور آخر کار داخلی جھگڑوں اور سماجی بے چینی نے یمن میں ان کی طاقت کو گہنا دیا۔

اس دور کے بعد متعدد اماموں کے نام ہمیں معلوم ہیں لیکن لگتا ہے کہ امامت کا سلسلہ بار بار حسنی سلسلوں اور مخالف دعویداروں کی وجہ سے منقطع ہوتا رہا۔ 923/1517 سے 1045/1635 تک یمن عثمانی ترکوں کے پاس رہا؛ سولہویں صدی میں ترک حکام ایک سے زائد امام کو اٹھا کر استنبول لے گئے۔ یمن اور صنعاً سے ترکوں کے جانے پر وہاں دوبارہ زیدی آ گئے؛ اور رسّی امام یوسف المنصور الداعی کی نسل کے اماموں کے ایک تازہ سلسلے نے حکومت کرنا شروع کر دی۔ یہی سلسلہ یمن میں آج تک مستقل طور پر موجود ہے، البتہ 1289/1872 سے 1308/1890 تک صنعاً پر عثمانی قبضہ رہا۔

30- صلیحی (439-532/1047-1138)

یمن

439/1047 علی بن محمد

459/1067	المکرّم احمد بن علی	
477/1084	المکرّم الاصغر علی بن احمد بن المظفر	السیدہ عروہ کی مطلق حکومت
1091 اندازاً/484 اندازاً	المنصور سبأ بن احمد بن المظفر	کے ماتحت
492-532/1099-1138	السیدہ عروہ	

ذریوں یا عدن کے بنوالکرم کا اقتدار

ابتدائی عرب فتوحات کے بعد جزیرہ نما عرب سیاسی اور ثقافتی لحاظ سے ابھر کر سامنے آیا۔ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ یمن عراق میں عباسی خلفا سے دوری کے باعث جلد ہی شیعہ ازم، بالخصوص زیدیوں کا مرکز بن گیا۔ یہ اسماعیلی شیعہ ازم کے پراپیگنڈا کے لیے بھی ایک زرخیز میدان تھا، اور جب ایک مرتبہ فاطمیوں نے دسویں صدی کے اختتام پر مصر میں اپنے قدم جما لیے، اور حجاز کے مقامات مقدسہ نے فاطمی خلفاً کو تسلیم کر لیا تو مصر اور یمن کے مابین تعلقات قریبی ہو گئے۔

صلیحیوں نے اسماعیلی دعوۃ کے ماننے والوں اور فاطمیوں کے باجگزاروں کی حیثیت میں یمن پر حکومت کی۔ ہمدان کے ایک جنوبی عربی قبیلے کا رکن اور مقامی قاضی کا بیٹا علی بن محمد یمن میں مرکزی فاطمی داعی سلیمان الزواحی کا نائب بنا، اور اس نے پہاڑوں میں اپنی حکومت قائم کی۔ اس نے تہامہ یا ساحلی علاقوں کے نجاحیوں کی ابائی سینی غلام سلطنت شکست دی، 455/1063 میں زیدی اماموں سے صنعاً چھینا اور حجاز پر حملہ کیا؛ اگلے ہی برس بنومعن کو عدن سے نکال باہر کیا۔ اس کے بیٹے المکرّم احمد کے دور میں صلیحی علاقے اپنی زیادہ سے زیادہ وسعت کو پہنچے، تاہم یہ فتوحات یارھویں صدی کے باعث قائم نہ رہ سکیں۔ نجاحیوں کی بحالی ہوئی اور زیدی امام صنعاً کے شمال میں بدستور موجود رہے۔ احمد کی حکومت کے نصف آخر سے لے کر 532/1138 میں اس کے وفات تک اس کی بیوی ملکہ السیدہ عروہ موثر انداز میں حاکمیت چلاتی رہی جس نے صلیحی دارالحکومت کو صنعاً سے دہو جبل منتقل کر دیا۔ اواخر میں اقتدار زُریوں کو مل گیا جنھوں نے 569/1174 میں ایوبی توران شاہ کی آمد تک حکومت کی۔ تاہم مخالف صلیحی بادشاہ بارہویں صدی کے اختتام تک یمن میں قلعوں میں ڈٹے رہے۔

31-رسولی (626-858/1229-1454)

یمن

626/1229	الملک المنصور نورالدین عمر اول
647/1250	الملک المظفر شمس الدین یوسف اول
694/1295	الملک الاشرف محدالدین عمر دوم
696/1296	الملک المعید ہزبرالدین داؤد
721/1322	الملک المجاہد سیف الدین علی
764/1363	الملک الافضال درغام الدین العباس
778/1377	الملک الاشرف محدالدین اسماعیل اول
803/1400	الملک الناصر صلاح الدین احمد
827/1424	الملک المنصور عبداللہ
830/1427	الملک الاشرف اسماعیل دوم
831/1428	الملک الظاہر یحییٰ
842/1439	الملک الاشرف اسماعیل سوم
845/1442	الملک المظفر یوسف دوم
846-58/1442-54	ابتری کا دور، جس میں تخت کے چار متحارب دعویدار موجود تھے، حتیٰ کہ 858/1454 میں طاہریوں کو اقتدار مل گیا۔

569/1174 میں یمن کو ایوبی توران شاہ (صلاح الدین کے بھائی) نے فتح کیا اور وہاں ایوبی بادشاہ 626/1229 تک حکومت کرتے رہے۔ آخر کار ملک الکامل کے بیٹے صلاح الدین یوسف کو علاقہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس کے جانشینوں، رسولیوں نے یمن میں ایوبی پالیسی جاری رکھی اور شیعی روایت کے حامل اس خطے میں ایک سنی اسلام کے مقاصد کو فروغ دیا۔ اگرچہ رسولیوں کا مورخ الخزرجی رسول کا شجرہ جنوبی عرب کے جد امجد قحطان سے جوڑتا ہے، لیکن

درحقیقت وہ اوغوز نسل کا ایک ترکمان تھا جسے عباسی خلیفہ نے ایلچی (رسول) مقرر کیا تھا اور سلطنت کی تاریخ میں متعدد ترک خصوصیات بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

رسول کے پوتا الملک المنصور عمر نے ساحلی علاقے میں زبید کو اپنا صدر مقام مقرر کیا لیکن پہاڑوں تک گیا اور تعز اور صنعاً کو زیدی اماموں سے چھین لیا۔ اس نے مکہ پر بھی قبضہ کیا اور اس کی سلطنت حجاز سے لے کر حضرموت تک پھیل گئی؛ یوں رسولیوں کا اقتدار مسلم دنیا میں بین الاقوامی اہمیت کا حامل بن گیا۔ یمن سے ایک سفارت چین بھیجے جانے کا ریکارڈ موجود ہے۔ بلاشبہ اس اقدام کی وجہ مشرق بعید کے ساتھ حضرموت کے تجارتی روابط تھے۔ نیز ایوبیوں اور مملوک مصر کے ساتھ رسولیوں کے ثقافتی اور سیاسی تعلقات بدستور مستحکم رہے۔ بعد ازاں رسولیوں نے کوہستانی علاقے کے اندرون میں اپنا قبضہ قائم رکھنا مشکل پایا، اور 827/1424 میں الملک الناصر احمد کے وفات کے بعد داخلی پھوٹ اور انتشار پیدا ہوا جسے رسولیوں کی غلام افواج کی بغاوتوں اور طاعون کے وبأ نے اور بھی زیادہ شدید بنا دیا۔ انجام کار آخری رسولی الملک المسعود لحج اور عدن کے سنی طاہریوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، اور سولہویں صدی کی ابتدا میں عثمانی تسخیر تک یمن کا زیادہ تر حصہ طاہریوں کے پاس ہی رہا۔

32- آل بوسعید، مسقط اور اس کے بعد زنزی بار کا سلطان

(1154- /1741-)

اومان اور زنزی بار

1- متحدہ سلطنت

?1163/1749	احمد بن سعید
1198/1783	سعید بن احمد
?1200/?1786	حامد بن سعید
1206/1792	سلطان بن احمد
1220/1806	سلیم بن سلطان

1220/1806	سعید بن سلطان

سعید کی وفات پر سلطنت کی تقسیم

2-اومان

1273/1856	تھوینی بن سعید
1282/1866	سلیم بن تھوینی
1285/1868	اذان بن قیس
1287/1870	ترکی بن سعید
1305/1888	فیصل بن ترکی
1331/1913	تیمور بن فیصل
1350- /1932-	سعید بن تیمور

3-زنزی بار

1273/1856	ماجد بن سعید
1287/1870	برغش بن سعید
1305/1888	خلیفہ بن برغش
1307/1890	علی بن سعید
1310/1893	حامد
1314/1896	حماد
1320/1902	علی بن حمود
1329/1911	خلیفہ
1380-3/1960-3	عبداللہ بن خلیفہ
1383/1963-4	جمشید بن عبداللہ

جمہوریہ تنزانیہ میں انقلاب اور الحاق

بوسعیدی اومان اور مشرقی افریقہ کی ساحلی زمینوں میں یعربی اماموں کے سلسلے کی وراثت کے

جانشین بنے۔ احمد بن سعید نے اومان میں صوحار کے گورنر کے طور پر آغاز کیا اور پھر سارے خطے کا مالک بن بیٹھا۔ اس نے غالباً 1163/1749 میں (عبادیوں کے) امام کا لقب اختیار کیا، لیکن اس کا بیٹا سعید یہ لقب استعمال کرنے والا آخری شخص تھا۔ بعد کے حکمرانوں نے خود کو صرف سید یا غیر ملکیوں کے سلطان کہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ انجام کار مسقط بوسعیدیوں کا دارالحکومت بنا۔ مسقط طویل عرصہ سے بین الاقوامی اہمیت کی حامل بندرگاہ تھا اور اس نے خلیج فارس پر تجارتی کنٹرول کے سلسلے میں پرتگیزیوں اور اس کے بعد ڈچ کی جدوجہد میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ سید سلطان (1206-20/1792-1806) نے جزائر بحرین، بندر عباس، ہورمز، کشم اور فارس کے جنوبی ساحلوں تک ایک توسیع پسندانہ پالیسی پر عمل کیا۔ تاہم ابتدائی انیسویں صدی کے دوران سیدوں کی پوزیشن نجد کے جارحیت پسند وہابیوں کے باعث کمزور ہوگئی؛ انھوں نے برطانیہ کے ساتھ اتحاد کر کے اس خطرے کا مقابلہ کیا۔ برطانیہ کی دلچسپی اس بات میں تھی کہ ہندوستان کے راستے کے قریب واقع مسقط دوستوں کے پاس رہے۔ 1212/1798 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ پہلا معاہدہ کیا گیا، اور پھر کمپنی کے ایجنٹس کو مسقط میں رکھا گیا؛ انیسویں صدی کے بعد کے عشروں میں برطانیہ نے خلیج میں غلاموں کی تجارت کنٹرول اور پھر ختم کرنے کے لیے مسقط پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا۔

مشرقی افریقی ساحل پر عربی مقبوضات اٹھارہویں صدی کے اواخر میں فارس کے ساتھ جنگوں میں ہاتھ سے نکل گئی تھیں، اور صرف زنزی بار، پیمبا، اور کلواہی بوسعیدیوں کے پاس رہ گئے۔ لیکن سعید بن سلطان نے اپنے طویل دور حکومت میں شمال میں موگادیشو سے لے کر جنوب میں کیپ دیلگادو تک تمام عرب اور سواحلی کالونیوں کو اپنے اختیار میں کرلیا۔ 1273/1856 میں اس کے وفات کے بعد بوسعیدی مقبوضات کو دو الگ الگ سلطنتوں میں تقسیم کر دیا گیا، جن کی بنیاد مسقط اور زنزی بار پر تھی۔ 1307/1890 میں جزائر زنزی بار اور پیمبا برطانوی حفاظت میں آ گئے؛ سلطنت نے دسمبر 1963ء میں ایک مرتبہ پھر آزادی حاصل کی، لیکن جنوری 1964ء میں ایک سازش نے سلطان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا، اور اپریل 1964ء میں زنزی بار جمہوریہ تنزانیہ میں تانگانیکا کے ساتھ منسلک ہوگیا۔ جہاں تک اومان کا تعلق ہے تو 1319ء کے بعد سے

اندرونی علاقے میں علیحدگی پسند تحریک اس کو سیاسی لحاظ سے پریشان کرتی رہی۔ مصر ان ناراض دھڑوں کے موجودہ امام غالب کو رقم فراہم کرتا رہا، اور 1957ء میں اس نے مسقط میں سلطان کے خلاف ایک مسلح تحریک چلانے کی کوشش کی۔

33- آل سعود یا وہابیہ (1159- /1746-)

شمالی اور مشرقی عرب

1159/1746	محمد بن سعود
1179/1765	عبدالعزیز اول
1218/1803	سعود بن عبدالعزیز
1229/1814	عبداللہ اول بن سعود
1233-8/1818-22	عثمانی ترکی قبضہ
1238/1823	ترکی
1249/1834	فیصل اول، پہلا دور حکومت
1253/1837	خالد بن سعود
1257/1841	عبداللہ دوم بن تھنیان (مصر کے محمد علی کے باجگزار کے طور پر)
1259/1843	فیصل اول، دوسرا دور حکومت
1282/1865	عبداللہ سوم بن فیصل، پہلا دور حکومت
1287/1871	سعود بن فیصل
1291/1874	عبداللہ سوم، دوسرا دور حکومت
1305/1887	حائل کے محمد بن رشید کی فتح، عبداللہ بدستور 1307/1889 تک ریاض کا گورنر رہا۔
1307/1889	عبدالرحمان بن فیصل، ریاض میں بطور گورنر

1308/1891	محمد بن فیصل مطوی، رشیدیوں کے ماتحت گورنر کے طور پر
1319/1902	عبدالعزیز دوم
1373/1953	سعود
1384/1964	فیصل دوم

وہابیہ کا آغاز وسطی عرب یا نجد میں ایک مذہبی اور اصلاحی مذہبی تحریک کے طور پر ہوا۔اس کا بانی محمد الوہاب (وفات 1206/1791) تھا جس کے عقائد نجد کی مقامی تاریخ عنوان المجد فی تاریخ نجد از عثمان عبداللہ میں محفوظ ہیں۔ان عقائد کو دیکھنے پر وہ احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ کے شدید شریعت پسندانہ دینی خیالات کا پیرو کار نظر آتا ہے۔خدا کی یگانگت اور ماورائیت پر زور دیا گیا ہے،اور کافرانہ اجتہادات یا بدع سے شدید نفرت ظاہر کی گئی ہے۔اس کے علاوہ مقبول عام بزرگ پرستی اور مقامات کو مقدس قرار دے کر ان کی عبادت کرنے کے خلاف رویہ بھی موجود ہے۔چنانچہ جب وہابیہ نے عرب میں سیاسی اور عسکری طاقت حاصل کی تو انھوں نے بڑے منظّم انداز میں صوفیاء کے مقبرے وغیرہ مسمار کر دیے۔

محمد بن عبدالوہاب درعیہ کے نجدی سردار محمد بن سعود کی حفاظت میں تھا،اور اس کا اصلاحی جذبہ سعودی خاندان کی سیاسی توسیع میں کارفرما بنیادی قوت بن گیا۔اٹھارہویں صدی کے اختتام تک سارے کا سارا نجد فتح ہو گیا تھا اور عراق پر حملے کیے جا رہے تھے۔انجام کار وہابیوں نے 1218/1803 میں شیعوں کے مرکز کربلا میں غارت گری کی؛اور حجاز کے مقدس شہروں کو قبضے میں لے لیا گیا۔اس کے جواب میں عثمانیوں کا طیش میں آنا فطری بات تھی اور سلطان نے مصر کے گورنر محمد علی کو وہابیوں سے نمٹنے کا اختیار دیا؛ 1233/1818 میں محمد علی کے بیٹے ابراہیم نے درعیہ پر قبضہ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی،سعودی امیر کو استنبول جانے پر مجبور کیا اور حجاز کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ترکی اور فیصل اول کے دور میں وہابیوں نے کچھ حد تک دوبارہ قوت حاصل کی لیکن اس کے بعد انیسویں صدی کے آخری برسوں میں حائلی کے دشمن رشیدی خاندان سے مغلوب ہوئے اور سعودی کویت میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔بیسویں صدی میں خاندان کی دوبارہ

سرفرازی کا تعلق عبدالعزیز بن سعود کی عظیم شخصیت کے ساتھ ہے۔اس نے الرشید کا تختہ الٹا (جس نے پہلی عالمی جنگ میں ترک عزائم کی حمایت کی تھی)، شریف حسین کو مکہ میں خلیفہ کے طور پر پیر جمانے سے روکا، اور 1930ء میں خود حجاز اور نجد کے بادشاہ کے طور پر مکہ میں تخت نشین ہو گیا۔ یوں جدید سعودی بادشاہت وجود میں آئی۔

پانچواں حصہ

ایرانی دنیا اور سلجوقوں سے پہلے کا کاکیشیا

34-باوندی (45-750/665-1349)

کاسپیئن سواحل

1- کاؤسیہ کی نسل (طبرستان)

45/665	باو
60/680	ولاش کی مختصر حکومت کا عرصہ
68/688	سرخاب اول
98/717	مہر مردان
138/755	سرخاب دوم
155/772	شروین اول
181/797	شہریار اول
210/825	شاپور یا جعفر
222/837	قارِن اول
253/867	رستم اول
282/895	شروین دوم
318/930	شہریار دوم
?	رستم دوم
355/966	دارا
358/969	شہریار سوم
396/1006	رستم سوم

449-66/1057-74	قارِن دوم

2-اسپ بدیہ کی نسل (طبرستان اور گیلان)

466/1074	حسام الدولہ شہریار
503/1110	نجم الدولہ قارِن
511/1117	شمس الملوک رستم
511/1118	علاؤ الدولہ علی
534/1140	شاہ غازی رستم اول
558/1163	علاؤ الدولہ یا شرف الملوک
567/1172	حسام الدولہ اردشیر
602-6/1206-10	ناصر الدولہ یا شمس الملوک شاہ غازی رستم دوم

3- کینا وار یہ کی نسل (منگولوں کے باجگزار)

635/1238	حسام الدولہ اردشیر
647/1249	شمس الملوک محمد
665/1267	علاؤ الدولہ علی
675/1276	تاج الدولہ یزدگرد
698/1299	ناصر الدولہ شہریار
714/1314	رکن الدولہ کیخسرو
728/1328	شرف الملوک
734-50/1334-49	فخر الدولہ حسن

افراسیاب خاندان مازندران میں اقتدار پر قبضہ کر لیتا ہے

گیلان اور طبرستان کی ساحلی زمینیں اور کوہستانی علاقے کوہ البرز کے حصار کی حفاظت میں ہونے کے ناطے ہمیشہ سے ہی لوگوں اور خیالات کی جائے پناہ رہے ہیں۔ وہاں مختلف نسلوں کی شاخیں، غیر مقبول مذہبی عقائد، زبانیں، رسم الخط اور سماجی دستور فارس کے نسبتاً زیادہ قابل رسائی

حصوں کے مقابلے میں بہت طویل عرصہ تک موجود رہے۔ فارس میں اسلام کی آمد کے کئی سو سال بعد بھی ان خطوں نے مختلف چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو جگہ دی جن کی جڑیں ساسانی ماضی میں تھیں؛ اس میں سے ایک بادوپانی صفوی شاہپ عباس اول کے عہد تک موجود رہی (یعنی سولھویں صدی کے اختتام تک)، جب سلسلے کا خاتمہ کر کے اسے باقی کے فارس سمیت کاسپیئن صوبوں کا حصہ بنالیا گیا۔

ان مقامی ایرانی سلطنتوں میں سے اہم ترین غالباً طبرستان (جسے گیارھویں صدی سے عموماً مازندران کہا جاتا تھا) کے باوندی تھے، جنھیں بارھویں صدی کے حالات نے فارس سے باہر کھیل کھیلنے کی اجازت دی۔ 700 برس بعد ال خانی ادوار تک اس سلطنت کا باقی رہنا ہم پر واضح کرتا ہے کہ خطے کی الگ تھلگ حیثیت نے کس طرح خاندان کا تسلسل ممکن بنایا جو کہ مسلم دنیا میں بے نظیر ہے۔ باوندی حکمرانوں نے ایرانی لقب اسپہبد یعنی عسکری رہنما اختیار کیا تھا اور اکثر انھیں ملوک الجبال یعنی پہاڑوں کے بادشاہ بھی کہا جاتا تھا، کیونکہ وہ جب بھی میدانوں میں شکست دے دوچار ہوتے تو بھاگ کر پہاڑوں میں چلے جاتے۔

پہلا سلسلہ کاؤسیہ دسویں صدی میں بیوئیوں اور زیاریوں کے ساتھ بذریعہ شادی منسلک تھے اور بعد میں زیاری قابوس بن وشمگیر کے اختیار میں آ گئے، لیکن اگلی صدی میں جب سلجوقوں نے کاسپیئن کے ساحلی علاقوں پر حملہ کیا تو وہ تب بھی پہاڑوں میں موجود تھے۔ آئندہ برسوں میں باوندیوں کے دوسرے یا اسپہبد یہ سلسلے نے کامیابی کے ساتھ عظیم سلجوقوں کو طبرستان پر براہ راست حاکمیت جمانے سے روکا؛ انھوں نے سلجوقی تخت کے متعدد دعویداروں کو پناہ دی اور کئی اعلیٰ سلجوقوں کے ساتھ شادیاں کیں۔ سلجوقوں کے انحطاط نے شاہ غازی رستم اول کو شمالی فارس کی سیاسیات میں ایک اہم حیثیت اختیار کرنے کے قابل بنایا؛ اس نے ایک آزادانہ پالیسی لاگو کی جس کا مطمح نظر اپنی جاگیر کو البرز جنوب کی جانب وسعت دینا تھا۔ تاہم، البرز کے اسماعیلیوں اور اس کے بعد خوارزم شاہان کے دباؤ نے اس سلسلے کے 606/1210 میں انجام تک پہنچایا اور مازندران مختصر عرصہ کے لیے خوارزمی کنٹرول میں چلا گیا۔ اس کے باوجود شورش پسند باوندی دوبارہ نمودار ہوئے اور تیسرا سلسلہ کنہ واریہ شروع کیا۔ انھوں نے منگولوں کے باجگزاروں کے طور پر

حکومت کی؛ آخر کار 750/1349 میں ایک اور مقامی مازندرانی خاندان (کِیا افراسیاب چلابی) نے ان کا تختہ الٹا اور ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔

35-مسافِری یا سلاری یا کنگری (1090-916/483-304 اندازاً)

دیلم اور آذربیجان

304/916 سے قبل	محمد بن مسافر، دیلم میں طاروم کا حکمران
330/941	مرزوبان اول بن محمد (آذربیجان اور اران میں)
330/941	وہسودان بن محمد (طاروم میں)
346/957	جستان اول بن مرزوبان (آذربیجان میں)
349/960	ابراہیم اول بن مرزوبان (آذربیجان میں، 373/983 میں اپنی وفات تک)
355/966	مرزوبان دوم بن اسماعیل بن وہسودان (طاروم میں 374/984 تک)
387/997	ابراہیم دوم بن مرزوبان دوم (طاروم میں دوبارہ مسند نشین ہوا اور 420/1029 تک زندہ رہا)
?	جستان دوم بن ابراہیم (437/1045 تک حکومت کی)
?	مسافر بن ابراہیم (454/1062 تک حکومت کی)

الموت کے اسماعیلیوں کے ہاتھوں سلطنت کا خاتمہ

شمال مغرب فارس کی تاریخ آذربیجان کے ساجدیوں اور دربند کے یزیدیوں (بعد کے شیروان شاہی) جیسے عرب گورنروں اور آتے ہوئے ترک سلجوقوں کے درمیانی وقفے میں مقامی ایرانی باشندوں کی شورش انگیزی سے ہی عبارت ہے۔ دیلمی زیاریوں اور بویئوں نے مغربی اور

جنوبی فارس کی زرخیز زمینیں حاصل کرنے کی کوششیں کیں جبکہ دیلمی مسافریوں نے شمال کی جانب آذربیجان میں وسعت اختیار کی جہاں ساجدیوں کے خاتمے نے اقتدار کا بحران پیدا کر دیا تھا۔ مسافریوں کے لیے اکثر سلاریوں کا نام بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن فارسی محقق کسروی کا یہ دعویٰ کافی حد تک درست ہے کہ خاندان کا اصل نام کنگری تھا۔

محمد بن مسافر (غالباً فارسی کے اسفار/اسوار سے مشتق) دیلم میں طاروم اور سمیران کے اہم قلعوں پر قابض تھا، اور انھی کی وجہ سے اس نے دیلم کی پرانی سلطنتِ جستانی کی قیمت پر اپنی طاقت کو فروغ دیا۔ 330/941 میں محمد کی وفات کے بعد خاندان کچھ عرصہ تک دو شاخوں میں بٹا رہا۔ ایک شاخ کا سردار و، سوداں دیلم میں ہی رہا جبکہ دوسری شاخ اس کے بھائی مرزوبان کی قیادت میں شمال اور مغرب کی جانب آذربیجان اور اران، اور حتیٰ کہ دربند (کاسپیئن کے ساحل پر) کی جانب چلی گئی۔ تاہم یہ موخر الذکر شاخ تبریز کے روادیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کا سامنا نہ کر سکی اور آذربیجان میں آخری مسافری علاقے 374/984 میں ہاتھ سے نکل گئے۔ نیز طاروم شاخ پر رے کے بیوئی فخر الدولہ نے شدید دباؤ ڈالا اور وہ ایک موقع پر تو سمیران بھی اس کے ہاتھوں میں دے بیٹھے۔ اس کی موت کے بعد ان کی قسمت پھر جاگ اٹھی اور وہ دیلم کے مغرب میں واقع زنجان اور دیگر شہر قبضے میں لینے کے قابل ہو گئے۔ لیکن سلطنت اب انتشار کا شکار ہو گئی تھی۔ ابراہیم دوم بن مرزوبان کو 420/1029 میں غزنویوں نے مختصر عرصہ کے لیے بیدخل کیا۔ بعد میں خاندان سلجوق طغرل بیگ کا باجگزار بن گیا۔ اس کے بعد صرف خاموشی نظر آتی ہے۔ لیکن یہ قرین قیاس ہے کہ آخری گمنام مسافریوں کا خاتمہ الموت کے جارحیت پسند اسماعیلیوں نے کیا۔

36-روادی (ابتدائی دسویں صدی/463-1071-ابتدائی چوتھی صدی)

آذربیجان

?	محمد بن حسین الروادی
340/951 اندازاً	حسین اول بن محمد
?	ابوالہیجا/ابوالہائجہ مملان اول یا محمد

391/1000	ابونصر حسین دوم بن مملان
416/1025	وہسودان بن مملان
451/1059	مملان دوم بن وہسودان
463/1071	آذربیجان پر سلجوقوں کا قبضہ
?	احمدیل بن ابراہیم بن وہسودان (وفات 510/1116 میں مراگھا کے مقام پر)

مراگھا کے احمدیلی اتابیگ

شمالی فارس کے ایرانی عوام میں دسویں صدی کے دوران ہونے والی شورش انگیزی میں دیلمی اگرچہ اس سے زیادہ نمایاں تھے لیکن دیگر نسلوں کا کردار بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ اران کے شدادی غالباً کردالنسل تھے، جبکہ تبریز اور آذربیجان کے روادیوں کو دسویں صدی میں کردی ہی سمجھا جاتا تھا۔ درحقیقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاندان اصل میں یمنی قبیلے ازد سے تعلق رکھتا تھا۔ ابتدائی عباسی عہد میں روادی خاندان کے ارکان تبریز کے حاکم رہ چکے تھے، لیکن بعد کے تقریباً ایک سو برسوں میں خاندان مکمل طور پر کردی رنگ میں رنگا گیا، مملان اور احمدیل جیسے نام اصل میں عربی ناموں محمد اور احمد کی ہی بگڑی ہوئی کردی صورت ہیں۔

اپنے مسافری پڑوسیوں کی مانند روادیوں نے بھی ساجدیوں سے پہلے کی گڑبڑ سے فائدہ اٹھایا۔ بویئیوں کی جانب سے مدد کے باوجود مسافریوں کی آذربیجان چلی جانے والی شاخ کو ابو الہیجا مملان نے آہستہ آہستہ باہر نکال دیا، یوں 374/984 تک آتے آتے سارا خطہ روادیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ گیارھویں صدی میں سلطنت کا نہایت غیر معمولی رکن وہسودان بن مملان تھا۔ اس کردی پڑوسیوں کی معاونت سے اوغوز ترکمانوں کے اولین ہلوں کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کیا، لیکن 446/1054 میں طغرل کی اطاعت قبول کر لی۔ بعدازاں سلجوقیوں نے سلجوقوں کے باجگزاروں کے طور پر حکومت کی، حتیٰ کہ 463/1070 میں الپ ارسلان اناطولیہ میں اپنی مہم سے واپس آیا اور مملان بن وہسودان کو معزول کیا۔ تاہم اس کے بعد بھی ہمیں خاندان کے کم ازکم ایک رکن کا پتہ ملتا ہے جسے احمدیل کے طور پر جانا جاتا ہے اور جس کا نام اس کے ترک غلاموں

(احمد یلیوں) کے سلسلے میں قائم ودائم رہا۔

37-شدادی (340-571/651-1174 اندازاً)

اران اور مشرقی آرمینیا

1- گنج اور دوین میں مرکزی نسل

340/951 اندازاً	محمد بن شداد (دوین میں)
360/971	علی لشکری اول بن محمد (گنج میں)
368/978	مرزوبان بن محمد
375/985	فضل اول بن محمد
422/1031	ابوالفتح موسیٰ
425/1034	علی لشکری دوم
440/1049	انوشیرواں بن لشکری
441/1049	ابوالاسوار شاور اول بن فضل (413/1022 سے دوین اور 441/1049 سے گنج میں)
459/1067	فضل دوم بن شاور
466-8/1073-75	فضل سوم (فضلون) بن فضل

اران پر سلجوق جنرل سوتگین کا قبضہ

2- آنی شاخ

465/1072 اندازاً	منوچہر بن شاور اول
512/1118 اندازاً	ابوالاسوار شاور دوم
518/1124	جارجیائی قبضہ
519/1125 اندازاً	فضل چہارم (فضلون) بن شاور
?	محمود
525/1131 اندازاً	خُوشچہر

?	شداد
550/1155	فضل پنجم
556/1161	جارجیائی قبضہ
559-71/1164-74	شہنشاہ

جارجیائی قبضہ

شدادیوں کا شمار بھی انھی سلطنتوں میں ہوتا ہے جو دیلمی وقفے کے دوران شمالی فارس میں ابھریں، اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ وہ کردی النسل تھے۔ ایرانی دنیا کا شمال مغربی کنارہ اور ملحقہ کاکیشیا کا علاقہ زیادہ تر ریکارڈ کی ہوئی تاریخ کے دوران نسلی اور زبانی اعتبار سے نہایت گڑبڑ کا شکار رہا ہے۔ شدادیوں کو آذربیجان کے دیلمیوں اور دوسری طرف عیسائی آرمینیوں و جارجیوں کے مابین اپنی جگہ بنانے کی ضرورت تھی۔ اسی لیے شدادی شجرہ نسب میں دیلمی نام مثلاً لشکری اور آرمینیائی نام مثلاً اشوت ملتے ہیں۔

دسویں صدی کے درمیانی برسوں میں کردی مہم جو محمد بن شداد نے خود کو دوِین کے مقام پر قائم کیا۔ اس دور میں یہ شہر مسافریوں کے قبضے میں تھا۔ بازنطینی مدد حاصل کرنے کی ایک کوشش کے باوجود محمد دیلمیوں کو دوِین کے دوبارہ حصول سے نہ روک پایا، لیکن 360/971 میں اس کے بیٹوں نے کامیابی کے ساتھ مسافریوں کو اران میں گنج سے باہر نکالا۔ اس کے بعد گنج ایک سو سال تک شدادیوں کی مرکزی نسل کا دارالحکومت بنا رہا۔ اب انھوں نے جوش و جذبے کے ساتھ اس خطے میں اسلام کا دفاع شروع کیا اور جارجیائی بگرتدیوں، مختلف آرمینیائی بادشاہوں، بازنطینیوں وغیرہ کے ساتھ لڑے۔ بالخصوص شدادیوں میں سب سے زیادہ نمایاں ابوالاسوار شاؤر اول نے عقیدے کے مجاہد کے طور پر اس دور میں بہت زیادہ شہرت حاصل کر لی۔ جب سلجوق کاکیشیا کے علاقہ میں داخل ہوئے تو شدادیوں نے طغرل اور سلجوقوں کے سامنے شکست تسلیم کر لی، لیکن 468/1075 میں ترک غلام جرنیل سوِتگین نے اران پر حملہ کیا اور فضل یا فضلون سوم نے اپنی اجدادی مقبوضات اس کے حوالے کر دیں۔ تاہم آنی کے مقام پر ایک اور شاخ بارھویں صدی کے دوران بہت سے نشیب و فراز سے گذر کر بھی موجود رہی۔ آنی میں شدادیوں کی کا ذکر 595/1199 تک ملتا ہے۔

38-زیاری(315-483/927-1090)

طبرستان اور گرگان

315/927	مرداویج بن زیار
323/935	ظاہر الدولہ وشمگیر
356/967	ظاہر الدولہ بیستون
367/978	شمس المعالی قابوس
402/1012	فلک المعالی منوچہر
420/1029	انوشیرواں
441/1049	عنصر المعالی کیکاؤس
?-483/?-1090	گیلان شاہ

دسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں بحیرۂ کاسپیئن کے جنوب مغربی کونے پر دیلم کے دور افتادہ اور پسماندہ کوہستانی خطے نے خلافت کی فوجوں میں دوسری جگہوں پر بھی اپنے لوگوں کی بڑی تعداد کو بطور سپاہی روانہ کیا۔ زیاریوں کا تعلق ان کرائے کے سپاہیوں میں سے ہی ایک مرداویج بن زیار کے ساتھ تھا جو سامانی فوج کے ایک جرنیل اسفار کی بغاوت کے موقع پر شمالی فارس پر قابض ہو گیا۔ اس کا اقتدار جلد ہی جنوب میں اصفہان اور ہمدان تک وسیع ہو گیا، لیکن 323/935 میں وہ اپنے ہی ایک ترک فوجی کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کی ناپائیدار سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اس کا بھائی وشمگیر سامانیوں کے بالا دستی کو قبول کر کے صرف کاسپیئن صوبوں میں ہی اپنے قدم جما سکا۔ دسویں صدی کے نصف آخر میں زیاریوں نے شمالی فارس پر قبضہ کے لیے بویئیوں اور سامانیوں میں جاری جدوجہد میں کچھ اہم کردار ادا کیا، اور قابوس بن وشمگیر کی صورت میں کا ادبی ذوق اور قابلیت کا حامل ایک حکمران پیدا کیا۔ زیاری سلطنت کو دیلم کی دیگر سلطنتوں سے جدا کرنے والی ایک چیز ان کی شیعی کی بجائے سنی عقائد کے ساتھ وابستگی ہے۔

یارھویں صدی کے آغاز میں زیاریوں کو بھی غزنویوں کا نائب بننا قبول کرنا پڑا۔ دونوں خاندان شادی کے بندھنوں میں بندھے ہوئے تھے، لیکن ان کی 421/1030 سے بعد کی تاریخ

نہایت مبہم ہے۔ سلجوقوں نے کاسپیئن کے ساحلی علاقے گرگاں اور طبرستان لے لیے، لیکن لگتا ہے کہ زیاری خاندان کے افراد کم قابل رسائی کوہستانی علاقوں میں موجود رہے؛ آخری امیروں میں سے ایک کیکاؤس فارسی زبان میں ''بادشاہوں کا آئینہ'' (قابوس نامہ) کا مصنف ہونے کے طور پر مشہور ہے۔ اس کا بیٹا گیلان شاہ اس سلسلے کا آخری معلوم رکن تھا۔ غالباً اسے کا تخت کوہ البرز کے اسماعیلیوں نے الٹا، اور اس کے بعد سلطنت صفحۂ تاریخ سے ہمیشہ کے لیے غائب ہوگئی۔

39-بیوئی یا بُو یہی (320-454/932-1062)

فارس اور عراق

1-فارس اور خوزستان میں سلسلہ

322/929	عماد الدولہ علی
338/949	عدو الدولہ فنا خسرو
372/983	شرف الدولہ شیر زیل
380/990	شمس الدولہ مرزوبان
388/998	بہاؤ الدولہ فیروز
403/1012	سلطان الدولہ
412/1021	مشرف الدولہ حسن
415/1024	عماد الدین مرزوبان
440/1048	الملک الرحیم خسرو فیروز
447-54/1055-62	فولا دستون (صرف فارس میں)

شبان کارئی کردی سردار فضلو یہ نے فارس میں اقتدار پر قبضہ کرلیا

2- کرمان میں سلسلہ

324/936	معز الدولہ احمد
338/949	عدو دالدولہ فنا خسرو

372/983	صمصام الدولہ مرزوبان
388/998	بہاؤالدولہ فیروز
403/1012	قوام الدولہ
419-40/1028-48	عمادالدولہ مرزوبان

قاورد کا سلجوق سلسلہ

3-جبال میں سلسلہ

320/932	عمادالدولہ علی
335-66/947-77	رخ الدولہ حسن

(ا)ہمدان اور اصفہان میں شاخ

366/977	معید الدولہ بویہ
373/983	فخر الدولہ علی
387/997	شمس الدولہ
412-419	سماع الدولہ (کیکوئی اقتدار کے ماتحت)

(ب) رے میں شاخ

366/977	فخر الدولہ علی
387-420/997-1029	ماجد (مجد) الدولہ رستم

غزنوی فتوحات

4-عراق میں سلسلہ

334/645	معز الدولہ احمد
356/967	عزت الدولہ بختیار
367/978	عدود الدولہ فنا خسرو
372/983	شمس الدولہ مرزوبان
376/987	شرف الدولہ شیرزیل

379/989	بہاؤالدولہ فیروز
403/1012	سلطان الدولہ
412/1021	مشرف الدولہ حسن
416/1025	جلال الدولہ شیرزیل
435/1044	عمادالدین مرزوبان
440-7/1048-55	الملک الرحیم خسروفیروز

بغداد پر سلجوق قبضہ

بیوئی طاقت اور علاقائی وسعت کے اعتبار سے ان سلطنتوں میں سب سے بڑھ کر تھے جنھوں نے ایرانی تاریخ کے دیلمی شورش کے عرصے میں فروغ پایا...... یعنی دسویں اور ابتدائی گیارھویں صدی، سلجوقوں کی آمد سے پہلے۔ غیر واضح وجوہ (جو سیاسی کی بجائے سماجی اور مذہبی ہی ہوں گی) کی بنا پر ابتدائی برسوں میں دیلمیوں کی اپنے وطن سے نقل مکانی نظر آتی ہے۔ ان کے ایک کامیاب فوجی رہنما مرداویج بن زیار نے زیاری سلسلے کی بنیاد رکھی اور بیوئیوں نے اسی کی فوج میں پہلی مرتبہ شہرت حاصل کی۔

مرداویج کے قتل ہونے کے موقع پر تین بیوئی بھائیوں میں سب سے بڑا علی اصفہان پر قابض تھا، اور کچھ ہی عرصہ بعد اس نے فارس کو اپنے اختیار میں کر لیا، جبکہ حسن جبال اور احمد کرمان اور خوزستان کے مالک تھے۔ 334/945 میں احمد بغداد میں داخل ہوا اور عباسیوں نے بیوئی امیروں کے ماتحت نگرانی کا 110 سالہ دور شروع کیا۔ یہ بیوئی امیر عموماً امیر الامرا کہلاتے تھے۔ صدی کے تیسرے ربعہ میں احمد کے بیٹے عدود الدولہ نے عراق، جنوبی فارس اور حتیٰ کہ اومان میں بیوئی مقبوضات کو اپنے تحت متحد کیا، اور اس حکمران کے دور میں بیوئی سلطنت نے اتحاد اور اثر ورسوخ میں انتہائے عروج حاصل کیا۔ عدود الدولہ نے مغرب میں الجزیرہ کے حمدانیوں اور مشرق میں طبرستان کے زیاریوں اور خراسان کے سامانیوں کے خلاف توسیع پسندانہ پالیسی پر عمل کیا۔ تاہم اقتدار کا ایک پدرسری تصور بیوئیوں میں بالعموم موجود رہا۔ عدود الدولہ جیسے ایک طاقتور حکمران کی قیادت میں تو خاندان متحد رہا، لیکن اس کی موت کے بعد سلطنت بہت زیادہ نفاق اور

پھوٹ کا شکار ہوگئی۔اس عدم اتحاد کے باعث سب سے پہلے تو محمود غزنی نے 420/1055 میں رے اور جبال کو بویئیوں سے چھین کر ساتھ ملایا اور پھر سلجوق طغرل کی مغرب کی جانب آمد کے پیش نظر کمزوری کی حالت میں ہی چھوڑ دیا۔(سلجوق طغرل سنیوں کی راسخ العقیدگی کو استعمال میں لانے اور یہ دعویٰ کرنے کے قابل تھا کہ وہ عراق اور مغربی فارس کو کافروں سے آزادی دلوا رہا تھا۔) 447/1055 میں بغداد پر قبضہ کرلیا گیا لیکن فارس کے بیوئی امیر نے سات برس تک اقتدار سنبھالے رکھا۔انجام کار اس کی مقبوضات پر مقامی شبان کارعی کرد قابض ہو گئے، مگر جلد ہی انھیں سلجوقوں کے حق میں بے دخل ہونا پڑا۔

زیادہ تر دیلمیوں کی طرح بیوئی بھی اثنا عشری کو ماننے والے معتدل شیعہ تھے۔ان کے علاقوں میں روایتی شیعی تیوہار متعارف کروائے گئے، اور ان کے دور میں شیعی دینیات (جو قبل ازیں مبہم اور جذباتی تھی) کو منظم اور عقلی رنگ دیا گیا۔تاہم ان کا شیعہ ازم غالباً عرب مخالف ایرانی قومی احساسات کا اظہار تھا؛ اس لحاظ سے ان کی خود کو شجرہ نسب میں سامانیوں کے ساتھ ملانے کی کوششیں اور فارس کا قدیم شاہی خطاب شہنشاہ اختیار کرنا قابل غور ہیں۔خلیفہ کی سیاسی طاقت اور مادی وسائل کو لازمی طور پر محدود کیا گیا، تاہم بویئیوں نے خلافت کے خاتمے کی کوئی کوشش نہ کی، اور انھوں نے اپنے سیاسی مخالفین اسماعیلی شیعی فاطمیوں کے خلاف جارحیت کا مظاہرہ کیا۔ثقافتی اعتبار سے بویئیوں کی دوسری اور تیسری پشت میں فارسی اور عربی ادب کی قدر افزائی کی گئی اور اس عہد کے کچھ عظیم ترین محققین نے ان کی نگرانی میں کام کیا، جن میں ابوالفرج اصفہانی بھی شامل تھا۔

40- کاکوئی یا کاکوی (398-443/1008-51)

خود مختار حکمران؛ ان کے بعد سلجوقوں کے باجگزار

وسطی اور مغربی فارس

398/1008	علاؤالدولہ محمد بن دشمن زیار
433-43/1041-51	ابومنصور فرامرز (اصفہان)
433-440/1041-1048 اندازاً	ابوکالیجار گرشاسپ اول (ہمدان اور نہاوند میں)

?-488/?-1095 ابومنصور علی (یزد میں)

488-513/1095-1119 اندازاً ابو کالیجار گرشاسپ دوم (یزد میں)

کا کوئی ایک دیلمی سلطنت تھے جنھوں نے بیوئیوں کے انحطاط کے دور میں مغربی فارس میں ترقی پائی اور بعد میں سلجوقوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے باج گزار ہی بن کر رہ گئے۔ دشمنز یار ایک دیلمی تھا جس نے رے اور جبال کے بیوئیوں سے شہر یار نامی شہر حاصل کیا تھا۔ اس کا بیٹا علا الدولہ محمد ابن کاکویا (کاکویہ) کے نام سے مشہور تھا، اور ذرائع کے مطابق دیلمی بولی میں کاکو کا مطلب ماموں تھا۔ محمد بیوئی امیر ماجد الدولہ کا ماموں تھا۔ 398/1008 میں وہ اصفہان کا گورنر بن گیا اور جلد ہی ہمدان اور مغربی فارس کے دیگر شہروں پر قبضہ کر لیا؛ اس خطے کے بھرپور محصولات کے ذریعہ اس نے ایک موثر کرائے کی فوج تیار کی اور کاکوئیوں کو کچھ عرصہ کے لیے ایک اہم طاقت بنا دیا۔ اس نے اپنے دربار میں شعرا اور محققین کی حوصلہ افزائی کی۔ اور فلسفی ابن سینا تادم مرگ اس کا وزیر رہا۔ جب محمود غزنی نے 420/1029 میں رے فتح کیا تو ابن کاکویہ کو اطاعت پر مجبور ہونا پڑا؛ لیکن غزنویوں نے ان دور افتادہ علاقوں کو قبضے میں لینا مشکل پایا اور ایک موقع پر تو کاکویہ خود رے پر قابض ہو گیا۔

اوغوز کے حملوں اور ان کے ریوڑوں نے فارس میں ساری سیاسی صورت حال بدل کر رکھ دی اور دیگر دیلمی طاقتوں کی مانند کاکوئیوں کو دفاعی انداز اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ 433/1041 میں جب ابن کاکویہ کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا فرامرز اصفہان میں تخت نشین ہوا، لیکن اسے سلجوقوں کو اپنے آقا تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ 443/1051 میں طغرل نے اصفہان پر حتمی طور پر قبضہ کیا تو فرامرز نے اس کے بدلے میں ابرقوہ اور یزد لے لیے۔ اس کے بھائی گرشاسپ نے ہمدان اور نہاوند میں اپنے باپ کی تقلید کی لیکن اوغوز کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ کر فارس کے بیوئیوں کے پاس چلا گیا۔ لگتا ہے آخری کاکوئیوں نے خود کو کافی حد تک عظیم سلجوق دور کے مطابق بنا لیا۔ علی بن فرامرز یزد میں اپنے باپ کا جانشین بنا اور چغری بیگ کی بیٹی سے شادی کر لی؛ اس خاندان کے جس آخری فرد کا ذکر ملتا ہے وہ گرشاسپ بن علی تھا۔ اس نے سلاطین محمد اور سنجر کی بہن سے شادی کی۔

41-طاہری(205-59/821-73)

خراسان

205/821	طاہراول بن حسین ،المعروف دھوالیمینی
207/822	طلحہ
213/828	عبداللہ
230/845	طاہردوم
248-59/862-73	محمد

صفاری اور سامانی

طاہر بن الحسین فارسی مولا نسل سے تھا۔ وہ المامون کے دور میں سپہ سالار کے طور پر 194/810 میں الامین کے خلاف جنگ نمایاں ہوا، اور بغداد کی شکست کے بعد اس شہر اور الجزیرہ کا گورنر بن گیا۔اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل اس نے خطبہ جمعہ سے المامون کا نام حذف کرانا شروع کر دیا تھا جو کہ اظہار بغاوت یا خودمختاری کے اعلان کے مترادف تھا۔لیکن خلیفہ نے طاہر کے بیٹے طلحہ کو گورنری سونپ دی کیونکہ اس کی نظر میں اورکوئی بھی شخص اس عہدے کے قابل نہ تھا۔تب سے طاہری نیشاپور کو دارالحکومت بنا کر تقریباً خودمختاری کے ساتھ حکومت کرنے لگے، اور بغداد کو باقاعدگی کے ساتھ خراج دیتے رہے (اس خراج میں ترک خلیفہ کے پیشہ ور غلام فوجیوں کا بنیادی ذریعہ بن گئے)۔ان کا کٹر سنی عقیدہ اور مضبوط ایرانی وعرب جاگیردار وعسکری طبقات کی جانب جھکاؤ نے بالائی طبقہ کی طرف سے ان کی حمایت کو یقینی بنادیا، البتہ وہ عام لوگوں کے حقوق کو تحفظ دینے ،زراعت اور تعمیرات کی حوصلہ افزائی اور شاعروں و محققین کی سرپرستی کے لیے بھی اچھی شہرت رکھتے تھے۔جب طاہری خاندان کی مرکزی شاخ خراسان میں حکمران تھی تو ساتھ ہی ساتھ خاندان کے دیگر افراد دسویں صدی کی ابتدأ تک گیریژن کے کمانڈر کے اہم عہدے (صاحب الشرطہ)پر تعینات رہے۔

خراسان میں طاہریوں کی مرکزی سیاسی وعسکری کوششوں کا مقصد کاسپیئن علاقوں میں شیعی دعوۃ یا پراپیگنڈا کو روکنا اور سیستان میں صفاریوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو لگام ڈالنا تھا۔تاہم سیستان

میں انھیں ناکامی ہوئی۔ خراسان میں حکومت کرنے والا آخری طاہری محمد بن طاہر دوم اپنے پیش روؤں جیسی قابلیت نہ رکھتا تھا، اور 259/873 میں نیشاپور کو یعقوب بن لیث کے آگے ہار بیٹھا۔ 271/885 میں اسے اس عہدے پر دوبارہ تعینات کیا گیا، لیکن وہ کبھی بھی یہ فریضہ صحیح طور پر نہ نبھا سکا اور دسویں صدی کی ابتدا میں فوت ہو گیا۔

42-سامانی (204-395/819-1005)

خراسان اور ورائے جیحون

204/819	احمد اول بن اسد بن سامان، (فرگھانہ) فرغنہ کا گورنر
250/864	نصر اول احمد، اصلاً سمرقند کا گورنر
279/892	اسماعیل بن احمد
295/907	احمد دوم بن اسماعیل
301/914	الامیر السعید نصر دوم
331/943	الامیر الحمید نوح اول
343/954	الامیر المعید عبد الملک اول
350/961	الامیر السدید منصور
365/976	الامیر اول
387/997	الرضا نوح دوم
389/999	منصور دوم
390-5/1000-5	اسماعیل دوم المنتصر

قراخانیوں (ورائے جیحون) اور غزنویوں (خراسان) کے درمیان علاقوں کی تقسیم

سامانی سلطنت کا بانی شمالی افغانستان کے علاقہ بلخ میں ایک دیہ گان یا مقامی جاگیردار سامان خدا تھا، البتہ بعد میں سلطنت نے فارس کے قدیم ساسانی شہنشاہوں کی نسل سے ہونے کا دعویٰ

کیا۔ سامان خدا نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے چار پوتوں نے خراسان میں خلیفہ مامون کی ملازمت کی۔ وفاداری کے ساتھ خدمت کرنے کے انعام میں نوح کو سمرقند، احمد کو فرغنہ، یحییٰ کو شاش اور الیاس کو ہرات کا گورنر مقرر کیا گیا۔ انھوں نے ورائے جیحون علاقے میں خود کو خاصا مضبوط کر لیا، اور 263/875 میں نصر بن احمد کو خلیفہ المعتمد نے اس سارے علاقے کا گورنر بنا دیا۔ یہ امیر خطہ سامانی سلطنت کا نیوکلیئس بن گیا اور انھوں نے ورائے جیحون کے سیاسی استحکام اور اس کے تجارتی مفادات پر سٹیپوں کے پاگان ترک حملوں کو روکنے کے اضافی فرائض بھی اپنے ذمہ لے لیے۔ ورائے جیحون کی شمالی سرحدیں اور فرغنہ اسلام کے لیے محفوظ کر لیے گئے تھے، اور 280/893 میں اسماعیل بن احمد نے سیر دریا سے پرے قرلق پر حملہ کر کے ان کے دار الحکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سٹیپوں میں اپنی عسکری طاقت کا خوف پیدا کر لینے اور وسط ایشیا کے کاروانوں کے راستے کھلے رکھنے کے ذریعہ سامانیوں نے اپنے علاقوں میں اقتصادی خوش حالی کو یقینی بنایا۔ نویں صدی کے بعد سے مسلم بادشاہوں کی فوجوں میں بھرتی ہونے والے زیادہ تر ترک غلاموں کا تعلق انھی سامانی علاقوں سے تھا۔ خوش حالی کی اس بنیاد پر سامانی امیروں نے بخارا میں اپنے دربار کو نہ صرف روایتی عربی علوم بلکہ نئی فارسی زبان اور ادب کی نشاۃ ثانیہ کا مرکز بھی بنا لیا؛ سامانیوں کے دورِ حکومت میں ہی فردوسی نے شاہنامہ اسلام لکھنا شروع کی۔

287/900 میں اسماعیل نے صفاری عمر بن لیث کو شکست دے کر اور حراست میں لے کر عباسی خلیفہ کا دل موہ لیا، اور خراسان کی گورنرشپ انعام میں حاصل کی۔ اب مشرقی ایران میں سامانی سب سے بڑی طاقت تھے۔ افغانستان میں ان کی حاکمیت ہندوستان کی سرحدوں تک کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ شمالی فارس میں ان کا ٹکراؤ بویئیوں کے ساتھ ہوا؛ یہاں خلافتی اور سنی حمایت کام آئی (کیونکہ سامانی کٹر سنی تھے)، اور خراسان اور ورائے جیحون میں انھوں نے ایسے خطوں پر حکومت کی جو ان کے مسلک کے گڑھ تھے۔

دسویں صدی کے درمیانی برسوں میں سامانی سلطنت ناتوانی اور انتشار کی علامات ظاہر کرنے لگی۔ یکے بعد دیگرے کئی محلاتی سازشوں نے دکھا دیا کہ عسکری اور جاگیردار طبقات اختیارات حاصل کرتے جا رہے تھے۔ خراسان میں بغاوتوں کے باعث یہ علاقہ بخارا کے اختیار سے نکل

گیا۔ چنانچہ دسویں صدی کے آخری عشرے کے دوران قراخانیوں اور غزنویوں کو سامانی علاقوں پر قبضہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ آخری بھگوڑا سامانی 395/1005 میں مارا گیا۔

43-صفاری (253-900/867-1495)

سیستان

253/867	یحییٰ بن لیث الصفار
265/879	عمرو بن لیث
288/901	طاہر بن محمد بن عمرو
296/908	لیث بن علی
298/910	محمد بن علی
298/911	سامانیوں کا پہلا قبضہ اور محمد بن ہرمز کی شورش
299/912	عمرو بن یعقوب محمد بن عمرو
300/913	سامانیوں کا دوسرا قبضہ اور کثیر بن احمد اور احمد بن قدام کی شورشیں
310/922	احمد بن خلف بن لیث بن علی (اصل میں اسے سامانیوں کے لیے گورنر مقرر کیا گیا تھا)
352/963	ولی الدولہ خلف بن احمد
393/1003	غزنوی قبضہ
?	طاہر بن خلف (محمود غزنوی کے ابتدائی دور حکومت میں غزنویوں کے نائب گورنر)
420/1029	نصر بن احمد (مسعود اور مودود کے دور حکومت میں غزنوی نیابت اور پھر 440/1048 کے بعد سلجوق نیابت کے تحت گورنر)

465/1073	بہاءُ الدولہ طاہر بن نصر
482/1090	بہاءُ الدولہ خلف بن نصر
496/1103 کے بعد	تاج الدین نصر بن؟ خلف
559/1164	شمس الدین احمد یا محمد
562/1167	تاج الدین حرب
612/1215	شمس الدین بہرام شاہ
618/1221	تاج الدین نصر
618/1221	منگول حملے: منگول بالا دستی کے تحت صفاریوں کا سلسلہ
618/1221	رکن الدین ابو منصور
618/1222	شہاب الدین محمود
622/1225	علی
626/1229	شمس الدین علی
652/1254	نصر الدین
728/1328	نصرت الدین
731/1331	قطب الدین محمد
747/1346	تاج الدین اول
751/1350	محمود
763/1362	عز الدین
784/1382	قطب الدین اول
788/1386	تاج الدین دوم
805/1403	قطب الدین دوم
822/1419	شمس الدین

842/1438 نظام الدین یحییٰ

885-?/1480-? شمس الدین محمد

صفاری برادران کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے بانی یعقوب کا تانبے (صفار) کا کاروبار تھا۔ یعقوب اور عمرو کے دور میں ان کا آبائی علاقہ سیستان ایک وسیع لیکن عارضی سلطنت کا صدر مقام بن گیا۔ اس سلطنت میں شمال مغرب حصے کے سوا تقریباً سارے کا سارا فارس شامل تھا۔ نویں صدی کے دوران سیستان فرقہ ورانہ فسادات اور سماجی بے چینی کے باعث بہت زیادہ گڑبڑ کا شکار رہا۔ یہ مشرق سے بھاگ کر فارس میں آنے والے بہت سے انتشار پسند عناصر، بالخصوص خارجیوں کی پناہ گاہ بن گیا۔ ہوسکتا ہے کہ یعقوب اصل میں خود بھی ایک خارجی ہی ہو۔ اس کی فوج کا نیوکلیئس مقامی بدمعاشوں کے گروہ پر مشتمل تھا جو سیستان میں سنی عقائد کا دفاع کرنے کے لیے تشکیل دیا گیا تھا، لیکن اس کی فوج میں بہت سے خارجی بھی بھرتی ہونے لگے۔ یعقوب نے یہ فوج جمع کر لینے کے بعد مشرق کی جانب افغانستان میں کابل اور اس کے بعد ہندی دنیا کے کناروں تک توسیع اختیار کی، اور وہاں کے مقامی حکمرانوں کو نکال باہر کیا۔ مغرب میں اس نے طاہریوں پر حملہ کر کے ان سے خراسان کی مقبوضات چھین لیں اور 259/873 میں ان کے دارالحکومت نیشاپور پر قبضہ کرلیا۔ طاہری اور سامانی مذہبی بنیاد پرستی اور نظام حسب مراتب کی نمائندگی کرتے تھے، جبکہ صفاری سردار بدمعاشوں جیسا طرز ع،؛ اختیار کیے ہوئے تھے۔ ان کی فوج میں بہت سے کثیر المذاہب اور ریڈیکل عناصر موجود تھے۔ طاہریوں کا دفاعی بند ٹوٹ جانے کے بعد بغداد کے عباسی خلیفہ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ عمرو کو سیستان، خراسان میں اپنا گورنر تسلیم کر لے۔ ان وسیع علاقوں پر بھی قناعت کیے بغیر عمرو نے ورائے جیحون کو لالچی نظروں سے دیکھا جو اس وقت نام نہاد طور پر طاہریوں کی زیر نگرانی تھا۔ لیکن ورائے جیحون میں طاقت کے اصل مالک سامانی صفاریوں کے برابر کا جوڑ ثابت ہوئے، اور امیر اسماعیل بن احمد نے عمرو کو شکست دے کر قید کرلیا۔ فوجی فاتحین کی ذاتی تخلیق صفاری سلطنت کی عمارت زمیں بوس ہوگئی، اور دسویں صدی کے ابتدائی برسوں کے دوران سیستان پر سامانیوں کا اختیار ہوگیا۔

شدید پابندیوں کے باوجود سامانی خاندان تقریباً مزید چھ سو سال تک سیستان میں موجود رہا،

اور یہ بات واضح ہے کہ وہ سیستان کے مقامی لوگوں کے مفادات اور امنگوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ سیستان میں حملوں کی متعدد لہروں کے باوجود وہاں صفاریوں کے قائم رہنے کی اور کوئی توضیح نظر نہیں آتی۔ سامانیوں کی اطاعت کا جواز زیادہ وزنی نہ تھا اور صفاری جلد ہی گورنروں اور مقامی حکمرانوں کے طور پر دوبارہ نمودار ہوئے۔ دسویں صدی کے ایک امیر خلف بن احمد نے علم و فضل کے فیاض سرپرست کے طور پر شہرت حاصل کی۔ 393/1003 میں محمود غزنی نے علاقے پر چڑھائی کر کے اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ تاریخ سیستان کا محبّ وطن مورخ اس واقعہ کو ملک کے لیے تباہ کن بیان کرتا ہے۔ تاہم صفاری ایک مرتبہ پھر ابھرے اور گیارھویں صدی کے وسطی برسوں کے دوران سلجوق۔غزنوی لڑائی میں اپنی حیثیت کو مستحکم بنایا، اور پہلے سلجوقوں اور پھر غوریوں کے باجگزاروں کے طور پر حکومت کی۔ حتیٰ کہ منگولوں اور تیمور کے تباہ کن حملوں کے بعد بھی وہ پندرھویں صدی کے اختتام تک خود کو قائم رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

44-خوارزم شاہان

1- کاتھ کے افریگی/افریغی (305-385/995)

?-385/?-995	ابوعبداللہ محمد

مامونی فتوحات

2- گرگنج کے مامونی

382/992 اندازاً	ابوعلی مامون اول
387/997	ابوالحسن علی
399/1009	ابوالعباس مامون دوم
407-8/1017	ابوالحارث محمد

غزنوی فتح

3-غزنوی گورنر (408-25/1017-34)

408/1017	التنتش

423/1032	ہارون بن التنتش (برائے نام خوارزم شاہ، غزنہ کے سعید بن مسعود کا لیفٹیننٹ اور اس کے بعد غزنہ سے آزاد)
425/1034	اسماعیل خاندان بن التنتش (غزنہ سے آزاد)
432/1041	جند کے شاہ اوغوز یبغو کی فتح خوارزم

4-انوشگین کا سلسلہ (470-628/1077-1231)

آغاز میں سلجوقوں کے گورنر کے طور پر اور بعد ازاں وسطی ایشیا اور فارس میں آزاد حکمرانوں کی حیثیت میں)

470/1077اندازاً	انوشگین گھر چائی اول
490/1097	ترک گورنر ایکنجی بن قوچار
490/1097	قطب الدین محمد
521/1127	علا الدین اتسیز
551/1156	اِل ارسلان
567/1172	علا الدین تیکش
567-89/1172-92	سلطان شاہ بن اِل ارسلان، شمالی خراسان میں مخالف حکمران
596/1200	علا الدین محمد
617-28/1220-31	جلال الدین منگبرنو (؟اس ترک نام کی اصل صورت غیر یقینی ہے)

منگول تسخیر

خوارزم زیریں جیحون کے کنارے واقع ایک زرخیز زرعی خطہ تھا جہاں بعد ازاں کھیوا خانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ چاروں جانب سے چراگاہوں اور صحرا میں گھرا ہونے کے باعث یہ جغرافیائی اعتبار سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ اس جغرافیائی خصوصیت نے اسے طویل عرصہ تک اپنا جداگانہ

سیاسی وجود قائم اور ممتاز ایرانی ثقافت کو جاری رکھنے کے قابل بنایا۔خوارزم ہندی ایرانیوں کا گھر بھی رہا ہے۔مورخ بیرونی نے وہاں کی سیاسی زندگی کی ابتدا پہلے ہزاریے میں بتائی ہے۔اس کے مطابق ایرانی افریغی سلطنت کا آغاز 305 عیسوی میں ہوا، اور وہ 385/995 میں اس کے خاتمے تک بیس شاہوں کی فہرست پیش کرتا ہے۔خوارزم پہلی مرتبہ 93/712 میں اسلام کے اثر میں آیا جب خراسان کے عرب گورنر قتیبہ بن مسلم نے خوارزم پر حملہ کیا اور مقامی تہذیب کو کافی زیادہ نقصان پہنچایا۔لیکن آٹھویں صدی کے آخر یا نویں صدی کے آغاز میں ہی کہیں جا کر ایک خوارزم شاہ نے اسلام قبول کیا اور عبداللہ کا نام اختیار کرلیا۔

دسویں صدی کے دوران دریائے جیحون کے بائیں کنارے پر گرگنج نامی شہر نے سیاسی اور اقتصادی اہمیت حاصل کر لی، جس کی بڑی وجہ اس کا سائبیریا اور روس جانے والے تجارتی راستے کے آخر پر واقع ہونا تھا۔ایک مقامی خاندان، مامونیوں نے 385/995 میں کاتھ (جو دریا کے دائیں کنارے پر واقع تھا) کے افریغیوں کو شکست دی اور خود کو خوارزم شاہ کہلوانے لگے۔ مامونیوں کا عرصۂ حکومت مختصر سہی لیکن کامیابیوں سے عاری نہ تھا۔ابن سینا اور ثعالبی جیسے فلسفیوں اور ادیبوں نے ان کی سرپرستی حاصل کی۔یوں یوخوارزم سامانیوں کی نیابت میں تھا اگرچہ عملی طور پر اس کا کوئی اظہار نہیں ملتا تھا۔لیکن 408/1017 میں (خراسان میں سامانی طاقت کے وارث) محمود غزنی نے خوارزم کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔یوں وہاں مامونیوں کی حکومت اختتام پذیر ہوئی۔کوئی بیس برس تک علاقے پر غزنویوں کے ترک غلام گورنروں کے حکومت رہی اور پھر اوغز ترک یغبو یا سیر دریا کے دہانے پر واقع جند کے حکمران شاہ ملک بن علی وہاں کا حکمران بن بیٹھا۔لیکن فوراً ہی شاہ ملک کا تختہ سلجوق دشمنوں نے الٹ دیا (432/1040)اور خوارزم سلجوق اختیار میں چلا گیا۔

سلجوق سلاطین نے اپنے گورنر تعینات کیے، اور ملک شاہ کے دور حکومت میں ایک ترک غلام انوشگین گھرچائی گورنر تھا جو شاہی طشت دار رہ چکا تھا۔اس کے جانشین موروثی گورنر بن گئے اور خوارزم شاہان کا لقب اختیار کیا۔انوشگین کا بیٹا سلجوقوں کی اطاعت کا طوق گلے سے اتار پھینکنے کا عزم دل میں لیے ہوئے تھا۔ 535/1141 میں قرا خطائی کے ہاتھوں سنجر کی خوفناک شکست

کے بعد یہ مقصد پورا کر لینا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا۔ لیکن تب خوارزم شاہان کو مشتق بعید سے آنے والے ان نئے حملہ آوروں کی طاقت کو تسلیم کرنا پڑا۔ عملی طور پر قرا خطائیوں نے خوارزم شاہان ان کے حال پر ہی رہنے دیا، اور بارھویں صدی کے آخری عشروں کے دوران خراسان اور ایران کے سارے مشرقی علاقے پر بالادستی حاصل کرنے کی خاطر خوارزم شاہان اور فیروزکوہ وغزنہ کے غوریوں کے مابین زبردست جدو جہد کا عرصہ دیکھا۔ تیرھویں صدی کے ابتدائی برسوں میں شاہان فتح مندر رہے، اور وہ ہندوستان کی سرحدوں سے لے کرانا طولیہ کی سرحدوں تک کے وسیع علاقے پر محیط سلطنت کے مالک بن گئے۔ انھوں نے مغربی فارس میں سلجوق حکومت کی باقیات کا خاتمہ اور کر کے بغداد کے عباسی خلفاً کے خلاف پیش قدمی کی۔ تاہم یہ متاثر کن کامیابی ناپائیدار ثابت ہوئی؛ 617/1220 میں چنگیز خان کے منگولوں نے ورائے جیحون کا فتح کیا اور آخری خوارزم شاہ جلال الدین کا دور مشرق وسطیٰ میں منگولوں کی آمد کو روکنے کی جرأتمندانہ لیکن لاحاصل کوششوں کی نذر رہوا۔

بعد کی صدیوں میں خوارزم مختلف وسط ایشیائی افراد کے زیر اختیار آیا اور اس کا اصل ایرانی کردار مکمل طور پر دب گیا۔ اگر چہ خوارزم شاہ کا لقب پندرھویں صدی کے تیموری گورنر بھی استعمال کرتے رہے۔

45- قراخانی (382-607/992-1211)

ورائے جیحون اور مشرقی ترکستان

1- متحدہ بادشاہت کے عظیم قغان

?	علی بن موسیٰ
388/998	احمد اول ارسلان قراخان یا توغان خان
406/1015	منصور ارسلان خان
415/1024	احمد دوم توغان خان
417-24/1026-32	یوسف اول قادر خان

2-مغربی بادشاہت کے عظیم قغان

(ورائے جیحون، بخارہ وسمرقند اور مغربی فرغانہ سمیت)

413/1041	محمد عین الدولہ
444/1052	ابراہیم اول بوریتگین تمغج خان
460/1068	نصر اول
472/1080	خضر
?473/?1081	احمد اول
482/1089	یعقوب
488/1095	مسعود اول
490/1097	سلیمان
490/1097	محمود اول
492/1099	جبرائیل
495/1102	محمد دوم
?523/?1129	نصر دوم
?523/?1129	احمد دوم
524/1130	حسن
?526/?1132	ابراہیم دوم
526/1132	محمود دوم (بعد میں سلجوق سنجر کے بعد خراسان کا گورنر)
536/1141	ابراہیم سوم
551/1156	علی

556/1161	مسعود دوم
574/1178	ابراہیم چہارم (574/1178 میں صرف فرغانہ اور اس کے بعد سمرقند میں بھی)
600-7/1204-11	عثمان

خوارزم شاہان کا ورائے جیحون پر قبضہ

3- مشرقی سلطنت کے عظیم قغان

(تلس، اسفیجاب، شاش،، یسمر چے، کاشغر اور عموماً مشرقی فرغانہ)

423/1032	سلیمان
448/1056	محمد اول
449/1057	ابراہیم
451/1059	محمود
467/1074	عمر
467/1075	حسن یا ہارون
496/1103	احمد یا ہارون
522/1128	ابراہیم دوم
553/1158	محمد دوم
?	یوسف دوم
607/1211	محمد سوم

کوچلوگ کا قبضہ

قراخانیوں کو یہ نام یورپی مستشرقین نے دیا کیونکہ ان کے القاب میں قرا (کالا) کا لفظ بار بار آتا ہے۔ انھیں ایلک (خاص) خان یا آل افراسیاب بھی کہا جاتا ہے۔ سلطنت کے بارے میں اولین حوالے اومیلجان پریتسہ کے مطابق قراخانی سلطنت قرلغ ترک لوگوں ......ایک گروپ جس نے سٹیپی کی قدیم تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا...... کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس

تعلق کی توثیق نہیں ہوسکی لیکن قرین قیاس یہی ہے۔

قراخانی دسویں صدی کی ابتدا میں مسلمان ہوئے، اوران کے سردار ستُق بغراخان نے اسلامی نام عبدالکریم اختیار کرلیا۔ اس کا پوتا ہارون یا حسن بغراخان ورائے جیحون کے سامانیوں کے انحطاط کے باعث پیدا ہونے والے خلا کی وجہ سے جنوب کی جانب متوجہ ہوا۔ 382/992 میں اس نے بخارا پر قبضہ کرلیا، اور کچھ ہی برس بعد اس نے اور غزنہ کے محمود نے سامانیوں کی حاکمیت کو پوری طرح ختم کر دیا۔ دونوں سلطنتوں کے درمیان دریائے جیحون سرحد بن گیا، اور آئندہ دو صدیوں کے لیے قراخانیوں کے علاقے بخارا اور زیریں سیر دریا سے لے کر مغرب میں سیمرچے اور مشرق میں کاشغر تک وسیع رہے۔ 407/1016 میں قراخانی خاندان کے افراد کے درمیان جنگ وجدل کا ذکر ملتا ہے، اور 493/1041 کے بعد حکومت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مغربی حصے میں ورائے جیحون اور مغربی فرغانہ شامل تھا اور مشرقی حصے میں تلس، اسفجاب، شاش، مشرقی فرغانہ، سیمرچے اور کاشغر شامل تھے۔ عظیم قغان علی بن موسیٰ کی اولاد مغرب میں اور اس کے کزن ہاروں یا حسن بغراخان کی اولاد (حسنی) مشرق میں حکومت کررہے تھے۔ بارھویں صدی کے اختتامی برسوں میں جب قغان احمد اول بن خضر نے مبینہ طور پر اسماعیلی شیعہ ازم اختیار کرلیا تو بخارا میں ایک بحران پیدا ہوا۔ قبل ازیں سلجوق ملک شاہ کی حکومت میں دخل اندازی کرچکے تھے، اور اب قراخانیوں نے مطلق طور پر سلجوقوں کی نیابت قبول کر لی۔ لیکن 536/1141 میں قطوان ستیپی کے مقام پر سنجر کی خوفناک شکست کے بعد دریائے جیحون کے شمال میں سارے ترکستان کا کنٹرول بت پرست قراخطائی کو مل گیا۔ آخری قراخانی قراخطائی کنٹرول کو ختم کرنے میں کامیاب رہا، لیکن آخری مغربی قغان، سمرقند کے عثمان 607/1211 میں خوارزم شاہ علا الدین کے ہاتھوں مارا گیا اور مشرقی حصے پر مختصر عرصہ کے لیے منگول کوچلوگ نے قبضہ جمالیا۔

دوسری طرف ترک غزنویوں نے فارسی اسلامی طرز پر ایک مضبوط مرتکز ریاست تشکیل دی، جبکہ قراخانی کافی حد تک اپنے قبائلی ماضی کے ساتھ ہی جڑے رہے۔ ترکی زبان کی دو قدیم ترین تحریروں کا تعلق قراخانی دور سے ہی ہے۔ قراخانی علاقے ایک ڈھیلی ڈھالی قبائلی فیڈریشن کی صورت اختیار کیے ہوئے تھے اور قرلغ قبائلیوں کا زیادہ تر حصہ بدستور خانہ بدوش ہی رہا۔

چھٹا حصہ

سلجوق اور اتابیگ

46- سلجوق (429-590/1038-1194)

1- عظیم سلجوق (عراق اور فارس)

429/1038	رکن الدنیا والدین طغرل (توغرل) اول
455/1063	عدود الدولہ
465/1072	جلال الدولہ ملک شاہ اول
485/1092	نصر الدین محمود اول
487/1094	رکن الدین برک یاروک (برکیاروک)
498/1105	معز الدین ملک شاہ دوم
498/1105	غیاث الدین محمد اول
511-52/1118-57	معز الدین سنجر (مشرقی فارس میں حکمران 490-552/1097-1157؛ اور 511/1118 کے بعد سلجوق خاندان کا مطلق سلطان)

صرف عراق اور مغرب فارس میں

511/1118	مغیث الدین محمود دوم
525/1131	غیاث الدین داؤد
526/1132	رکن الدین تغرل دوم
529/1134	غیاث الدین مسعود
547/1152	معین الدین ملک شاہ
548/1153	رکن الدین محمود دوم

555/1160	غیاث الدین سلیمان شاہ
556/1161	معزالدین ارسلان
571-90/1176-94	رکن الدین تغرل سوم

خوارزم شاہان

2-شام کے سلجوق(471-511/1078-1117)

471/1078	تاج الدولہ تُتش
488-507/1095-1113	رضوان (حلب میں)
488-497/1095-1104	بقاک (دمشق میں) اس کے اتابیگ تغتجن نے اس کی جگہ سنبھالی
507/1113	الپ ارسلان الاخرس (حلب میں)
508-11/1114-17	شاہ سلطان (حلب میں)

دمشق میں تغتجن، بوریوں یا بیوریوں کی نسل، حلب میں ارتُوکدال غازی

3- کرمان کے سلجوق(433-582/1041-1186)

433/1041	عمادالدین قاورد
465/1073	کرمان شاہ
467/1074	حسین
467/1074	رکن الدولہ سلطان شاہ
477/1085	محی الدین توران شاہ
490/1097	بہأ الدین ایران شاہ
495/1101	محی الدین ارسلان شاہ اول
537/1142	مغیث الدین محمد اول
551/1156	محی الدین تغرل شاہ
565/1170	بہرام شاہ

570/1175	ارسلان شاہ دوم
572/1176	توران شاہ دوم
579-82/1183-6	محمد دوم

غُز قبضہ

سلجوق بالاصل اوغوز ترک افراد کے قِنِق قبیلے میں سرداروں کا ایک خاندان تھا۔ دسویں صدی اواخر میں اسلام قبول کرنے پر وہ خوارزم اور ورائے جیحون میں اسلامی دنیا میں اسے طرح شامل ہوئے جیسے کہ اور بہت سے بربری تارکین وطن شامل ہوئے تھے ......یعنی وہاں کی متحارب طاقتوں کے لیے کرائے کے سپاہیوں کے طور پر۔ سلجوقوں اور ان کے خانہ بدوش جتھوں نے غزنویوں سے خراسان چھین لیا، اور 429/1038 میں طغرل نے نیشاپور میں سلطان ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ طغرل نے جان بوجھ کر اپنی حاکمیت کو سنی کاز اور عباسی خلفاً کی شیعہ بویئوں سے خلاصی کے ساتھ نتھی کر لیا؛ اس پالیسی نے اسے مغربی فارس کی دیلمی طاقتوں کے خلاف سلجوق پیش قدمی کے دوران بنیاد پرستوں کی حمایت حاصل کرنے میں مدد دی۔ 447/1055 میں طغرل بغداد میں داخل ہوا خلیفہ سے اپنے سلطان ہونے کی توثیق حاصل کی۔ چند برس بعد بویئوں کا سلسلہ بالکل ختم ہو کر رہ گیا۔

اب سلطان سلطنت بہت تیزی کے ساتھ فارسی اسلامی طرز کی سلسلہ حسب مراتب والی ریاست کی صورت اختیار کر گئی، جس میں مطلق سلطان کی مدد ایک فارسی بیورو کریسی اور ترک غلام کمانڈروں کے ماتحت ایک کثیر القومی فوج کر رہی تھی۔ ترکمان بیگوں یا سرداروں کے دور میں بہت سے قبائلی بھی اس عسکری نیوکلیئس میں شامل ہونے لگے۔ الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ (دونوں کا انحصار کافی حد تک نہایت قابل فارسی وزیر نظام الملک پر تھا) کی حکومت کے دوران عظیم سلجوقوں کی سلطنت اپنے عروج کو پہنچی۔ مشرق میں خوارزم اور مغربی افغانستان کو غزنویوں سے چھینا جا چکا تھا۔ اور ملک شاہ نے اپنے عہد حکومت کے آخر میں ورائے جیحون پر حملہ کیا اور قراخانیوں کو مطیع بنایا۔ مغرب میں کاکیشیا کے عیسائی جارجیوں کے خلاف سختی کی گئی؛ فاطمی اثر و رسوخ کو شام اور الجزیرہ میں ختم کیا گیا، عقیلیوں جیسی شیعہ ازم کی جانب تھوڑی بہت جھکاؤ

رکھنے والی سلطنتوں کا خاتمہ کر کے ان جگہ پر شام میں قابل بھروسہ ترکی گورنروں کو تعینات کیا گیا۔ اناطولیہ میں ملازگرد کے مقام پر بازنطینیوں کی شکست (463/1071) نے ترکمانوں کے لیے ایشیائے کوچک میں مہم جوئی کرنا ممکن بنا دیا، اوران حملہ آوروں نے وہاں متعدد ترک جاگیروں (Principalities) کی بنیاد رکھی۔ ملک شاہ کے بھائی تُتش اور تُتش کے بیٹوں اور پوتوں نے حلب اور دمشق میں قلیل المدت چھوٹی سی سلجوق شاخ قائم کی۔ حتیٰ کہ سلجوقوں کے ہاتھ جزیرہ نما عرب میں یمن اور بحرین تک بھی پہنچ گئے۔ کرمان میں طغرل کے بھتیجے قاورد نے ایک مقامی سلطنت قائم کی جو ڈیڑھ سو برس بعد (582/1186) اوغوز قبائلیوں کی آمد تک قائم رہی۔ دانشورانہ میدان میں وزیر نظام الملک اور الغزالی جیسے محققین نے سیاسی سطح پر شیعہ ازم کی شکست کو عملی صورت دی اور بنیاد پرست سنی ردعمل کو مستحکم کیا۔

ایک ایسی سلطنت میں مرکز گریز رجحانات پیدا ہونا (مرکز کا کڑا کنٹرول نرم ہونے پر) ہرگز خلاف قیاس نہ تھا جہاں علاقوں کو سلطنت کے مختلف افراد کے درمیان تقسیم کرنے کے پدرسری ترک خیالات بدستور غالب تھے۔

ملک شاہ کی وفات کے بعد عراق اور فارس کے سلجوق پھوٹ اور نفاق کا شکار تھے، البتہ کراسان میں استحکام کا ایک عنصر متواتر موجود رہا جہاں ملک شاہ کا بیٹا ساٹھ برس تک گورنر اور اس کے بعد سلطان رہا۔ 511/1118 میں سنجر کے بھائی محمود کی وفات کے بعد اسے خاندان کے سینیئر رکن اور مطلق سلطان کے طور پر تسلیم کرلیا گیا۔ عراق میں عباسی خلفاً کے اثر ورسوخ کی بحالی نے سلجوق طاقت کو بہت نقصان پہنچایا، اور فارس، الجزیرہ اور شام میں مقامی اتابیگوں نے سلطان کے حلقہ اثر کو محدود کر دیا۔ ان اتابیگوں نے اس دور میں مشتق قریب میں اسلام کی تاریخ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ ترک غلام کمانڈر تھے جنھیں صوبوں کے گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ خانہ بدوش اور کم مہذب ترکمانوں کو ایک باقاعدہ سلجوق ریاست میں جذب کرنے کا مسئلہ کبھی بھی پوری طرح حل نہ ہوسکا؛ اور جب اوغوز قبائلیوں کی شورش کے نتیجہ میں سنجر کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو خراسان سلجوق کنٹرول سے نکل گیا۔ مغرب میں آخری سلجوق سلطان طغرل بن ارسلان نے خود کو ایلدیگوزی اثر سے نکالنے کی جدوجہد کی، لیکن ناسمجھی میں خوارزم شاہ تیکش کے ساتھ جنگ چھیڑ بیٹھا اور 590/1194

میں مارا گیا۔ صرف اناطولیہ میں ہی مزید ایک سو برس تک ایک سلجوق سلسلہ جاری رہا۔

47-ارتُوقی (495-811/1102-1408)

دیار بکر

1-حصن اور آمید شاخ (491-629/1098-1232)

491/1098	معین الدین سوکمین اول
498/1105	ابراہیم
502/1109 اندازاً	رکن الدولہ داؤد
539/1144	فخر الدین قرا ارسلان
562/1167	نور الدین محمد
581/1185	قطب الدین سوکمین دوم
597/1201	ناصر الدین محمود
619/1222	رکن الدین مودود
629/1232	الملک المسعود

ایوبی تسخیر

2-ماردین اور میا فارقین شاخ (497-811/1104-1408)

497/1104	نجم الدین دوم غازی اول
516/1122	حسام الدین تیمور تش
547/1152	نجم الدین البی
572/1176	قطب الدین دوم غازی دوم
580/1184	حسام الدین یولوک ارسلان
597/1201 اندازاً	ناصر الدین ارتق ارسلان
637/1239	نجم الدین غازی اول

658/1260	قرا ارسلان المظفر
691/1292	شمس الدین داؤد
693/1294	نجم الدین غازی دوم
712/1312	عماد الدین علی الپی
712/1312	شمس الدین صالح
765/1364	احمد المنصور
769/1368	محمود الصالح
769/1368	داؤد المظفر
778/1376	مجد الدین عیسیٰ الظاہر
809-77/1406-8	الصالح

قراقوینلو کی فتح

دیار بکر کے ارتوقی اوغوز کے ایک قبیلے دوگر کے سردار ارتوق بن ایکسب کی اولاد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ارتوق پہلے اناطولیہ میں بازنطینیوں کے خلاف لڑا، اور پھر سلجوق سلطان ملک شاہ نے اسے دیگر ترکمانوں کی طرح سلطنت کے بیرونی کناروں ......شام، بحرین اور خراسان...... میں بھیجا۔ آخر میں وہ فلسطین کا گورنر بنا، لیکن اس کے بیٹے وہاں فاطمیوں اور صلیبیوں کا مقابلہ نہ کر پائے اور اس کی بجائے حصن کیفا اور ماردین کے گرد دیار بکر میں آباد ہو گئے۔ ال غازی بن ارتوق نے آہستہ آہستہ اس خطے میں سلجوق علاقوں پر قبضہ کیا؛ وہ ایدیسا میں فرانکوں کا پرجوش مخالف تھا، اور اس نے 515/1121 میں میافارقین بھی حاصل کر لیا۔ تب کے وہاں سلطنت کی دو شاخیں موجود رہیں: ماردین اور میافارقین میں ال غازی کی نسل اور حصن کیفا اور پھر آمید میں اس کے بھائی سوکمن کی اولادیں۔

ترکمانوں پر مشتمل ارتوقی سلطنت نے ایک ترکمان ریاست کے طور پر بہت سے امتیازی ترکمانی خصوصیات برقرار رکھیں۔ تاہم، یہ بھی لگتا ہے کہ ارتوقیوں نے ترکمان عناصر پر بھروسہ کرنے کے ساتھ ساتھ دیار بکر کی آبادی میں متعدد عیسائیوں کے ساتھ بھی مصالحانہ رویہ اختیار

کیا۔ زنگیوں کے ظہور نے ارتوقیوں کے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ روکی اور انھیں نورالدین زنگی کے تابعدار بننا پڑا۔ اس کے بعد وہ ایوبیوں کے آگے حصن کیفا، آمید اور میافارقین ہار بیٹھے۔ تیرھویں صدی میں وہ کچھ عرصہ کے لیے رومی سلجوقوں اور خوارزم شاہ جلال الدین منگبرنو کے باجگزار رہے؛ اور انجام کار صرف ماردین شاخ بچی رہ سکی۔ قرا ارسلان المظفر نے منگول خان ہولیگو کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد سلطنت کا خاتمہ تیموری حملوں کے دوران آنے والے ترکمان خانہ بدوشوں کی نئی لہر کے ساتھ مربوط تھا۔ آخری ارتوقیوں کو قرا قوینلو فیڈریشن نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، اور 811/1408 میں الصالح کو ماردین قرا قوینلو رہنما قرا یوسف کے حوالے کرنا پڑا۔

48-زنگی (521-619/1127/1222)

الجزیرہ اور شام

1-مرکزی سلسلہ موصل اور حلب میں

521/1127	عمادالدین زنگی بن اق سونقر
541/1146	سیف الدین غازی اول
544/1149	قطب الدین مودود
564/1169	سیف الدین غازی دوم
572/1176	عزالدین مسعود اول
589/1193	نورالدین ارسلان شاہ اول
607/1211	عزالدین مسعود دوم
615/1218	نورالدین ارسلان شاہ دوم
616-19/1219-22	ناصرالدین محمود

اقتدار پروزیر بدرالدین لُولُو کا قبضہ

2-دمشق اور اس کے بعد حلب میں سلسلہ

541/1146 نورالدین محمود بن زنگی

569-77/1174-84 نورالدین اسماعیل

موسل کے ساتھ دوبارہ اتحاد، اور پھر صلاح الدین کی فتح

زنگی کا باپ اق سونقر سلجوق ملک شاہ کا ترک غلام کمانڈر اور حلب کا گورنر (487/1086 تا 487/1094) تھا۔ زنگی کے نام کے مطلب کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ غالباً اس کا مطلب کالا افریقی ہی تھا، لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ ترکی زبان کا لفظ ہو۔ 521/1127 میں سلطان محمود نے زنگی کو موسل کا گورنر اور اپنے دو بیٹوں کا سرپرست یا اتابیگ مقرر کیا۔ مغرب کی سلجوق سلطنت کے اندر غیر تسلی بخش حالات اور دیگر نیم خودمختار اتابیگ حکومتوں کے ظہور نے زنگیوں کو نمایاں حیثیت حاصل کرنے میں مدد دی۔ زنگی موسل میں اپنے مرکز موسل کے ذریعہ مغرب میں الجزیرہ کے راستے شام اور شمال میں کردستان تک توسیع اختیار کرنے کے قابل تھا۔ مختلف مواقع پر اس نے سلجوق سلطان کی مخالفت کی اور مقامی عرب اور ترکمان امیروں کے ساتھ لڑا۔ اس نے بازنطینیوں اور فرانکوں سے بھی لڑائی کی، اور 539/1144 میں ایڈیسا پر قبضہ کر کے سنی دنیا کا ہیرو بن گیا۔

جب زندگی اس دنیا سے چلا گیا تو اس کے مقبوضات کو اس کے بع بیٹوں نورالدین محمود اور سیف الدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ بعد ازاں خاندان کی ایک الغ شاخ نے سنجار میں کوئی تیس برس تک حکومت کی۔ شام اور فلسطین میں فرانکوں اور انحطاط پذیر فاطمیوں کے خلاف نورالدین کی پالیسی نے صلاح الدین کے کیریئر اور ایوبی سلطنت کے قیام کے لیے راہ ہموار کی۔ بعد میں زنگیوں کی شام شاخ کو موسل والی شاخ میں ضم کر لیا گیا، اور تب زنگی ناگزیر طور پر ایوبیوں کے خلاف ہو گئے۔ صلاح الدین نے 578/1182 اور 581/1185 میں موسل پر قبضہ کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی ناکام رہا، لیکن مسعود اول بن مودود کو شرائط ماننے اور ایوبیوں کے بالادستی تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

زنگیوں کا خاتمہ موسل میں ارسلان شاہ اول کے سابق غلام بدرالدین لوعلو کی سرفرازی کے

ساتھ مربوط تھا جس نے حکمران کی وفات کے بعد بادشاہت سنبھال لی تھی۔ جب آخری زنگی ناصر الدین محمود فوت ہوا تو لوعلو نے موسل میں اتابیگ کی حیثیت اختیار کر کے خود کو الملک الرحیم کہلوانا شروع کر دیا، اور 567/1259 میں اپنی وفات تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد منگول وہاں غالب آ گئے۔

49-الدیگوزی یا ال دیگیزی (531-622/1137-1225)

آذربیجان

شمس الدین الدیگوز	531/1137
نصرت الدین پہلوان محمود	570/1175
مظفر الدین قزل ارسلان عثمان	581/1186
قتلغ انج	587/1191
نصرت الدین ابوبکر (581/1186 سے لے کر آذربیجان کے حکمران کے ماتحت)	591/1195
اوزبیگ	607-22/1210-25

خوارزم شاہان کی فتح

ایلدیگوزی یا الدیگیزی اہل اتابیگ سلطنت تھے جنھوں نے بارھویں صدی کے نصف آخر کے دوران بیشتر آذربیجان، اران اور شمالی جبال سمیت سارے شمالی فارس پر اپنا اختیار قائم کیا۔ اس دور میں مغربی فارس اور عراق کی سلجوق سلطنت زوال آمادہ تھی اور وہ خودمختار علاقائی حکومتیں بننے کا عمل روکنے کے قابل نہ تھی۔

ایلدیگوز بالاصل سلجوق وزیر سیمیرومی کا ترک غلام سپاہی تھا جو بعد ازاں سلطان مسعود بن محمد کے پاس چلا گیا اور اران کا گورنر بنا۔ سلطان طغرل دوم بن محمد کی بیوہ کے ساتھ شادی نے اسے 556/1161 میں اس کے بیٹے ارسلان کے بعد تخت نشین ہونے کے قابل بنایا، اور ارسلان کے عہد حکومت میں بھی ایلدیگوزی پس پردہ کام کرنے والی اصل طاقت تھے۔ ان کے علاقے جنوب

میں اصفہان، اور شمال میں شروان اور جارجیا کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ سلطان طغرل سوم بن ارسلان کو کئی برس تک ایلدیگوزیوں کی زیر سرپرستی رکھا گیا۔ ایک موقع پر تو ایلدیگوزیوں نے سلطنت پر دعویٰ بھی جتا دیا۔ لیکن سلطان طغرل سوم نے 587/1191 میں بساط الٹ دی اور اپنی زندگی کے آخری تین برس کے دوران ایک خودمختار پالیسی پر عمل کرنے میں کامیاب رہا۔

ایلدیگوزی تیرھویں صدی کی پہلی چوتھائی سے پہلے ہی ختم ہو گئے۔ انھوں نے آذربیجان میں کچھ دن گزارے اور اپنے قدیم دشمنوں، مراگھا کے احمد یلوں کی اتابیگ سلطنت کا تختہ الٹنے میں کامیاب رہے، لیکن 622/1225 میں خوارزم شاہ جلال الدین منگبرنو نے اوزبیگ بن پہلوان محمد کو معزول کر دیا۔ چنانچہ خاندان کی تاریخی اہمیت عظیم سلجوقوں کے آخری برسوں کے دوران شمال مغربی فارس پر ان کے کنٹرول کے حوالے سے بنتی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے جارجیائی حکمرانوں کے خلاف مسلمان فاتحین کا کردار بھی ادا کیا۔

50-سلغوری (543-668/1148-1270)

فارس

مظفرالدین سونقر	543/1148
مظفرالدین زنگی	556/1161
دیگیل (دکلا)	570/1175
تغرل	590/1194
عزالدین سعد اول	601/1203
ابوبکر قتلغ خان	628/1231
سعد دوم	658/1260
محمد	658/1260
محمد شاہ	660/1262
سلجوق شاہ	661/1263
آبش خاتون	663-8/1265-70

براہ راست منگول حکومت

سلغوریوں کی اتابیگ سلطنت نے فارس میں سلجوقوں اور اس کے بعد تیرھویں صدی میں خوارزم شاہان اور منگولوں کے باجگزاروں کے طور پر کوئی 120 برس تک حکومت کی۔ وہ نسلاً ترکمان تھے اور لگتا ہے کہ سلغور یا سلور قبیلہ سلجوق حملے کے موقع پر مغرب کی جانب آیا اور رومی سلطنت قائم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ سلطنت فارس کے بانی سونقر نے سلجوق سلطان مسعود بن محمد کے عہد کی گڑبڑ اور جھگڑوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جنوبی فارس میں اپنی حیثیت کو مستحکم کیا۔ فارس پہلے ہی کچھ عرصے کے لیے ترکی اتابیگ بوزابا کے کنٹرول میں رہ چکا تھا۔ سلجوقوں کے انحطاط کے ساتھ سلغوری فارس میں ایک متواتر قبضہ رکھنے کے قابل ہو گئے۔ انھوں نے مقامی شبان کارئی کردوں کے خلاف چڑھائی کی اور پڑوسی کرمان سلجوقوں کے مابین جانشینی کے جھگڑوں میں مداخلت کرتے رہے۔

فارس نے عزالدین سعد بن زنگی کے دورحکومت میں کافی خوش حالی دیکھی، اگرچہ بعد میں اسے خوارزم شاہان کی تابعداری اختیار کرنا پڑی۔ فارسی شاعر سعدی کا تخلص سعد دوم سے ہی ماخوذ ہے۔ اس کا باپ سعد اول کے دربار میں تھا۔ سعد کے بیٹے اور جانشین ابوبکر کے دورحکومت میں فارس منگول خان اوگیدی اور اس کے بعد ہولیگو کا مطیع ہوا، اور ابوبکر نے منگولوں سے ہی قتلغ خان کا لقب حاصل کیا تھا۔ انجام کار آخری سلغوری شہزادی، قتلغ کی پوتی نے ہولیگو کے بیٹے مینگو تیمور سے شادی کر لی اور مینگو نے سلغوری علاقوں پر بذات خود قبضہ کر لیا۔

51-اسماعیلی یا اساسینی

فارس (483-653/1090-1256)

شام (493-671/1100-1273 اندازاً)

مرکزی سلسلہ فارس کے کوہ البرز میں الموت کے مقام پر؛ ذیلی شاخ شام میں

عظیم آقا الموت میں

483/1090 حسن الصباح

518/1124	کیا بزرگ امید
532/1138	محمد اول
557/1162	حسن دوم علاد کمر یہی السلام
561/1166	نورالدین محمد دوم
607/1210	جلال الدین حسن سوم
618/1221	علاؤالدین محمد سوم
653-4/1255-6	رکن الدین خورشاہ

الموت پر منگولوں کا قبضہ

اسلامی قرونِ وسطیٰ میں بنیاد پرست سنی انتہاً پسند شیعی اسماعیلیوں کو باعث خوف سمجھتے تھے۔ چونکہ اسماعیلیوں نے مختلف نوع دلچسپیوں اور نظریات کا احاطہ کیا ہوا تھا اس لیے بہت سی سماجی اور سیاسی بغاوتوں میں ان کے ملوث ہونے پر شبہ کیا جاتا تھا۔ فارس اور شام میں نزاری شاخوں نے مذہب کے نام پر ایذائیں دینے کا ہتھیار استعمال کیا (یہ مشرق کا ایک قدیم دستور تھا) اور اپنے پہاڑی قلعوں میں سے حملے کیے۔ ان ذرائع سے ایک دہشت کا ماحول پیدا ہو گیا۔ حتیٰ کہ اساسینوں کی گنتی اور بظاہر ہر جگہ موجودگی نے عوامی تخیل میں بیجا اہمیت اختیار کر لی۔

شمالی فارس اور شام میں اسماعیلی گروپس کا بانی حسن الصباح ایک فارسی داعی تھا جس نے اپنی سرزمین میں اسماعیلیت کی تبلیغ کا مقصد اختیار کیا۔ 487/1094 میں المستنصر کی وفات پر فاطمی تحریک عقائد کے لحاظ سے دو حصوں میں بٹ گئی تو مشرقی اسماعیلیوں نے متوفی خلیفہ کے سب سے بڑے بیٹے اور نامزد کردہ ولی عہد نزار کو تسلیم کر لیا، البتہ اس کی بجائے وزیر بدر جمالی المستعلی کو تخت پر بٹھانے میں کامیاب ہو گیا۔ حسن 483/1090 میں ہی کوہ البرز میں الموت کی قلعے پر قبضہ کر چکا تھا۔ یہ خطہ دیلم اور آذربیجان سے ملحق تھا جہاں بنیاد پرستی طویل عرصہ سے فروغ پا رہی تھی۔ یہاں سے عظیم سلجوق سلطنت کے مختلف حصوں میں اسماعیلی تحریکیں منظم کی گئیں۔ شام کے پہاڑوں میں ایک اور دعوۃ قائم ہوئی جس کی قیادت الموت کے جاسوس (ایلچی emissaries) کر رہے تھے، اور شامی اسماعیلیوں نے فرانکوں اور سنی مسلمانوں کے ساتھ تہری جدوجہد میں ایک اہم کردار

ادا کیا۔ چونکہ اسماعیلی تعداد میں نسبتاً کم تھے اس لیے براہ راست فوجی کارروائی کی بجائے عموماً سرکردہ افراد کے قتل کو ہی بہتر خیال کیا گیا۔ ان کے مبینہ اہداف میں وزیر نظام الملک، خلیفہ المسترشد صلیبی Conard of Montferrat بھی شامل تھے۔ مارکوپولو اور دیگر کی بیان کردہ کہانی کے مطابق اساسینی جرأت مندانہ اقدامات کرنے کے لیے وجد آور ادویات استعمال کرتے تھے۔ (لفظ اساسینی اصل میں حشیشیوں یا حشیشین، یعنی حشیش کھانے والے، سے ہی ماخوذ ہے۔) لیکن کسی بھی مستند اسماعیلی ذریعے سے اس کی توثیق نہیں ہو سکی۔ اسماعیلی روایت کے مطابق نزار اور اس کے بیٹے کو مصر میں قتل کیا گیا، لیکن ایک شیر خوار پوتا کسی نہ کسی طرح فارس سے باہر پہنچا دیا گیا۔ حسنِ صباح اور اس کے دو جانشینوں نے محض نزاری اماموں کے نمائندے ہونے کا دعویٰ کیا، جبکہ حسن دوم نے بذاتِ خود روحانی مفہوم میں امام ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

تیرھویں صدی میں اساسینیوں کی انتہا پسندی اور تشدد میں تھوڑی سی کمی آنا شروع ہوئی۔ عباسی خلیفہ الناصر نے حسن سوم کو سنی عقائد کا دوبارہ پیروکار بنا کر ہم عصر مسلم دنیا میں زبردست تبلیغی کامیابی حاصل کی۔ فارس کے اسماعیلیوں نے خلافت کے حق میں یہ پالیسی جاری رکھتے ہوئے خوارزم شاہان کے سامراجی عزائم کی مخالفت کی۔ لیکن آخری اساسینی خُورشاہ ہولیگو منگولوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا؛ الموت پر 654/1256 میں قبضہ ہوا اور معلوم ہوتا ہے کہ خورشاہ کو فاتحین نے اگلے ہی برس مار ڈالا۔ شامی اسماعیلی مقامی سیاسی منظر کا ایک قبول شدہ حصہ بن گئے تھے۔ وہ 624//1227 میں عیسائی Knight Hospitaller کے باجگزار بنے، لیکن سلطان بیبرس نے ان کے وجود کے ناقابل برداشت خیال کیا، اور 671/1273 تک آخری اساسینی مرکز الکہف مملوکوں کے قبضے میں آ گیا۔

ساتواں حصہ

اناطولیہ اور ترک

52-روم کے سلجوق (470-707/1077-1307)

	اناطولیہ
470/1077	سلیمان بن قتلمش
479/1086	وقفہ حکمرانی
485/1092	قلیچ ارسلان اول
500/1107	ملک شاہ
510/1116	رکن الدین مسعود اول
551/1156	عز الدین قلیچ ارسلان دوم (اس کے دور حکومت کے نصف آخر کے دوران سلطنت کے علاقوں کی اس کے بیٹوں کے درمیان تقسیم)
588/1192	غیاث الدین کیخسرو اول، پہلا دور حکومت
592/1196	رکن الدین سلیمان دوم
600/1204	عز الدین قلیچ ارسلان سوم
601/1204	غیاث الدین کیخسرو اول، دوسرا دور حکومت
607/1210	عز الدین کیکاؤس اول
616/1219	علا الدین کیقباد اول
634/1237	غیاث الدین کیخسرو دوم
644/1246	عز الدین کیکاؤس دوم
646/1248	کیکاؤس دوم اور اس کے بھائی رکن الدین قلیچ ارسلان چہارم کی مشترکہ حکومت

647/1249	کیکاؤس دوم، قلیچ ارسلان چہارم اور علا الدین کیقباد دوم کی مشترکہ حکومت
655/1257	قلیچ ارسلان چہارم
663/1265	غیاث الدین کیخسر و سوم
681/1282	غیاث الدین مسعود دوم، پہلا دور حکومت
683/1284	علا الدین کیقباد سوم، پہلا دور حکومت
683/1284	مسعود دوم، دوسرا دور حکومت
692/1293	کیقباد سوم، دوسرا دور حکومت
693/1294	مسعود دوم، تیسرا دور حکومت
700/1301	کیقباد سوم، تیسرا دور حکومت
702/1303	مسعود دوم، چوتھا دور حکومت
704/1305	کیقباد سوم، چوتھا دور حکومت
707/1307	غیاث الدین مسعود سوم

منگول قبضہ

جب سلطان الپ ارسلان کے خلاف سلجوق سردار قتلمش کی بغاوت (456/1064) کامیاب ہوگئی تو اس کے بیٹے اور ترکمانی پیروکاروں کو عراق اور فارس سے اناطولیہ کی جانب نکال دیا گیا جہاں بازنطینیوں کے ساتھ جنگ و جدل کے وافر مواقع موجود تھے۔ تقریباً (470/1077) میں سلیمان نِکایا (اِزنک) کا مالک تھا، لیکن ابھرتی ہوئی کومنینی سلطنت (جسے بعد ازاں اولین صلیبیوں نے مدد دی) مغربی اناطولیہ میں اپنی حیثیت دوبارہ منوانا شروع ہوگئی اور سلیمان نے مشرق کا رخ کیا۔ اس نے Antioch-Aleppo خطے میں ایک مضبوط مرکز حاصل کرنے کی کوشش کی مگر (479/1086) میں سلطان ملک شاہ کی فوجوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ چند برس بعد ہی برک یاروق نے سلیمان کے بیٹے قلیچ ارسلان اول کو رہائی دے کر واپس اناطولیہ جانے کی اجازت دی۔ قلیچ ارسلان دیار بکر اور الجزیرہ میں کچھ کرنے کا عزم رکھتا تھا لیکن

وہ بھی وہاں لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کے جانشینوں نے اپنی طاقت کو وسطی اناطولیہ میں ہی مرکوز رکھا۔ یہاں سے اس نے دانشمندیوں‘ سلیشیا کے آرمینیائی بادشاہوں اور ایدیسا کے فرانکوں پر حملہ کیا۔ قلیچ ارسلان دوم نے دانشمندیوں کا تختہ الٹا اور 572/1176 میں مائریوسیفالون کے مقام پر اس کے ہاتھوں مینوئل کومنینس کی شکست نے مشرق میں قبضے کی بازنطینی امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ لیکن بڑھاپے میں اس کے بیٹے منہ زور ہو گئے‘ علاقے منتشر ہونے لگے اور 586/1190 میں شہنشاہ فریڈرک بار باروسا اور تیسرے صلیبیوں نے عارضی طور پر دارالحکومت کونیہ پر قبضہ کر لیا۔

1204ء میں قسطنطنیہ کی لاطینی فتح نے روم کے سلاطین کو اپنی طاقت کے قیام نو کا ایک موقع فراہم کیا۔ انطالیہ اور سینوپے پر قبضہ کر کے الانیہ یا علاعیہ (سلطان علاؤ الدین کیقباد اول کی نسبت سے) کی بندرگاہ تعمیر کی گئی۔ ساحلوں پر اس کنٹرول کی وجہ سے بحیرہ اسود کے ساتھ ایک اہم ٹرانزٹ ٹریڈ کو فروغ ملا اور اطالوی شہری ریاستوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم ہوئے۔ سلجوق کونیہ کی تعمیراتی اور فنی رفعتوں کا تعلق اسی دور سے ہے۔ تاہم 638/1240 میں بابا اسحاق کی درویش بغاوت داخلی بے چینی کی علامت تھی، اور جب منگولوں نے اناطولیہ پر حملہ کیا تو سلجوقوں نے کوسیداغ کے مقام پر شکست کھائی (641/1243)۔ سلطنت نے اپنی خودمختاری قائم رکھی، لیکن منگولوں کو بھاری خراج دینا پڑا اور کیخسرو دوم کے بیٹوں کی باہمی چپقلش کے نتیجہ میں بادشاہت لخت لخت ہو گئی۔ منگولوں کا اختیار بڑھتا گیا ...... بالخصوص 675/1276 میں وسطی اناطولیہ میں مملوک سلطان بیبرس کی مہم جوئی کے بعد...... جس کے باعث اِل خانی اباقا اناطولیہ میں وارد ہوئے۔ 702/1302 تک کے سکوں پر بھی سلجوق سلاطین کے نام ملتے ہیں لیکن انہیں کوئی حقیقی حاکمیت حاصل نہ تھی۔ تاہم پندرھویں صدی کے عثمانی روزناموں میں بھی ایک سلجوق نسل کا ذکر ملتا ہے۔

53-دانشمندی(464-573/1071-1177)

وسطی اور مشرقی اناطولیہ

1-سواس شاخ(464-570/1071/1174)

464/1071 اندازاً	ملک دانشمند غازی
477/1084	امیر غازی گمشتگین
529/1134	ملک محمد
536/1142	ملک عما دالدین دھو النون، پہلا دور حکومت (کیسری میں)
537/1142	ملک نظام الدین یغی بسن
560/1164	ملک مجاہد جمال الدین غازی
562/1166	ملک شمس الدین ابراہیم
562/1166	ملک شمس الدین اسماعیل
564-70/1168-74	ملک دھو النون، دوسرا دور حکومت (اس مرتبہ ناصرالدین کے خطاب کے ساتھ)

روم کے سلجوق

2-ملاتیہ شاخ(537-573/1142-78)

537/1142	عین الدین بن گمشتگین
547/1142	دھوالقرنین
557/1162	ناصرالدین محمد، پہلا دور حکومت
565/1170	فخرالدین قاسم
567/1172	آفریدون
570-3/1175-8	ناصرالدین محمد، دوسرا دور حکومت

روم کے سلجوق

اس ترکمانی سلطنت کا اصل مرکز شمالی اناطولیہ میں تھا۔ اس کا بانی دانشمند سلجوق سلیمان بن قتلمش کی وفات کے بعد پیدا ہونے والی گڑبڑ کے دوران اناطولیہ میں غازی کے طور پر ظاہر ہوا، اور جلد ہی دانشمندی اولین صلیبیوں کے ساتھ برسرپیکار نظر آئے۔ دانشمند ایک رزمیہ داستان کا مرکزی کردار ہے جو تقریباً دوسو برس بعد لکھی گئی۔ اس رزمیہ میں اس کا تعلق ابتدائی مسلمان مجاہد سید بطال کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ دانشمندیوں کے ماخذ کا تعین کرتے وقت حقیقت اور افسانے کو الگ الگ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ بارھویں صدی کی ابتدا میں امیر غازی گمشتگین نے رومی سلجوقوں کے جانشینی کے تنازعات میں دخل اندازی کی، سیلشیا میں آرمینیوں اور کاؤنٹ آف ایڈیسا میں فرانکوں کے خلاف لڑا، اور 521/1127 میں کیسری وانقرہ پر قبضہ کرلیا۔ عیسائیوں کے ساتھ ان کی جنگ وجدل کے باعث خلیفہ مسترشد نے دانشمندیوں کو ''ملک'' کا خطاب دیا۔

لیکن 536/1142 میں ملک محمد کی وفات پر اس کے بیٹوں اور بھائیوں کے درمیان لڑائی ہونے لگی: یغی بسن نے سِواس میں امیر ہونے کا اعلان کردیا، اس کا بھائی عین الدین ایلبستان اور ملاتیہ میں تخت نشین ہوا اور ذُھوالنون نے کیسری پر قبضہ جمالیا۔ چنانچہ ایک وقت میں دانشمندانیوں کی تین متحارب شاخیں موجود تھیں۔ لیکن یغی بسن کی موت کے بعد سلجوق قلج ارسلان دوم نے سِواس شاخ کے امور میں کئی بار دخل اندازی کی اور بالآخر 570/1174 میں ذُھوالنون کو قتل کر کے اس کی مقبوضات ہتھیالیں۔ ملاتیہ میں ذُھوالقرنین کے تین بیٹے برسرپیکار تھے، اور یہاں کے آخری حکمران ناصر الدین نے قلج ارسلان دوم کے باجگزار کی حیثیت میں حکومت کی۔ 573/1178 میں قلج ارسلان دوم نے بذات خود ملاتیہ پر قبضہ کرلیا۔ مورخ ابن بیبی کے مطابق باقی ماندہ دانشمندی سلجوقوں کی خدمت میں آ گئے۔

54- قرمانی (654-888/1256-1483 اندازاً)

وسطی اناطولیہ

654/1256	قرمان بن نوراصوفی
660/1261	محمد اول

677/1278	بدرالدین محمود
?	برہان الدین موسیٰ
?	فخر الدین احمد
750/1349	شمس الدین
753/1352	علا الدین خلیل
783/1381	علا الدین بن خلیل
792-805/1390-1403	عثمانی قبضہ
805/1403	محمد دوم
822-4/1419-21	مملوک قبضہ
824/1421	محمد دوم،(بحالی)
827/1424	علا الدین علی
827/1424	تاج الدین ابراہیم
868/1463	اسحاق
869/1464	پیر احمد
874/1479	پیر احمد اور قاسم، مشترکہ طور پر
879-88/1474-83	قاسم

عثمانی تسخیر

قرمانی اناطولیہ کی طاقتور اور پائیدار ترین ترک سلطنت تھی جس نے عثمانیوں کے پہلو بہ پہلو ترقی پائی لیکن انجام کار انہی میں ضم ہوگئی۔لگتا ہے کہ وہ ترکمانوں کے افشار قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور قرمان کا باپ نورا ایک مقبول عام صوفی شیخ تھا؛ چنانچہ یہ سلطنت بھی درویش ماخذ کی حامل دیگر اناطولیائی حکومتی سلسلوں جیسی ہی ہوگی۔اس سلطنت کا اصل مرکز شمال مغربی کوہ تارس میں ارمینیہ کے مقام پر تھا جہاں وہ کونیہ کے سلجوق سلطان رکن الدین قلیچ ارسلان چہارم کے باجگزار تھے۔اس دور میں وہ مملکوں اور منگولوں کی طرف سے بھی پریشان تھے،لیکن چودھویں صدی میں

انہوں نے ایک قطعی خودمختار ریاست تشکیل دی اور وسطی یا جنوبی اناطولیہ کے مختار بن گئے۔ ان کا صدر مقام کرمان فنی اور ثقافتی سرگرمی کا اہم مرکز بن گیا؛ اور کم از کم جدید ترکی کی نکتہ ءنظر کے مطابق قرمانیوں نے حکومتی نظم ونسق کے لیے فارسی کی بجائے ترکی زبان کی حوصلہ افزائی کر کے کچھ شہرت حاصل کی۔

ناگزیر طور پر توسیع پذیر عثمانیوں کے ساتھ ان کا جھگڑا ہوا' اور 792/1390 میں علاؤالدین خلیل کو اق چے کے مقام پر بایزید کے ہاتھوں شکست ہوئی اور قرمانی علاقوں کا الحاق کر لیا گیا۔ لیکن 805/1402 میں تیمور نے انقرہ کے مقام پر بایزید کو شکست دے کر بہت سی ایسی اناطولیائی حکومتوں کو بحال کر دیا جنہیں عثمانیوں نے ہڑپ کر لیا تھا۔ ان میں قرمانی سلطنت بھی شامل تھی۔ عثمانیوں کے ساتھ جھگڑے جاری رہے کیونکہ اب وہ سلاطین کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ قرمانیوں نے عثمانی توسیع پسندی کے خلاف میڈی ٹرینیئن کی طاقتوں سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ لیکن جانشینی کے داخلی جھگڑوں نے عثمانی مداخلت کو ممکن بنایا اور سلطنت کچھ ہی عرصہ بعد معدوم ہو گئی۔

55- عثمانی (680-1342/1281-1924)

اناطولیہ، بلقان اور عرب علاقے

680/1281	عثمان اول بن ارطغرل
724/1324	اورخان
761/1360	مراد اول
791/1389	بایزید اول یلدرم (''بجلی کا کوندا'')
804/1402	تیموری حملہ
805/1403	محمد اول چیلیبی (پہلے صرف اناطولیہ اور 816/1410 کے بعد رومیلیا میں بھی)
806/1403	سلیمان اول (813/1410 تک صرف رومیلیا میں)

824/1421	مراددوم، پہلا دورحکومت
848/1444	محمددوم فاتح، پہلا دورحکومت
850/1446	مراددوم،دوسرادورحکومت
855/1451	محمددوم، دوسرادورحکومت
886/1481	بایزیددوم
918/1512	سلیم اول یوز(the Grim)
926/1520	سلیمان دوم قانونی(یعنی قانون دہندہ، مغرب میں اسے سلیمان عالیشان کے طور پر بھی جاناجاتاہے)۔
974/1566	سلیم دوم
982/1574	مرادسوم
1003/1595	محمدسوم
1012/1603	احمداول
1026/1617	مصطفیٰ اول، پہلا دورحکومت
1027/1618	عثمان دوم
1031/1622	مصطفیٰ اول، دوسرادورحکومت
1032/1623	مرادچہارم
1049/1640	ابراہیم
1058/1648	محمدچہارم
1099/1687	سلیمان سوم
1102/1691	احمددوم
1106/1695	مصطفیٰ دوم
1115/1703	احمدسوم

1143/1730	محمود اول
1168/1754	عثمان سوم
1171/1757	مصطفیٰ سوم
1187/1774	عبدالحمید اول
1203/1789	سلیم سوم
1222/1807	مصطفیٰ چہارم
1223/1808	محمود دوم
1255/1839	عبدالماجد اول
1277/1861	عبدالعزیز
1293/1876	مراد پنجم
1293/1876	عبدالحمید دوم
1327/1909	محمد پنجم راشد
1336/1918	محمد ششم وحیدالدین
1341-2/1922-4	عبدالمجید دوم (صرف خلیفہ کی حیثیت میں)

مصطفیٰ کمال کی ری پبلکن حکومت

عثمانیوں کا ابتدائی دور قصوں اور افسانوں سے معمور ہے' اور 1300ء سے قبل کے چند ایک ہی تاریخی حقائق معلوم ہیں۔ لگتا ہے کہ اس خاندان کا تعلق اوغوز کے قائغ قبیلےسے تھا اور وہ ایشیائے کوچک میں ایک خانہ بدوشانہ زندگی گزار رہے تھے۔ یوں وہ مشرق سے آنے اور بازنطینیوں کی جانب سے واپس دھکیل دیئے جانے والے ترکمانوں کی بہت بڑی لہر کا ہی ایک حصہ تھے۔ عثمانی کونیہ کے سلجوق سلاطین کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق رکھتے تھے، لیکن منگولوں کے ظہور اور تیرھویں صدی کے دوران سلجوقوں کے انحطاط نے انہیں واپس اناطولیہ کے شمال مغربی کونے میں جانے پر مجبور کر دیا۔ جب اناطولیہ کے دیگر علاقوں میں ترک Principalities قائم کی جا رہی تھیں تو عثمانی بازنطینیوں کے ساتھ مصروف پیکار تھے۔ مشرق سے آنے والے نئے ترکمانوں کی

وجہ سے ان کی طاقت کو تقویت ملتی رہی کیونکہ وہ مہاجرین عیسائیوں کے خلاف غازی بننے کے مشتاق تھے۔اسی جذبۂ جہاد کے ذریعہ سلطنتِ عثمانیہ نے عسکری رویہ اور جوش و خروش حاصل کیا جس نے انہیں توسیع اختیار کرنے کی اجازت دی۔انجام کار انہوں نے تمام دیگر ترکی حکومتوں کو اپنے اندر جذب کر لیا۔

758/1357 میں عثمانیوں نے گالی پولی کے مقام پر یورپ میں قدم رکھا اور بلقان سیلاویوں کے عدم اتحاد اور آرتھوڈوکس و کیتھولکس کی مذہبی دشمنیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تیزی کے ساتھ بلقانوں کا ایک بہت بڑا حصہ فتح کر لیا۔ان فتوحات کو ملا کر رومیلیا کا صوبہ بنایا گیا۔ عثمانیوں کا اپنے دارالحکومت کو بصرہ سے Edrine منتقل کرنا بھی اس بات کا اظہار تھا کہ وہ ایشیا کی بجائے یورپ میں اپنا مرکز بنا رہے ہیں (767/1366)۔عسکری اعتبار سے انہوں نے اپنے ترکمانی پیروکاروں پر انحصار کم کر دیا۔ 796/1394 میں بایزید اول نے قاہرہ کے عباسی خلیفہ المتوکل اول سے سلطانِ روم کا خطاب حاصل کیا، لیکن اس کی ایشیائی سلطنت کو تیمور کے اچانک حملے نے پارہ پارہ کر دیا۔تیمور نے 805/1402 میں سلطان کو انقرہ کے مقام پر شکست دی۔ بعد کے عشروں کے دوران ایشیائے کوچک میں عثمانی سلطنت کے ٹکڑوں کو دوبارہ جوڑا گیا، اور 857/1453 میں محمد فاتح نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔

سولھویں صدی سلطنت کا عہد زریں تھی۔ 923/1517 میں سلیم the Grim (ہیبت ناک) نے انحطاط پذیر مملوکوں سے شام اور مصر چھین لیا۔ 932/1526 میں Mohacz کی فتح کے بعد سلیمان عالیشان نے زیادہ تر، ہنگری کو تقریباً ڈیڑھ سو سال کے لیے عثمانی حکومت کے ماتحت کر دیا۔مشرقی سرحدوں پر سنی عثمانیوں کے شدید مخالف شیعہ صفویوں کو 920/1514 میں کالدیران کے مقام پر شکست دی گئی اور آذربیجان پر حملہ کیا گیا؛ بحیرہ ہند میں ترک بحری قوتوں نے پرتگیزوں کے خلاف کارروائیاں کیں۔

اپنی طاقت کے اس عہد عروج میں عثمانیوں نے سلطنت کے اندر موجود مذہبی و نسلی اقلیتوں کے لیے برداشت کا رویہ اپنایا۔سترھویں صدی میں مشرقی یورپ کے ترکوں کے لیے حالات خراب ہونے لگے۔وہ یورپی طاقتوں کی تیس سالہ جنگ میں مصروفیت کا زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے، اور ان کی

واحد بڑی کامیابی کریٹ کا حصول تھا۔ تاہم 1094/1683 میں ترکوں کو ویانا سے نکال دیا گیا۔ یورپی تقسیموں اور رقابتوں نے عثمانی سلطنت کو مزید دوسو برس کی مہلت دے دی کیونکہ یورپیوں کی تیکنیکی صلاحیت نے انہیں ایک واضح عسکری و بحری برتری دلا دی تھی۔ غیر منضبط جانسیری کافی عرصہ سے ترک افواج کی جدیدیت کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے، اور کہیں 1241/1826 میں آ کر ہی محمود دوم نے ان کی طاقت کا خاتمہ کیا۔ معاشی اعتبار سے ترک اور عرب علاقوں کو اعلیٰ مغربی مصنوعات اور تجارتی تیکنیکوں کے ساتھ مقابلہ بازی میں نقصان اٹھانا پڑا۔ مقامی پیداوار گھٹ گئی، آمدنی کے اندرونی ذرائع کم ہو گئے اور انیسویں صدی میں ترکی دیوالیہ پن کی حالت کو پہنچ گیا۔

روسی توسیع پسندی ایک خصوصی خطرہ تھی، کیونکہ روسیوں نے عثمانیوں کے حلیف کریمیائی تاتاریوں کو مطیع بنا لیا تھا اور اب استنبول و بوسفورس پر کنٹرول حاصل کرنے کو بے قرار تھے تاکہ میڈی ٹرینیئن تک رسائی حاصل کر سکیں۔ انیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں البانوی سپاہی محمد علی مصر کا خودمختار حاکم بن گیا؛ یونانیوں نے بغاوت کی اور 1829ء تک اپنی خودمختار حیثیت کو منوا لیا۔ الجیریا فرانسیسیوں کو مل گیا۔ قوم پرستانہ جذبات کے فروغ (انقلاب فرانس کے نتیجہ میں) نے بلقانیوں کو ترک حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا اور 13-1912ء کی دوسری جنگ بلقان کے اختتام پر ترکی یورپ میں صرف مشرقی تھریس تک محدود ہو کر رہ گیا۔ پہلی عالمی جنگ میں ''مرکزی طاقتوں'' کی جانب سے ترکی کی شمولیت کے باعث عربی علاقے ہاتھ سے نکل گئے اور یورپی طاقتوں کو اصل ترکی علاقے کے دعویدار بننے کی تحریص ہوئی۔ لیکن ان طاقتوں کے لالچ نے ترکی قومی جذبات کو ہوا دی۔ مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں پہلی عثمانی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ 1922ء اور پھر 1924ء میں خلافت کا خاتمہ کر کے آخری عثمانی عبدالماجد کو معزول کر دیا گیا۔

آٹھواں حصہ

منگول

منگول یا چنگیزی

منگولوں کی ریکارڈ کی ہوئی تاریخ کا آغاز بارھویں صدی کے آخر اور تیرھویں صدی کے آغاز سے ہی ہوتا ہے، کیونکہ صرف بارھویں صدی کی ''منگولوں کی خفیہ تاریخ'' اور چند چینی و فارسی تحریروں میں ہی ان کا ذکر ملتا ہے۔ تاہم' لگتا ہے کہ منگول اصل میں سائبیریا اور بیرونی منگولیائی جنگلوں کے رہنے والے جنگل باسی تھے۔ وہ گھوڑوں پر تیزی کے ساتھ چڑھنے میں مہارت رکھتے تھے۔

چنگیز کا باپ سیوگائی منگول قبیلے کا خاں تھا۔ چنگیز کا اصل نام تموجن (لوہار) تھا اور وہ منگولیا میں kereyt قبیلے کے سردار توعزل یا اونگ خان کی سرپرستی میں نمایاں ہوا۔ بعد میں تموجن کا اونگ خان کے ساتھ جھگڑا ہو گیا، اور اس نے جنگ میں پہلے اونگ خان اور پھر ایک منگول دشمن جموقا کو شکست دی۔ وہ پہلے ہی چنگیز کا لقب حاصل کر چکا تھا اور 1206ء میں منگول سرداروں کے ایک اجلاس میں اس نے تمام منگول عوام کا اعلیٰ ترین سردار ہونے کا اعلان کر دیا۔ (''چنگیز'' غالباً ترکی لفظ تنگیز سے ماخوذ ہے جس کا مطلب سمندر ہے۔ یوں ہم چنگیز کا مطلب ہمہ گیر لے سکتے ہیں)۔ اب اس نے شمال مشرقی چین میں کنسو اور اوردوس خطوں کے تبّتی منگوتوں کے خلاف مہمات کا بیڑا اٹھایا اور 1213ء میں چین خاص پر حملہ کیا، 1215ء میں پیکنگ کو لوٹا اور چینی شہنشاہوں کی حیثیت کو کمزور کیا۔ 1218ء میں شمالی ترکستان میں یسر چے کے حملے نے چنگیز کو اسلامی خوارزم شاہان کے علاقوں کے ساتھ ایک مشترکہ سرحد دے دی۔ پرامن سفارتی رابطے پہلے سے موجود تھے، لیکن 615/1218 کے واقعہ اترار (جب خوارزمی گورنر نے چنگیز کے ایلچیوں اور ان کے ہمراہ مسلمان تاجروں کے سارے کاروان کو قتل کر دیا) نے اسلامی دنیا پر منگول حملے کی بنیاد فراہم کر دی۔ 20-616-17/1219 میں ورائے جیحون فتح کیا گیا؛ چنگیز کے بیٹے تولوئی کو

خراسان میں بھیجا گیا اور افغانستان میں پروان کے مقام پر عارضی پسپائی کے بعد آخری خوارزم شاہ جلال الدین کا ہندوستان میں تعاقب کیا گیا (618/1221)۔ دریں اثناء دو دیگر افراد، جوچی اور چغتے زیریں سیر دریا اور خوارزم کے علاقہ میں شاہان کے وطن کو تباہ و برباد کر رہے تھے۔ جلال الدین نے اپنی زندگی کے باقی دن ایک بھگوڑے کے طور پر بسر کیے۔

منگول سرداروں کی روایت تھی کہ وہ اپنے علاقوں کے حصے دیگر اہل خانہ کے درمیان تقسیم کر دیا کرتے تھے اور چنگیز خان نے یہ کام اپنی وفات سے قبل 624/1227 میں کیا۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو چراگاہ کا ایک ایک خطہ الاٹ کیا تا کہ وہ وہاں اپنے گلے چرا سکیں۔ خود منگولوں کے فتح کردہ علاقے اتنے وسیع تھے کہ ایک مرکزیت کی حامل ریاست کے طور پر ان پر حکومت نہیں کی جا سکتی تھی، اور منگول خود بھی سیاسی اور انتظامی اعتبار سے کافی پسماندہ تھے۔ اس وقت تک منگول زبان تحریری صورت میں موجود نہ تھی۔ چنانچہ مفتوحہ زمینوں کے لیے فوری طور پر ایک بیوروکریسی تشکیل دینا پڑی تا کہ خوانین کے لیے ٹیکس اکٹھا کیا جا سکے۔ اوئی غور، فارسی اور چینی علاقوں کے حکمران طبقات سرفراز ہوئے اور بدست اوئی غور سیکرٹری، ''بخشی'' خاص طور پر قابل ذکر تھے۔ منگولوں اور ان کی تاریخ کے بارے میں ہماری زیادہ تر معلومات دو فارسیوں یعنی عطا ملک جوینی اور رشید الدین فضل اللہ کی مرہون منت ہیں۔

چنگیز کی زمینیں اس کے چار بیٹوں جوچی، چغتے، اوگیدی اور تولوئی کے درمیان تقسیم ہوئیں۔

56- منگول عظیم خان، اوگیدی اور اولیوئی کی نسل

(چین کی سلطنتِ یوآن)

603-1043/1206-1634

منگولیا اور شمالی چین

چنگیز خان	603/1206
اوگیدی	624/1227
توریجن، بطور ریجنٹ	639/1241

644/1246	گویُوک
647/1249	اوغول غیمش ،بطور ریجنٹ
649/1251	مونلکے (مینگو)
658/1260	قبلائی
693/1294	تیمور اولیجیتو
706/1307	قیشان گوُلوُک
710/1311	آیور پری بھدر بُویتو
720/1320	سدھی پل گچن
723/1323	یسون تیمور
728/1328	اریگابا
728/1328	توتوق تیمور جگا
729/1329	قُشیلا قتقتو
732/1332	رنچن پل (اِرنجپل)
932-71/1332-70	توغان تیمور

تولوئی کی اولاد کا سلسلہ صرف منگولیا میں سترھویں صدی تک جاری رہا،لیکن چین میں خانوں کی جگہ 1368 میں منگ سلطنت نے لے لی

اوگیدی کی حکومت میں شمالی چین یعنی چن سلطنت فتح ہوئی اور کوریا کو بھی ساتھ ملایا گیا۔ 1279ء میں جنوبی چین میں سنگ سلطنت کا تختہ الٹا گیا۔"قدیم جنگ" کے خاتمہ پر بتو جنوبی روس کی چراگاہوں اور وسطی یورپ پر حملے کر کے قرون وسطیٰ کی عیسائی دنیا کو خوفزدہ کر رہا تھا۔ اگر چہ اوگیدی کے بیٹے گویوک کی بہت سی اولادیں تھیں،لیکن مطلق حکومت (647/1249 میں اس کی وفات کے بعد) ایک اور شاخ یعنی مونلکے اور تولوئی کی اولادوں کو مل گئی۔ جب چین میں مونلکے کے بھائی قبلائی نے مہا خان ہونے کا دعویٰ کیا تو اوگیدی نسل نے بغاوت کر دی،اور قیدو اور چپر کے سرکردگی میں کافی عرصہ تک مہا خوانین کے لیے باعث پریشانی بنے رہے۔انجام کار

انہوں نے تولوئی کے خاندان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، لیکن بعد کے ادوار میں اوگیدی گھرانے کے مختلف افراد نے شورش وافراتفری کے مواقع پر اقتدار حاصل کیا۔

قراقرم میں، اور مونگکے عہد کے بعد پیکنگ یا خان بلیق (خانوں کا شہر) میں مہا خوانین نے بربری انداز کی زندگی گزاری۔ اس امر کا پتہ ہمیں سیاحوں کی تحریروں سے چلتا ہے۔ منگول فتوحات سے حاصل شدہ مادی دولت اور لوٹ مار صرف صدر مقامات میں مرتکز تھی، اہل ہنر وہاں جمع ہو گئے، اور محققین، مصنفین اور مذہبی رہنماؤں نے خوانین کے ڈیروں کا رخ کیا۔ منگولوں نے چراگاہوں کی روایتی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاطینی ونسطوری عیسائیوں، مسلمانوں بودھیوں اور کنفیوشس پسندوں کو اپنی بات کہنے کا موقع دیا۔ ناگزیر طور پر منگولوں کے اصل ارواح پرستانہ شامن اِزم کی جگہ (منگولیا اور چین میں) تبتی لاما ازم نے لے لی۔ یہ آج بھی مشرقی ایشیا کے منگولوں کا اکثریتی مذہب ہے۔

منگول مہا خوانین آہستہ آہستہ بربری ماخذ کی حامل ایک اور چینی سلطنت ''یوآن'' کی صورت اختیار کر گئے۔ انہوں نے چین میں 1368ء تک حکومت کی۔ تب ان کی جگہ منگ نے لے لی۔ لیکن اس وقت تک وہ وسطی ومغربی ایشیا کی منگول حکومتوں پر زیادہ تر کنٹرول کھو چکے تھے۔ مہا خوانین کی اولادیں صرف منگولیا خاص میں ہی کچھ خودمختاری کی مالک رہیں۔ تاہم منگ شہنشاہ ان کے سرپرست تھے۔

57- چغتائی، چغتے کی نسل

624-771/1227-1370

ورائے جیحون، سیمرچے اور شمالی ترکستان

624/1227	چغتے
639/1241	قراہولیگو، پہلا دورِ حکومت
645/1247	یسومونگکے
650/1252	قراہولیگو، دوسرا دورِ حکومت

650/1252	اورقینہ خاتون
659/1261	الوغو
664/1266	مبارک شاہ
664/1266	برق
670/1271	نیگوبے (نی کپے)
670/1272	تقا تیمور
690/1291	دُوا
706/1306	کون چیک
708/1308	تالیقو
709/1309	کیبیہ (کوپک)، پہلا دورحکومت
709/1309	ایسن بُقا
718/1318	کیبیہ ،دوسرادورحکومت
726/1326	ایلجی گیدی
726/1326	دُوا تیمور
726/1326	علا الدین ترمشیرین
734/1334	چنگ شی
735/1334	بُزن
739/1338	یسون تیمور
743/1342	محمد
744/1343	قزان
747/1346	دانش میندجی
749/1348	بیان قلی
760/1359	شاہ تیمور

تغلق تیمور ?760-4/1359-63

تیموری فتوحات

چنگیز کی وفات کے بعد چغتے سب سے بڑے بیٹے اور منگول قبائلی قانون کے مصدقہ ماہر کی حیثیت میں بڑا اثرورسوخ رکھتا تھا۔ وہ بلاشبہ مسلمانوں کا زبردست مخالف تھا، اور اس نے قبائلی قانون یا یس (yasa) کے وہ اصول لاگو کرنے پر اصرار کیا جو اسلامی شریعت کے برعکس تھے، مثلاً جانوروں کو ذبح کرنے کا طریقہ۔ چغتے کے یرت نے کوہ تیان شان کے دونوں طرف حاکمیت حاصل کرلی تھی لیکن چغتائی سلطنت چغتے کی اپنی موت کے بعد ہی وجود میں آسکی۔ اس کے بیٹے اور پوتے باہم برسرپیکار ہوئے اور مہان خان مونگکے کے خلاف سازش کی۔ ولیم ربروک کے مطابق ساری منگول سلطنت مونگکے اور تبو کے درمیان تقسیم تھی۔ چغتائی حکومت کا حقیقی بانی چغتے کا پوتا الغو تھا جس نے مونگکے کے بیٹوں قبلائی اور عریق بو کے درمیان خانہ جنگی کا فائدہ اٹھا کر خوارزم، مغربی ترکستان اور افغانستان پر قبضہ کرلیا۔

چغتائی اسلام سے زیادہ فارس کے منگولوں یعنی اِل خانیوں سے متاثر تھے اور انہوں نے اپنے خانہ بدوشانہ اور قبائلی طور طریقے طویل عرصہ تک برقرار رکھے؛ ان حقائق نے غالباً وسط ایشیا میں شہری زندگی اور زراعت کے عمومی انحطاط میں حصہ ڈالا۔ مبارک شاہ (666/1266) باقاعدہ اسلام قبول کرنے والا پہلا چغتائی تھا، لیکن 690/1291 کے بعد Duwa اور اس کی اولادیں کٹر بت پرست ہوگئیں جو مشرقی علاقوں میں آباد تھیں۔ ورائے جیحون میں سب سے پہلے کیبِ واپس آیا اور وہاں نقشبند یا قرشی کے مقام پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ ترم شیریں (جس کا نام ایک بد سٹ نام دھرم شیل کی فارسی صورت ہے) مسلمان ہوگیا لیکن مشرقی حصے کے شدید اسلام مخالف خانہ بدوش منگولوں نے بغاوت کر کے اسے مار ڈالا (734/1334)۔ اس کے فوراً ہی بعد چغتائیوں کا اتحاد پارہ پارہ ہونے لگا، اور ورائے جیحون میں تیمور نے سر اٹھایا۔ ورائے جیحون میں باری باری کئی چغتائی اور پھر اوگیدی کی نسل کے کچھ افراد تخت نشین ہوئے۔ چغتائی خاندان بچنے میں کامیاب ہوگیا اور تیمور کی وفات کے بعد اس نے ایسن بقا دوم کے ماتحت (833-67/1429-62) ورائے جیحون میں دوبارہ بحالی حاصل کی۔ ایسن بقا آخری تیموریوں کا خطرناک دشمن ثابت ہوا۔ لیکن انجام

کا راس کی ورائے جیحون کی مقبوضات شیبانیوں کو مل گئیں۔

58-اِل خانی، قبلائی کے بھائی ہولیگو کی نسل
654-754/1256-1353

فارس

657/1256	ہولیگو (ہُولاگو)
663/1265	ابقا
680/1282	احمد تیگو در (تکودار)
683/1284	ارغن
690/1291	گیکا تو
694/1295	بیدُو
694/1295	محمود غزن
703/1304	محمد خدا بندہ اولیجیتو
717/1317	ابو سعید
736/1335	ارپا
736/1335	موسیٰ
736-54/1336-53	جلایری امیر حسن بزرگ اور چوپانی امیر حسن کوچوک کے نامزد کردہ متعدد متحارب خانوں کا دور؛ اس کے بعد فارس کو مقامی سلطنتوں میں تقسیم کر دیا گیا، مثلاً جلایری، مظفری خراسان کے سربداری۔

مہا خان مونگکے نے اپنے بھائی ہولیگو کو مغربی ایشیا میں منگول فتوحات کو بحال اور متحد کرنے کا کام سونپا تھا کیونکہ چنگیز خان کی موت کے بعد سے ورائے جیحون کے جنوب کی زیادہ تر اسلامی دنیا منگولوں کے براہ راست اختیار سے نکل گئی تھی۔ چنانچہ ہولیگو مغرب کی جانب آیا۔ اس نے

اسماعیلیوں یا شمالی فارس کے اساسینیوں کی مدافعت کو ختم کیا (654/1256) عراق میں ایک خلافتی فوج بھیجی اور بغداد کے آخری عباسی المعتصم کو قتل کر دیا (656/1258)؛ اور شام میں پیش قدمی کی، تاہم وہاں منگولوں کو شکست ہوئی اور مصر کے مملوکوں نے فلسطین میں عین الجالوت کے مقام پر ان کی راہ روک دی (658/1260)۔ اب ہولیگو مہا خان کی جانب سے فارس، عراق، کاکیشیا اور اناطولیہ کے سارے خطے کا حکمران بن گیا اور اس نے اِل خاندان یعنی "مہا خان کے نائب" کا خطاب اختیار کیا۔

اب اِل خاندان کی بادشاہت تشکیل پذیر ہوئی، لیکن اس کے بہت سے بیرونی دشمن تھے، بشمول مملوکوں کے جنہوں نے منگولوں کے نا قابل شکست ہونے کے عام خیال کو غلط ثابت کر دیا تھا۔ سنہری جتھے کے دیگر منگول گھرانے اور چغتائی بھی بالترتیب کاکیشیا اور شمال مشرقی ایران میں علاقوں کے مسئلے پر جارحیت اختیار کیے ہوئے تھے۔ یہ اِل خانیوں کے خلاف مشترکہ دشمنی تھی جس نے مملوکوں اور سنہری جتھے کو سیاسی اور تجارتی لحاظ سے متحد کر دیا، جبکہ اِل خانیوں نے یورپی عیسائی طاقتوں، لیوانٹ کوسٹ کے صلیبیوں اور سلیشیا کے آرمینیوں کے ساتھ ایک مسلمان مخالف اتحاد بنانے کی کوشش کی۔ ہولیگو کی بیوی دوقز خاتون ایک نسطوری عیسائی تھی، اور ابتدائی اِل خانی یقیناً بدھ مت اور عیسائیت کے حق میں تھے۔

اِل خانی خود کو بیرونی دشمنوں کے سامنے قائم رکھنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن قبلائی خان کی وفات (693/1294) کے بعد چین کے عظیم خوانین کے ساتھ رابطے کمزور پڑ گئے، بالخصوص اس وقت جب فارسی گرد و پیش کے ثقافتی و مذہبی دباؤ کے باعث غزن خان اور اس کے جانشینوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ابوسعید آخری عظیم اِل خانی تھا۔ اس نے (723/1323) میں مملوکوں کے ساتھ امن قائم کر کے شام کی خاطر لڑائی کا خاتمہ کر دیا، لیکن اس کی سلطنت داخلی نفاق کا شکار ہوئی اور وہ بدقسمتی سے کوئی جائز وارث چھوڑے بغیر مر گیا۔ اس کی وفات کے بعد کے برسوں میں کئی خوانین مختصر عرصے کے لیے جانشین بنے، انہیں دشمن جلایری اور چوپانی امیروں نے تخت پر بٹھایا اور انجام کار اِل خانی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اس کی جگہ مقامی سلطنتوں نے لے لی۔ فارسی زمینوں کو بعد ازاں تیمور نے اپنے ماتحت دوبارہ متحد کیا۔

زبردست جنگ وجدل اور کھینچا تانی کے باوجود اِل خانی عہد فارس کے لیے خوشحالی کا دور تھا۔ غزن کے قبول اسلام سے منگول ترک حکمران طبقے اور ان کے فارسی محکومین کے درمیان ایک مصالحتی عمل شروع ہوا۔ اِل خانی صدر مقامات تبریز اور مراگھا علم وفن کے گڑھ بن گئے جہاں فطری علوم اور تاریخی تحریروں کی بالخصوص سرپرستی کی گئی۔ 707/1307 کے بعد اولجیتو نے قزوین کے نزدیک سلطانیہ کے مقام پر ایک نیا دارالحکومت بنانے کا منصوبہ بنایا؛ فن کاروں اور معماروں کی حوصلہ افزائی کی گئی اور اِل خانی طرز تعمیر کا ایک جداگانہ انداز ظہور میں آیا۔ منگولوں کے بین الاقوامی رویے، عیسائی یورپ اور چین جیسی نہایت مختلف تہذیبوں کے ساتھ ان کے رابطوں نے فارسی دنیا پر تازہ فکری، تجارتی اور فنی اثرات مرتب کیے؛ مثلاً اب دارالحکومت تبریز میں اطالوی تاجروں کی کالونیاں بننے لگیں، اور اِل خانی سلطنت نے مشرق بعید اور ہندوستان کے ساتھ تجارت میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔

59- سنہری جتھے کے خان، جوچی کی اولاد
(623-907/1226-1502)

جنوبی روس اور مغربی سائبیریا

1- بتوئی کی نسل، جنوبی روس اور مغربی قپچاق میں نیلے جتھے کے خان

624/1227	بتو بن جوچی
653/1255	سرتق
654/1256	اُولیغچی
655/1257	برک (برکہ)
665/1267	مونلکے (مینگو) تیمور
679/1280	تودے مونلکے
686/1287	تولے بُغا
689/1290	غیاث الدین توقتو

712/1312	غیاث الدین محمد اوز بیگ
742/1341	تینی بیگ
742/1341	جانی بیگ (جام بیک)
758-82/1357-80	طوائف الملوکی کا دور جس میں محمد بردی بیگ، قلپا اور نورُوز بیگ محمد تخت کے دعویدار تھے۔

2-اوردا کی نسل، سائبیریا اور مشرقی قپچاق؛ اور 780/1378 کے بعد نیلے جتھے اور سفید جتھے کی جنوبی روس کے سنہری جتھے کی صورت میں مشترک حکومت

723/1226	اوردا ابن جوچی
679/1280	کوچو
701/1302	بیان
708/1309	ساسیقا (یا ساریغ بُقا)
715/1315 اندازاً	البسن
720/1320	مبارک خواجہ
745/1344	چمتے
762/1361	اُرُس
777/1375	تقتقیہ
777/1375	تیمور ملک
778/1376	غیاث الدین توقتمش
797/1395	تیمور قتلغ
803/1401	شادی بیگ
810/1407	پُولاد
813/1410	تیمور
815/1412	جلال الدین

815/1412	کریم بردی
817/1414	کیبیر
820/1417	جبار بردی
822/1419	اولغ محمد، پہلا دور حکومت
823/1420	دولت بردی
825/1422	برق
832/1427	اولغ محمد،دوسرادور حکومت (بعدازاں قازان میں)
	یہ تینوں متحارب خان تھے
838/1433اندازاً	سید احمد اول
840/1435اندازاً	کوچوک محمد
871/1465	احمد
886/1481	شیخ احمد
886/1481	سید احمد دوم
886/1481	مرتضٰی [شیخ احمد، سید احمد اور مرتضٰی تینوں شریک حکمران تھے]۔

907/1502 میں کریمیا کے گرے خانوں کے ہاتھوں شیخ احمد کی شکست، اور باقیماندہ سنہری جتھے کا کریمیائی تاتاری جتھے میں ادغام

چنگیز خان کے سب سے بڑے بیٹے جوچی کو مغربی سائبیریا اور قپچاق سٹیپی کا علاقہ اس کی ''یرت'' (Yurt) کے طور پر الاٹ کیا گیا تھا، اور (624/1227) میں اس کی وفات پر مغربی سائبیریا اس کے بڑے بیٹے اوردا کو مل گیا جس نے اپنے علاقوں میں سفید جتھہ بنایا۔ سفید جتھے کے ابتدائی خوانین کے بارے میں معلومات بہت کم ہیں لیکن پرعزم اور طاقتور توقتمش (وفات 809/1406) کافی اہم فرد ہے۔ اس نے بتوعی نیلے جتھے (جسے آج ہم سنہری جتھے کے طور پر جانتے ہیں) کو سفید جتھے کے ساتھ متحد کیا اور سنہری جتھے کو ایک مرتبہ پھر روس کی اہم طاقت بنا دیا،

اور (784/1382) میں نزنی نوو گورود اور ماسکو کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ تاہم، بدقسمتی سے اس کا سامنا تیمور سے ہو گیا جس نے اسے اس کے دارالحکومت سرائے (Saray) سے وولگا کی جانب بھگا دیا۔ اور توقتمش کو مجبوراً لیتھوینیا کے ویتولڈ کے پاس پناہ لینا پڑی۔

جوچی کی میراث کا مغربی نصف، خوارزم اور جنوبی روس کا قپچاق ستپی اس کے بیٹے بتو کو ملا۔ بتو نے نوو گورد کے علاقے تک روس میں لوٹ مار کی، کیو پر قبضہ کیا، اور پولینڈ و ہنگری پر حملہ کیا۔ عیسائی یورپ بتو کی فوج کی لیگنیز کے مقام پر 638/1241 میں فتح اور بیلا چہارم کی ایڈریاٹک ساحلوں کی جانب روانگی کے بعد مزید آفات سے بچ گیا۔ دارالحکومت سرائے کو بنیاد بنا کر بتو کا نیلا جتھہ سنہری جتھے کا مرکزہ بن گیا۔ اوز بیگ کی وفات (742/1341) کے بعد سنہری جتھے کے تمام خوانین مسلمان تھے، اور اس کا مطلب ہے کہ حکمران جتھے اور ان کے عیسائی روسی محکومین کے درمیان ایک گہری مذہبی خلیج حائل تھی، اگرچہ لاطینی عیسائی مبلغین نے قپچاق ستپی میں کچھ عرصہ تک کام جاری رکھا۔ جتھے کے اناطولیہ اور شام و مصر میں مملوک سلطنت کے ساتھ اہم تجارتی رابطے تھے؛ مملوکوں کو غلام فراہم کیے جاتے رہے، جبکہ جتھے کی ثقافت نے اسلامی تاثر حاصل کیا جو اِل خانیوں کے عین برعکس تھا۔ تاہم عثمانی طاقت کی بڑھوتری اور 755/1354 کے بعد ان کے Dardanelles پر کنٹرول نے انہیں میڈی ٹرینیئن سے کاٹ دیا اور وہ خالصتاً روسی طاقت بن کر رہ گئے۔

توقتمش کی وفات کے بعد سنہری جتھے میں اصل طاقت "محل کے میئر" ایڈیگو کے پاس تھی لیکن اس کی وفات (822/1419) کے بعد ایک انتشار اور بدنظمی کا عمل شروع ہوا۔ عثمانی اور ان کے حلیف کریمیائی تاتاری بھی جارحیت پسندانہ عزائم رکھتے تھے۔ کریمیائی خان مینگلی گرے نے ہی (907/1502) میں سنہری جتھے کو شکست دی۔ لیکن اس سے پہلے ہی دیگر خوانین سنہرے جتھے سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

60- شیبانی، جوچی کی اولادیں (9051007/1500-98)

ورائے جیحون

832-73/1429-68	ابوالخیر (خوارزم کا حکمران)
905/1500	محمد شیبانی (ورائے جیحون کا فاتح)
916/1510	کوچ کنجو
937/1531	مظفرالدین ابوسعید
940/1534	ابوالغازی عبیداللہ
946/1539	عبداللہ اول
947/1540	عبداللطیف
959/1552	نورُوز احمد
963/1556	پیرمحمد اول
968/1561	اِسکندر
991/1583	عبداللہ دوم
1006/1598	عبدالمومن
1007/1598	پیرمحمد دوم

بخارا میں ان کی جگہ استراخان کے سابق خانوں، جانیوں نے لے لی

جب توقتمش اور اس کا سفید جتھہ مغرب کی جانب بڑھا جنوبی روس میں سنہری جتھے کے ساتھ اتحاد کرلیا تو مغربی سائبیریا جوچی کے سب سے چھوٹے بیٹے کی اولادوں کو مل گیا جنہیں شیبانی کے طور پر جانا جاتا تھا۔ ان کی ایک شاخ سترھویں صدی تک تیومن کے خوانین کی حیثیت سے سائبیریا میں ہی رہی لیکن زیادہ تر شیبانی جتھہ ورائے جیحون چلا گیا جہاں وہ اوز بیگ کہلانے لگے۔ وہ موجودہ دور کے ازبکستان ایس ایس آر کے مقامی باشندوں کے اجداد تھے۔ (851/1447) میں ابوالخیر نے تیموریوں سے خوارزم لے لیا اور (906/1500) میں اس کے پوتے محمد شیبانی نے آخری تیموریوں کو شکست دے کر ورائے جیحون پر قبضہ کرلیا۔ سولہویں صدی کے دوران سنی شیبانیوں نے فارس کے شیعی صفویوں کے ساتھ متواتر لڑائی جاری رکھی اور ان کے اتحاد میں دیگر سنی طاقتیں (مثلاً عثمانی اور ہندوستان کے مغل) بھی شامل ہوگئیں۔ شیبانیوں نے

(1007/1598) تک بخارا میں حکومت کی۔ اس کے بعد جوچی کے بیٹے اوردا کی اولادوں اور شیبانیوں کے ممیرے رشتہ داروں نے اقتدار سنبھال لیا۔ شیبانیوں کی حلیف شاخ عرب شاہیوں نے اٹھارہویں صدی کے اواخر تک خوارزم یا کھیوا پر حکومت کی۔

61- کریمیا کے گرے خان، جوچی کی اولادیں
831-1208/1426-1792

831/1426 اندازاً	حاجی گرے، پہلا دور حکومت
860/1456	حیدر گرے
860/1456	حاجی دوسرا دور حکومت
871/1466	نوردولت گرے، پہلا دور حکومت
871/1466	مینگلی گرے، پہلا دور حکومت
879/1474	نوردولت، دوسرا دور حکومت
880/1475	مینگلی، دوسرا دور حکومت
881/1476	نوردولت، تیسرا دور حکومت
883/1478	مینگلی، تیسرا دور حکومت
920/1514	محمد گرے اول
931/1523	غازی گرے اول
932/1524	سعادت گرے اول
939/1532	اسلام گرے اول
939/1532	صاحب گرے اول
958/1551	دولت گرے اول
985/1577	محمد گرے دوم
992/1584	اسلام گرے دوم

998/1588	غازی گرے دوم، پہلا دورحکومت
1005/1596	فتح گرے اول
1006/1596	غازی دوم، دوسرا دورحکومت
1016/1608	توقتمش گرے
1017/1608	سلامت گرے اول
1019/1610	محمد گرے سوم، پہلا دورحکومت
1019/1610	جان بیگ گرے، دوسرا دورحکومت
1032/1623	محمد سوم، دوسرا دورحکومت
1036/1627	جان بیگ، دوسرا دورحکومت
1044/1635	عنایت گرے
1046/1637	بہادر گرے اول
1051/1641	محمد گرے چہارم
1054/1644	اسلام گرے سوم
1064/1654	محمد چہارم، دوسرا دورحکومت
1076/1666	عادل گرے
1082/1671	سلیم گرے اول، پہلا دورحکومت
1089/1678	مراد گرے
1094/1683	حاجی گرے دوم
1095/1684	سلیم اول، دوسرا دورحکومت
1109/1691	سعادت گرے دوم
1103/1691	صفا گرے
1104/1692	سلیم اول، تیسرا دورحکومت
1110/1699	دولت گرے، پہلا دورحکومت

1114/1702	سلیم اول، چوتھا دور حکومت
1116/1704	غازی گرے سوم
1119/1707	قپلان گرے اول، پہلا دور حکومت
1120/1708	دولت گرے دوم، دوسرا دور حکومت
1125/1713	قپلان اول، دوسرا دور حکومت
1128/1716	دولت گرے سوم
1129/1717	سعادت گرے سوم
1137/1724	مینگلی گرے دوم، پہلا دور حکومت
1143/1730/	قپلان اول، تیسرا دور حکومت
1149/1736	فتح گرے دوم
1150/1737	مینگلی، دوسرا دور حکومت
1152/1740	سلامت گرے دوم
1156/1743	سلیم گرے دوم
1161/1748	ارسلان گرے، پہلا دور حکومت
1169/1756	حلیم گرے
1172/1758	قیریم گرے، پہلا دور حکومت
1178/1764	سلیم گرے سوم، پہلا دور حکومت
1180/1767	ارسلان، دوسرا دور حکومت
1181/1767	مقصود گرے، پہلا دور حکومت
1182/1768	قیریم، دوسرا دور حکومت
1182/1769	دولت گرے چہارم، پہلا دور حکومت
1184/1770	قپلان گرے دوم
1184/1770	سلیم سوم، دوسرا دور حکومت

1185/1771	مقصود، دوسرا دورِ حکومت
1186/1772	صاحب گرے دوم
1189/1775	دولت چہارم، دوسرا دورِ حکومت
1191/1777	شاہین گرے، پہلا دورِ حکومت
1197/1783	کریمیا کا روس کے ساتھ الحاق
1198/1784	بہادر گرے دوم
1199/1785	شاہین، دوسرا دورِ حکومت

تاتاریوں کے بُجّق یا Bessarabia کے خان، عثمانیوں کے نامزد کردہ

1203/1787	شاہباز گرے
1205-8/1789-92	بخت گرے

جوچی کے بیٹے تو قا تیمور کی اولادوں میں ایک شاخ نے سنہری جتھے کی اندرونی پھوٹ (760/1359 کے بعد) کے دوران کریمیا میں اپنا اقتدار قائم کیا۔ شروع میں وہ توقتمش کے باجگزار تھے، لیکن پھر پندرھویں صدی کی ابتدا میں وہ اپنے خان حاجی گرے (وفات 871/1466) کی قیادت میں سنہری جتھے سے بالکل الگ ہو گئے۔ خاندان کا نام غالباً سنہری جتھے کے ایک قبیلچے کیرے سے مشتق ہے جس نے حاجی خان کی حمایت کی تھی۔ اب کریمیائی خانی چنگیز خان کی نسل میں سے ابھرنے والی پائیدار ترین ریاستوں میں سے ایک بن گئی۔

عثمانی گریوں کے فطری حلیف تھے: پہلے سنہری جتھے کے خلاف جس کے خوانین کریمیا کو اپنے ماتحت سمجھتے تھے' اور پھر سولہویں صدی کے بعد سے روسیوں کے خلاف۔ گرے سنہری جتھے کے وارث ہونے کے دعویدار تھے' اور انہوں نے سولہویں صدی میں کبھی کبھار قازان میں حکومت بھی کی۔ سولہویں صدی کے اواخر میں خوانین یوکرین کے زیادہ تر جنوبی حصے اور زیریں دون کبن خطے پر دارالحکومت بغچے سرے (سمفر پول) سے حکومت کرنے لگے۔ وہ ایک طرف عثمانیوں اور دوسری طرف روس اور پولینڈ کے درمیان بفر سٹیٹ بن گئے۔ استنبول پر انحصار کا اظہار سلطان کے دربار میں ایک گرے یرغمالی کو واپس مانگنے کے ذریعہ کیا گیا؛ دوسری طرف ایک مبہم احساس پایا جاتا تھا

کہ اگر عثمانی سلطنت ختم ہوگئی تو گرے ترکی میں حکومت سنبھالنے کے دعویدار بن سکتے تھے۔

اٹھارہویں صدی کے دوران بحر اسود اور میڈی ٹرینئین کی جانب روسی توسیع پسندی اور عثمانیوں کی بڑھتی ہوئی کمزوری نے کریمیائی خودمختاری کے دن پورے کردیئے، اور (1197/1783) میں کیتھرین دی گریٹ کی فوجوں نے کریمیا پر قبضہ کر کے اسے اپنے ساتھ ملالیا؛ تاہم بعد میں ایک یا دو گرے کو تاتاریوں کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

نواں حصہ

منگولوں کے بعد کا فارس

62-مظفری (713-95/1314-93)

713/1314	مبارزالدین محمد بن المظفر
759/1358	قطب الدین شاہ محمود (اصفہان اور ابرقوہ میں 776/1375 تک)
765/1364	جلال الدین شاہ شجاع (فارس اور کرمان میں؛ 776/1375 کے بعد اصفہان میں بھی)
786/1384	مجاہد الدین زین العابدین علی (تیمور نے 789/1389 میں معزول کیا)
786-95/1384-93	عمادالدین احمد (کرمان میں)
789-95/1387-93	نصرت الدین یحیٰ (یزد میں)
789-95/1387-93	منصور (اصفہان فارس اور عراق میں)

تیموری فتح

سلطنت کے بانی شرف الدین المظفر کو منگول غزن خان نے ''امیرِ ہزارہ'' یعنی ایک ہزار کا کمانڈر مقرر کیا تھا۔ اس کا بیٹا محمد بھی یزد کا گورنر تھا اور (736/1336) میں ابوسعید کی وفات کے بعد اِل خانی سلطنت میں پیدا ہونے والی بدنظمی کے دوران اس نے انجوعید ابواسحاق کے خلاف شدید جدوجہد کر کے فارس میں اپنی مقبوضات کو وسعت دی۔ کرمان کے آخری قتلغ خانی حکمران کی بیٹی کے ساتھ شادی کے ذریعہ وہ کرمان پر بھی قابض ہوگیا۔ 758/1356 تک وہ فارس اور عراق کا غیر متنازعہ حکمران رہا اور اسے آذربیجان پر حملہ کرنے کی تحریص ہوئی جہاں اس نے تبریز پر قبضہ تو کرلیا مگر پاؤں نہ جما سکا۔

محمد کو اس کے اپنے ہی بیٹے شاہ شجاع نے معزول کردیا (شاہ شجاع نے شیراز میں ابواسحاق انجوعی کے بعد شاعر حافظ کی سرپرستی کی)۔ لیکن شاہ شجاع اپنے بھائی محمود' اصفہان کے گورنر کے

ساتھ اس کی موت تک برسرِ پیکار رہا۔محمود نے مظفریوں کے پرانے دشمنوں' جلایریوں سے مدد مانگی تھی،اور کم ازکم اصفہان حاصل کر لینے کے بعد شاہ شجاع نے آذر بیجان میں جلایری حسین بن اویس کے خلاف فوج کشی کی۔لیکن اب فارس پر تیمور کا سایہ منڈلا رہا تھا۔شاہ شجاع نے فوری طور پر عظیم فاتح کی اطاعت قبول کرلی۔تاہم اس کے جانشین کوتاہ اندیش تھے۔شاہ شجاع نے 786/1384 میں اپنی وفات سے قبل اپنی مقبوضات کو اپنے بھائی احمد (کرمان) اور اس کے بیٹے زین العابدین (فارس اور دارالحکومت شیراز) میں تقسیم کر دیا۔لیکن مظفری علاقوں کے مختلف حصوں کے لیے حکمرانی کے تنازعات نے سلطنت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔زین العابدین نے ابتدأمیں تیمور کی اطاعت اختیار کی،لیکن تیمور نے اصفہان میں عوامی شورشوں کے دوران چھ محصلوں کی ہلاکت کے بعد وہاں حملہ کر دیا۔آخری مظفری منصور سارے فارس اور عراق پر حکومت کرتا رہا' حتیٰ کہ 795/1393 میں تیمور نے مغربی فارس کی خودمختار سلطنتوں کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کرلیا؛منصور لڑائی میں مارا گیا اور باقی ماندہ مظفریوں کو قتل کر دیا گیا۔

63-جلایری (736-835/1336-1432)

عراق،کردستان آذر بیجان میں

736/1336	تاج الدین حسن بزرگ
757/1356	اُویز اول
776/1374	جلال الدین حسین اول
784/1382	غیاث الدین احمد
784-5/1382-3	بایزید (کردستان میں)
813/1410	شاہ ولد
814/1411	محمود، پہلا دور حکومت (ملکہ ماں تندو کی زیر نگرانی)

818/1415	اُویز دوم
824/1421	محمد
825/1422	محمود، دوسرا دورِ حکومت
827-35/1424-32	حسین دوم

جنوبی عراق میں قراقُویُنلو کی فتوحات

جلایری فارس کے اِل خانیوں سے آگے کی ریاستوں میں سے ایک تھے۔ لگتا ہے کہ جلایر بالاصل ایک منگول قبیلہ تھا۔ سلطنت کے مقدر کا بانی حسن بزرگ سلطان ابوسعید کی جانب سے اناطولیہ کا گورنر رہ چکا تھا۔ (اسے اس کے دشمن اور رقیب امیروں کے چوپانی خاندانی کے حسن کو چک یعنی چھوٹا سے تمیز کرنے کے لیے بزرگ یعنی بڑا کہا جاتا تھا)۔ وہ انجام کار چوپانیوں پر غالب آیا اور بغداد کو اپنا صدر مقام بنالیا۔ پھر بھی وہ بدستور 747/1346 تک مختلف اِل خانیوں کو اپنے سرپرستوں کے طور پر تسلیم کرتا رہا۔ یہ اس کا بیٹا اویس ہی تھا جس نے مکمل ذاتی حاکمیت اختیار کی۔

اویس نے (761/1360) میں آذربیجان فتح کیا اور تنازعات کے شکار مظفریوں پر فارس میں اپنی حاکمیت منوائی، لیکن اس کے جانشینوں کو دیاربکر میں قراقویُنلو ترکمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کے ساتھ نمٹنا اور سنہری جتھے کے اولوالعزم خانوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جب تیمور شمالی فارس اور عراق میں آیا تو اویس کے بیٹے احمد نے اس کی مخالفت کی اور اسے بھاگ کر مصر کے مملوکوں کے پاس پناہ لینا پڑی۔ وہ 807/1405 میں تیمور کی وفات کے بعد ہی واپس بغداد آنے کے قابل ہوسکا۔ تاہم تیموری حملوں نے جلایریوں کی حیثیت کو کافی کمزور کردیا تھا۔ آذربیجان فوراً ہی قراقویُنلو کے ہاتھوں میں چلا گیا اور اس کے بعد انہوں نے 815/1412 میں بغداد بھی لے لیا۔ چھوٹے چھوٹے جلایری شہزادے صرف زیریں عراق میں واسط، بصرہ اور ششتر میں تیموری شاہ رخ کے باجگزاروں کے طور پر ہی رہ گئے۔ حتیٰ کہ 835/1432 میں حسین دوم کو حِلہ کے مقام پر مارڈالا گیا۔

64- تیموری (771-912/1370-1506)

1- اعلیٰ حکمران سمرقند میں

771/1370	تیمور
807/1405	خلیل (812/1409 تک)
807/1405	شاہ رخ (پہلے صرف خراسان میں)
850/1447	اُولغ بیگ
853/1449	عبداللطیف
854/1450	عبداللہ مرزا
855/1451	ابوسعید
873/1469	احمد
899-906/1494-1500	محمود بن ابی سعید

شیبانی فتوحات

2- اُولغ (الغ) بیگ کی موت کے بعد حکمران خراسان

853/1449	بابر
861/1457	محمود بن بابر
863/1459	ابوسعید
873/1469	یادِگار محمد
875/1470	حسین بیقرا
912/1506	بدیع الزماں

3- تیمور کی وفات کے بعد حکمران مغربی فارس میں

807/1404	میران شاہ
812/1409	خلیل
817/1414	عیال

ایلنکر 817-18/1414-15

شاہ رخ کے علاقوں کے ساتھ اتحاد

تیمور کا خاندان چنگیز خان کی نسل سے ہونے کا دعویدار تھا۔ جب ماورائے جیحون علاقے میں تغلق تیمور کے چغتائی منگولوں کی نااہلی کے باعث انتشار پیدا ہونے لگا تو اس کا باپ کش میں گورنر تھا۔ تیمور نے ماورائے جیحون کو بیس کیمپ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے وسیع سلطنت قائم کی اور وہاں چنگیز خان کے بیٹے اوگیدی کی اولادسویورغتمش اور محمود کو سردار بنایا۔

تیمور کی ابتدائی مہمات خوارزم اور خراسان میں تھیں جن کے بعد اس نے فارس کو فتح کرنا شروع کیا؛ 797/1395 میں شروع ہونے والی ''پانچ سالہ جنگ'' کے دوران فارس کے مظفریوں کو تباہ کر دیا گیا اور جلایری احمد بن اویس کو عراق سے نکال باہر کیا گیا۔ تاہم تیمور کی شمالی سرحد کھلی تھی اور استیپوں (Steppes) میں اس کا زبردست دشمن سفید لشکر کا خان توقتمش تھا جس نے اپنے جتھے کے منگولوں کو نیلے جتھے کے منگولوں کے ساتھ متحد کر کے سارے قپچاق پر حاکمیت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ تیمور نے 797/1395 میں قپچاق پر حملہ کیا اور ماسکو اور استراخان تک گھس گیا۔ لیکن اس کی اصل کوششیں اسلامی مرکزی سرزمینوں کے امیر علاقوں کے لیے تھیں جہاں اس کی مہمات نے معاصرانہ سیاسی ڈھانچے پر تباہ کن اثرات مرتب کیے تھے۔ 800/1398-99 کی ہندوستانی مہم کے دوران دہلی کو تاراج کر کے تغلقوں کا اختتام قریب لایا گیا اور جونپور، گجرات، مالوہ اور خاندیش جیسی صوبائی خودمختار سلطنتوں کے قیام کا موقعہ فراہم ہوا۔ مغرب میں تیمور کے ہاتھوں 805/1402 میں انقرہ کے مقام پر عثمانی بایزید اول کی شکست نے اناطولیہ کی ترکمانی حکومتوں کو عثمانی سلطانوں کے ہاتھ لگنے سے پہلے چند مزید عشروں کی مہلت دے دی۔

چین کی جانب روانگی کے موقعہ پر اپنی وفات سے قبل تیمور نے اپنے علاقوں کو بیٹوں اور پوتوں میں بانٹ دیا۔ لیکن اس کی ذات کا خوف ختم ہونے کے بعد تیموریوں کی حیثیت خراسان اور ورائے جیحون میں مقامی حکمرانوں کی سی ہوگئی۔ ابتدا میں تیمور کے دو بیٹوں جلال الدین میران شاہ اور شاہ رخ خان کے پاس دو بڑی بادشاہتیں تھیں: 1- مغربی فارس اور عراق میں،

2-خراسان اور بعد ازاں ورائے جیحون میں بھی۔ تیمور کی زیادہ تر زندگی عسکری فتوحات میں گزری جبکہ پندرھویں صدی کے تیموریوں نے مشرقی اسلامی دنیا کو ایک شاندار ثقافتی اتحاد دیا جس نے فارسی اور چغتائی ترکی ادب، فن تعمیر، کتاب سازی اور مصوری میں بے مثال کامیابیاں حاصل کیں۔ نیز شاہ رخ کا بیٹا الغ بیگ علم فلکیات میں اپنی دلچسپی کی وجہ سے مشہور ہوا۔

823/1420 تک شاہ رخ نے فارس اور عراق میں تیمور کے تمام سابقہ علاقے لے لیے تھے اور ہندوستان و چین میں بھی اس کے برائے نام نمائندے موجود تھے۔ اس کا عظیم بھتیجا اپنے دور کے نہایت طاقتور حاکموں میں محمد فاتح کے بعد آتا ہے۔ اگرچہ وہ دریائے جیحون کے پار سے اوزبیگوں کے حملوں کو روک نہ سکا اور 873/1468 میں اق قوینلو اُذن حسن کے خلاف قراقوینلو حسن علی کی مدد اور مغربی علاقے (جو شاہ رخ کی وفات پر ہاتھ سے نکل گئے تھے) واپس لینے کے لیے اس کی مہم کا نتیجہ صرف تباہی کی صورت میں نکلا۔ تیموریوں کا آخری حکمران حسین بیقرا تھا جس نے سارے خراسان پر ہرات سے حکومت کی۔ اسی کے دربار میں تیموری ثقافت نے اپنے عروج کے آخری دن دیکھے جہاں جامی اور علی شیر نیوائی اور بہزاد جیسے مصور موجود تھے۔

تیموری سیپی سے تعلق رکھنے والی آخری بڑی اسلامی سلطنت تھے؛ عثمانیوں، صفویوں اور مغلوں جیسی آتشیں اسلحہ اور زیادہ بہتر عسکری تیکنیکیں استعمال کرنے والی طاقتور ریاستوں کے ظہور نے یوریشین استیپوں کی جانب سے بڑے پیمانے پر حملوں کی حوصلہ شکنی کی۔

65- قراقوینلو (782-873/1380-1468)

آذربیجان اور عراق

782/1380	قرا محمد تُرمش
791/1389	قرا یوسف
802/1400	تیموری حملہ
809/1406	قرا یوسف (تخت پر بحالی)
823/1420	اسکندر

841/1438	جہان شاہ
872-3/1467-8	حسن علی

اق قُویُنلو کی تسخیر

قرا قویُنلو (لفظی مطلب ''کالی بھیڑ'') کا اتحاد منگول حملوں کے باعث مشرق کی جانب دھکیلے گئے ترکمانی عناصر میں سے ابھرا۔ لگتا ہے کہ ان کا حکمران خاندان اوغوز کے ذیلی قبیلے ایوا میں سے نکلا اور ان کا دارالحکومت وین اور اُرمیا جھیلوں کے شمال میں تھا جہاں سے انہوں نے آہستہ آہستہ آذربیجان اور اناطولیہ کے مشرقی سرحدی علاقوں کو اپنے اختیار میں کر لیا۔

قرا محمد نے جلایری سلطان اویس کی ملازمت کی لیکن اس کے بیٹے قرا یوسف نے تبریز پر قبضہ کر لیا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ قرا یوسف نے تیمور کی مخالفت کا بدنصیب فیصلہ کیا اور اسے بھاگ کر مملوک مصر میں جانا پڑا، تبریز 809/1406 میں ہی کہیں آ کر دوبارہ حاصل ہوا۔ قرا قویُنلو نے اس مضبوطی کے ساتھ دوبارہ قائم ہو کر دیار بکر میں اپنے اق قویُنلو دشمنوں کے ساتھ جنگ وجدل کا آغاز کیا۔ اس کے علاوہ کاکیشیا میں جارجیوں اور شیروان شاہان' مغربی فارس میں تیموریوں کے خلاف بھی لڑائی چھیڑی۔ شاہ رخ کے مر جانے کے بعد جہان شاہ نے اپنی حکومت عراق' فارس' کرمان اور حتیٰ کہ اومان تک پھیلائی۔ آخر کار اس نے دیار بکر میں اق قویُنلو حکمران اُذن حسن پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی اور اپنی جان بھی ہار گیا۔ جہان شاہ نے اپنی موت سے دو برس قبل قرا قویُنلو کی ایک ذیلی شاخ کا بھی خاتمہ کر دیا تھا جو قرا یوسف کے دور سے ہی بغداد میں حکومت کرتی آ رہی تھی۔ جب جہان شاہ قتل ہوا تو اس کا بیٹا حسن علی جلاوطنی سے واپس تبریز آیا لیکن قرا قویُنلو افواج کی وفاداری حاصل نہ کر سکا اور 873/1468 میں مارا گیا۔

سیاسی لحاظ سے قرا قویُنلو اتحاد عمل میں آنے کا مطلب تھا عراق اور مغربی فارس میں اِل خانی حکومت کا خاتمہ' اور تیموریوں کا مغرب میں پاؤں نہ جما سکنا۔ نسلی اعتبار سے' ترکمانوں کے اتحاد نے اس عمل کو مزید تیز کیا اور آذربیجان میں ترک نسل اور زبان کا غلبہ ہونے لگا۔ جہاں تک قرا قویُنلو کی مذہبی وابستگی کا تعلق ہے تو انہیں کٹر شیعہ بتایا جاتا ہے' لیکن اس دور کی اسناد اتنی دوٹوک نہیں۔ ہم بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس دور میں مغربی ایشیائی ترکمانوں کے ہاں شیعی عقائد غالب تھے' جیسا

کہ صفویوں کی سرفرازی سے بھی اشارہ ملتا ہے۔

66-اق قُویُنلو (780-914/1378-1508)

دیار بکر، مشرقی اناطولیہ، آذربیجان

780/1378	قرا یُولوک عثمان
839/1435	حمزہ، اپنے بھائی علی کے ساتھ 842/1438 تک برسرِ پیکار رہا
848/1444	جہانگیر
857/1453	اُزن حسن
882/1478	خلیل
883/1478	یعقوب
896/1490	بیسونقر
898/1493	رستم
902/1497	احمد گوودے
903/1497	مراد (قم میں)
903/1498	الوند (آذربیجان میں، بعدازاں 910/1504 میں اپنی وفات تک دیار بکر میں
903/1498	محمد میرزا (جبال اور فارس میں 905/1500 تک)
907-14/1502-8	مراد (آخر میں مطلق فرمانروا کے طور پر)

صفوی فتوحات

اق قوینلو (لفظی مطلب "سفید بھیڑ") دیار بکر میں مرتکز ترکمانوں کا ایک اتحاد تھے۔ ان کے حکومتی درجہ ہائے مراتب کی بنیاد بیوندر کے قدیم اوغوز قبیلے پر تھی اور بازنطینی اسناد کے مطابق اس

کا ذکر حملہ آور تریبی زوند کے طور پر ملتا ہے۔ سلطنت کا اصل بانی قرا یولوک عثمان تھا جس کی ماں ایک کومنینا تھی، اور جس نے خود ایک بازنطینی شہزادی سے شادی کی تھی؛ تریبی زوند کے ساتھ سلطنت کے روابط طویل عرصہ تک بہت قریبی رہے۔ قراقوینلو کے برعکس قرا یولوک نے تیمور کی اطاعت اختیار کی اور اس کی خاطر 805/1402 میں انقرہ کے مقام پر بایزید کے خلاف لڑے۔ قراقوینلو کافی عرصہ تک مشرق میں آگے نہ جا سکے' لیکن اُذن حسن' سلطنت کا ممتاز ترین رکن' نے آخر کار 872/1467 میں جہان شاہ کو شکست دی۔ تیموری ابوسعید کو شکست دینے کے بعد وہ اق قوینلو کی حکومت کو فارس کے اس پار خراسان اور عراق و خلیج فارس تک توسیع دینے میں کامیاب ہو گیا۔

تاہم' اُذن حسن کے اصل دشمن عثمانی تھے جو پندرھویں صدی میں اناطولیہ کی باقی ماندہ ترک جاگیروں کو قبضے میں لیتے ہوئے مشرق کی جانب بڑھے چلے آ رہے تھے۔ عثمانی مخالف پالیسی نے اسے قرمانیوں کا حلیف بنا دیا' اور اس نے بھی تریبی زوند (جس کے آخری شہنشاہوں کے ساتھ وہ اپنی بازنطینی بیوی کے ذریعہ تعلق رکھتا تھا) کو محمد فاتح کے حملوں سے بچانے کی کوشش کی۔ اُذن حسن کے دور میں اق قوینلو ایک بین الاقوامی اہمیت کی حامل طاقت بن گئے۔ 868/1464 میں عثمانیوں کے وینسی دشمنوں کے ساتھ سفارتی تعلقات کا آغاز کیا گیا اور اسلحہ و بارود وینس سے روانہ ہوا۔ تاہم 878/1473 میں تیرجان کے مقام پر اُذن حسن کی افواج عثمانی توپ خانے کا مقابلہ نہ کر سکیں اور اسے عبرت ناک شکست ہوئی۔ اس کے بیٹے یعقوب نے جدوجہد جاری رکھی۔ لیکن تب کے بعد سلطنت پھوٹ اور انتشار کا شکار ہو گئی اور جانشینی کے تنازعات زور پکڑ گئے۔ قرمانی عثمانیوں کے ہاتھ لگ گئے' اور اناطولیہ کے ترکمانوں میں صفویوں کی جانب سے شیعی پراپیگنڈہ نے سنی اق قوینلو طاقت کی نظریاتی بنیادی کھوکھلی کر دیں۔ 906/1501 میں شاہ اسماعیل نے نک چیوان کے نزدیک الوند کو شکست دی' اور آخری اق قوینلو کو بھاگ کر عثمانی سلطان سلیم کے پاس جانا پڑا۔ الوند نے اپنی شکست کے کچھ ہی عرصہ بعد دیار بکر میں ماردین کے مقام پر ایک خودمختار اق قوینلو حکومت کا خاتمہ کر دیا اور یوں سلطنت کا نام و نشان ہر جگہ سے مٹ گیا۔

67-صفوی (907-1145/1501-1732)

فارس

907/1501	اسماعیل اول
930/1524	طہماسپ اول
984/1576	اسماعیل دوم
985/1578	محمد خدا بندہ
996/1588	عباس اول
1038/1629	صفی اول
1052/1642	عباس دوم
1077/1666	سلیمان اول (صفی دوم)
1105/1694	حسین اول
1135/1722	طہماسپ دوم
1145/1732	عباس سوم
1163/1749	سلیمان دوم
1163/1750	اسماعیل سوم [یہ تینوں صرف فارس کے مخصوص علاقوں میں برائے نام حکمران تھے۔
1166/1753	حسین دوم
1200/1786	محمد

صفوی ترکی بولنے والے ہونے کے باوجود غالباً کردی نسل سے ہی تھے۔ اس بارے میں ہمیں قابل بھروسہ معلومات میسر نہیں کیونکہ فارس میں ایک مرتبہ اپنی طاقت کو مستحکم کر لینے کے بعد انہوں نے اپنی اصلیت کے حوالے سے ثبوت کو جان بوجھ کر جھٹلا دیا۔ لیکن اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ اناطولیہ' دیار بکر، آذر بیجان اور خطے کی متعدد سلطنتوں کی طرح وہ بھی درویشوں سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ صفی الدین (وفات 735/1334) نے اپنا صوفی سلسلہ صفویہ

آذر بیجان میں اردبیل کے مقام پر قائم کیا، اور اگرچہ وہ بذات خود غالباً ایک سنی تھا، لیکن اس کے سلسلے نے ایک ایسے علاقے میں فروغ پایا جہاں شیعہ ازم کافی مضبوط تھا؛ چنانچہ بارھویں صدی کے دوران یہ سلسلہ بھی شیعہ ازم کے رنگ میں رنگا جا چکا تھا۔

اب پہلے قرا قوینلو اور اس کے بعد اق قوینلو کی طاقت کا رخ موڑنے کی کوشش میں مشرقی اناطولیہ کے ترکمانوں کے درمیان شدید پراپیگنڈا کیا جا رہا تھا؛ اور 907/1501 میں اسماعیل بن حیدر نے اق قوینلو سے آذر بیجان لے لیا، سارے فارس کو دس سال تک اپنے کنٹرول میں رکھا اور یوں صفوی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یہ حکومت جلد ہی مذہبی حکومت کا روپ اختیار کر گئی کیونکہ اسماعیل اور اس کے جانشینوں نے نہ صرف حضرت علیؓ کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ شیعی اماموں کی نیم الوہی حیثیت پر بھی زور دینے لگے۔ ان کے حمایتی ترک قبائلیوں (قزلباش' کیونکہ وہ سرخ ٹوپیاں پہنتے تھے۔ قزلباش کا مطلب سرخ سر والے ہے) نے ان کے ساتھ سیاسی کے علاوہ روحانی تعلق بھی قائم کر لیا۔ شیعہ ازم نے ایک ایسے ملک میں ریاستی مذہب کی حیثیت اختیار کر لی جو تب تک (کم از کم سرکاری طور پر) سنی تھا۔ لہٰذا تاریخ فارس میں صفوی عہد نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دور میں وہاں شیعہ ازم کو استحکام ملا؛ اس عمل کے دوران فارس نے استحکام اور قومیت کا ایک نیا احساس حاصل کیا جس نے اسے موجودہ دور تک اپنی روحانی اور علاقائی وحدت کے ساتھ زندہ رہنے کے قابل بنایا۔

عسکری اعتبار سے شاہ اسماعیل اور اس کے جانشینوں کو اپنے سنی پڑوسیوں کی مسلسل دشمنی کا سامنا کرنا پڑا...... مغرب میں عثمانی اور شمال مشرق میں ترکمان اوز بیگ۔ دریائے آکسس (جیحون) کی سرحد پر ہرات، مشہد اور سراخ جیسے سرحدی شہروں کی بنیاد پر اپنا قبضہ قائم رکھا؛ لیکن لوٹ مار اور غلام حاصل کرنے کے لیے ترکمانی حملے انیسویں صدی تک جاری رہے۔ عثمانی زیادہ خطرناک تھے کیونکہ وہ سولہویں صدی میں اپنی طاقت کے نقطۂ عروج پر تھے۔ 920/1514 میں چلدران کے مقام پر صفویوں کے خلاف سلیم کی فتح برتر توپخانے کی فتح تھی۔ (مصر کے مملوکوں کی طرح صفوی بھی کافی عرصہ تک توپ خانے اور چھوٹے ہتھیاروں کے استعمال سے گریز کرتے رہے)۔ کچھ ہی عرصہ بعد کردستان' دیار بکر اور بغداد عثمانیوں کے ہاتھوں میں آ گیا اور آذر بیجان پر

بھی کئی بار حملہ ہوا؛ بعد میں صفوی دار الحکومت کو تبریز سے قزوین اور پھر اصفہان منتقل کر دیا گیا۔

انگلینڈ کی ایلزبتھ اول، سپین کے فلپ دوم' روس کے اِیوان اور مغل شہنشاہ اکبر کے تقریباً ہم عصر شاہ عباس اول کا عہد صفوی سیاسی قوت اور ساتھ ہی ساتھ صفوی ثقافت اور تہذیب کا بھی نقطہ عروج تھا۔ اس عہد کی تہذیبی کامیابیاں اصفہان کی بے نظیر تعمیراتی خوبصورتیوں میں محفوظ ہیں۔ اس دور میں عثمانیوں کو آذربیجان سے نکال باہر کیا گیا اور مشرقی کاکیشیا و خلیج فارس پر فارسی کنٹرول مستحکم ہو گیا۔ یورپ کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم ہوئے (اگرچہ عثمانیوں کے خلاف صفوی' یورپی اتحاد کا منصوبہ کبھی عملی صورت اختیار نہ کر سکا)، اور تجارتی و ثقافتی روابط بھی بڑھے۔ ریاست میں قزلباش کے بڑھتے ہوئے سیاسی اثر و رسوخ کا توڑ کرنے کے لیے شاہ عباس نے نومسلم جارجیائی اور سرکاسی (circassian) لوگوں کو غلام حافظوں کے طور پر بھرتی کیا اور اپنے ساتھ ذاتی تعلق کے حامل ترکمانوں کے ایک گروہ کو ترقی دی، جبکہ بڑے قبائل کے سرداروں کو نظر انداز کیا۔

68-افشاری (1148-1210/1736-95)

فارس

1148/1736	نادر شاہ، طہماسپ قلی خان
1160/1747	عادل شاہ، علی قلی خان
1161/1748	ابراہیم
1161-1210/1748-95	شاہ رخ (خراسان میں)

زَند اور قاجار

نادر شاہ شمالی خراسان میں آباد ایک ترکمان قبیلے افشار کا سردار تھا؛ نادر نے اسی آبائی وطن میں بعد ازاں اپنا قلعہ اور خزانہ ''قلعۂ نادری'' تعمیر کیا۔ صفویوں کی آخری سانسوں کے اس دور میں' جب زیادہ تر فارس افغانوں کے ہاتھوں میں تھا' فارس کا اتحاد پارہ پارہ ہوتا نظر آ رہا تھا۔ فارس کو علاقائی طور پر متحد کرنا نادر کا کام تھا' مگر اس نے ملک کو مالی اور معاشی اعتبار سے کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔

نادر صفوی سلطان طہماسپ دوم کی خدمت کے ذریعہ اقتدار تک پہنچا (اور اسی وجہ سے طہماسپ کے غلام یا ''طہماسپ قلی'' کا لقب اختیار کیا)۔اس نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت فارس میں افغان حملہ آوروں کا صفایا شروع کیا، اور 1140/1727 میں یہ کام مکمل ہونے پر طہماسپ نے اسے خراسان، کرامان، سیستان اور مازندران کا گورنر بنا دیا۔اتنے وسیع علاقے کا مختار بن جانے کے بعد نادر نے ایک خودمختار حکمران جیسا رویہ اپنا لیا، اپنے نام کے سکے جاری کیے۔ بیرونی دشمنوں کی جانب متوجہ ہو کر اس نے عثمانیوں کو 1143/1730 میں آذربیجان اور ہمدان سے باہر نکالا اور کاکیشیا کے راستے داغستان کے اندر تک چلا گیا۔طہماسپ نے فارس کے مفادات کو بالائے طاق رکھ کر ترکی اور روس کے ساتھ معاہدہ کیا تو نادر کو طہماسپ کی معزولی کا بہانہ مل گیا۔اس نے اس کی جگہ ایک اور کٹھ پتلی صفوی بادشاہ بنایا، اور آخرکار 1148/1736 میں خود شاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔لگتا ہے کہ ایک موقع پر نادر شاہ نے فارس اور ترکی کی قدیم شیعہ سنی دشمنی کو ختم کرنا چاہا اور بارہ اماموں کے شیعہ ازم کی سرکاری حیثیت کے خاتمہ کا اعلان کر کے ایک نیا عقیدہ قائم کیا۔یہ نیا عقیدہ شیعہ ازم کی ہی تبدیل شدہ صورت تھی جس کے روحانی امام چھٹے امام جعفر الصادق تھے۔بدقسمتی سے یہ مفاہمتی اقدام عثمانیوں کے ساتھ بہتر تعلقات کا باعث نہ بن سکا۔

متواتر جنگ و جدل کے اخراجات نے نادر شاہ کو ہندوستان میں نہایت کامیاب مہم جوئی (1151-2/1738-9) پر مائل کیا جس کے نتیجہ میں مغل شہنشاہ محمد شاہ کو دریائے سندھ کے شمال اور مغرب میں اپنے تمام صوبوں سے دست بردار ہونا اور بہت سا خراج ادا کرنا پڑا۔لہٰذا نادر نے فارس کے عوام کو تین سال کے ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا۔ 1154/1741 میں نادر کو قتل کرنے کی کوشش (جس میں اس کے بیٹے رضا قلی کے ملوث ہونے کا بھی شبہ تھا) نے نادر کے کردار کو مسخ کر کے رکھ دیا اور اس کی پالیسیاں زیادہ سے زیادہ ظالمانہ اور غلطیوں سے لبریز ہوتی گئیں۔اس کے عائد کردہ محصولات کے خلاف بغاوتیں ہوئیں اور 1160/1747 میں افشار اور قاجار سرداروں کے ایک گروہ نے اسے قتل کر دیا۔اس کے دو بھتیجوں نے مختصر عرصہ کے لیے حکومت کی، اور پھر اس کے پوتے شاہ رخ نے مزید نصف صدی تک خراسان پر اقتدار قائم رکھا، لیکن شان و شوکت نادر کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی؛ اب فارس کھوکھلا ہو چکا تھا، اور زندوں کے نسبتاً پرامن اور

خوش حال دور کے لیے تیار تھا۔

69-زَند(1163-1209/1750-94)

فارس

1163/1750	محمد کریم خان
1193/1779	ابوالفتح
	محمد علی (مشترکہ طور پر)
1193-5/1779-81	صادق (شیراز میں)
1193-9/1779-85	علی مراد (اصفہان میں)
1199/1785	جعفر
1203-9/1789-94	لطف علی

قاجار

نادر شاہ کی موت کے بعد کی افراتفری اور بدنظمی میں مختلف فوجی سربراہوں نے فارس کے صوبوں میں اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ نادر کے افغان کمانڈر احمد درانی نے قندھار میں ایک اہم افغان ریاست قائم کی جس کی حدود میں نادر کی شمال مغربی ہند کی مقبوضات بھی شامل تھیں۔ خراسان میں نابینا افشاری شاہ رخ نے حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ مازندران میں قاجار سردار محمد حسن نے اپنی مقامی حاکمیت برقرار رکھی اور آذربیجان میں نادر کے ایک اور افغانی جرنیل آزاد نے اپنے قدم جمائے۔ جنوبی فارس میں مرکزی طاقت شروع میں بختیاری رہنما علی مردان تھا جس نے اصفہان پر قبضہ کرلیا تھا اور وہاں ایک کٹھ پتلی صفوی اسماعیل سوم (1163/1750) کو تخت پر بٹھا دیا۔ علی مردان کا لیفٹیننٹ اور حلیف محمد کریم زَند تھا (جو کمتر لُوری نسل کا ایک سپاہی تھا)۔ علی کے قتل ہونے پر محمد کریم خود ہی جنوبی فارس کا بلاشرکت غیرے حکمران بن بیٹھا۔

آزاد نے محمد کے ساتھ امن قائم رکھا، لیکن موخرالذکر نے فارس میں اپنی طاقت کو استحکام ملنے سے قبل قاجار محمد حسن کے ساتھ طویل جدوجہد کی تھی۔ محمد کریم خان نے کبھی بھی شاہ کا لقب اختیار نہ

کیا، بلکہ صفوی اسماعیل سوم کے وکیل (نائب) کے طور پر شیراز سے حکومت کرتا رہا۔ محمد کا تقریباً 30 سالہ دورِ حکومت کافی اعتدال پسندی کا حامل تھا اور ملک نے بھی ترقی پائی؛ دیگر چیزوں کے علاوہ خلیج فارس میں بشہر (بشائر) کے راستہ برطانیہ کے ساتھ تجارتی تعلقات کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ لیکن محمد کی موت خاندان کے اندر جانشینی کے تباہ کن تنازعات کے آغاز کا اشارہ تھی۔ انجام کار علی مراد نے تخت حاصل کیا لیکن جلد ہی مر گیا اور جعفر کے عہد میں زَند کے قاجار رقیبوں کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔ بالآخر زَندوں کو اصفہان ان کے حوالے کرنا پڑا۔ آخری زَند لطف علی خاں (ایک مقبول اور قابل جرنیل) نے قاجاروں کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور کچھ عرصہ تک کامیاب رہا، لیکن 1209/1794 میں اسے آغا محمد نے کرمان میں پکڑ کر بے دردی سے قتل کر دیا۔ یوں سارا فارس قاجاروں کو مل گیا۔

70- قاجار (1193-1342/1779-1924)

فارس

1193/1721	فتح علی خان
1163/1750	محمد حسن خان
1184/1770	حسین قلی خان [یہ تینوں مازندران میں قبائلی سردار۔
1193/1779	آغا محمد
1212/1797	فتح علی شاہ
1250/1834	محمد
1264/1848	ناصر الدین
1313/1896	مظفر الدین
1324/1907	محمد علی
1327-43/1909-24	احمد

پہلوی شاہان

ترکمانوں کا قاجار قبیلہ غالباً منگول ادوار میں کاسپیئن کی ساحلی زمینوں میں استراباد کے قریب مقیم ہوا تھا; بعدازاں وہ ان سات بڑے ترکمان قبیلوں میں سے ایک تھے جنہوں نے صفویوں کی مدد کی اور قزلباش بنے۔ اٹھارہویں صدی کے آغاز میں صفوی سلطنت کے انتشار سے اولوالعزم قاجار سردار فارسی امور میں زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے لگے۔ انہوں نے نادرشاہ کی جارحیت کا مقابلہ کیا اور اس کی وفات کے بعد شمالی فارس کے اس طرف آذربیجان تک پھیل گئے جہاں مستقبل کا شاہ آغا محمد 1170/1757 میں حاکم بنا۔ حاکمیت کے لیے جدوجہد میں قاجاروں نے شیراز کے زَندوں پر فتح پائی؛ جارجیا پر فارسی بالادستی دوبارہ قائم کی' چاہے عارضی طور پر ہی سہی، اور افشاری شاہ رخ کو خراسان سے نکال دیا گیا۔ یوں غضب ناک آغا محمد (جس کی دست درازیوں کی جزوی وجہ یہ تھی کہ جب لڑکپن میں نادرشاہ کے بھتیجے عادل شاہ نے اسے خصی کر دیا تھا) ایک سلطنت کا بانی ٹھہرا۔ اس کے دور میں فارس جدید دنیا میں شامل ہوا اور بین الاقوامی امور میں فوجی اور معاشی لحاظ سے ایک اہم کردار حاصل کیا۔ آغا محمد ہی کے دور میں تہران (جو پہلے درمیانے درجے کا ایک قصبہ تھا) دارالحکومت بنا (1200/1786)؛ اس طرح زندگی کے تمام شعبے مرکز کی جانب بڑھے جو جدید فارس کا ایک خاصہ ہے۔

یورپی طاقتوں کے ساتھ باقاعدہ اور متواتر سفارتی تعلقات کا آغاز فتح علی شاہ کے دور میں ہوا، جب فارس کے ایک طرف برطانیہ اور دوسری طرف نپولینی فرانس تھا کیونکہ فارس مشرق کی جانب جانے والے رستوں پر اہم حیثیت رکھتا تھا۔ مغرب کی جانب سے اس توجہ کا ایک ضمنی نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی فوج میں یورپی تیکنیکوں اور تربیت کا تعارف ہوا۔ انیسویں صدی کے دوران سامراجی زارروس ایک مستقل خطرہ بن کر سر پہ منڈلا رہا تھا۔ 1243/1828 میں معاہدۂ ترکمان کے تحت فارس مشرقی آرمینیا اور کاکیشیا میں تمام مقبوضات سے دست کش ہو گیا لیکن وسط ایشیا میں روسی پیش قدمی نے فارس کی مشرقی سرحد کو مزید خطرے میں ڈال دیا۔ کافی عرصہ تک قاجار صفویوں اور نادر کی چھوڑی ہوئی مشرقی تسخیر کی وراثت کو مسترد کرنے کے قابل نہ ہو سکے' اور ہرات کے مسئلے پر افغانستان کے ساتھ تنازعات 1273/1857 تک جاری رہے۔

عظیم طاقتوں کے باہمی حسد اور ناصرالدین شاہ کی سخت گیری کی وجہ سے فارس اپنا علاقائی

اتحاد برقرار رکھنے کے معاملہ میں عثمانی سلطنت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ کامیاب رہا۔ پھر بھی جنگ وجدل اور شاہی فضول خرچی قوم کو بیرونی قرضوں کے بوجھ تلے پیس رہی تھی اور یورپی قرض خواہ اقوام کا معاشی جال مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔ نسبتاً کمزور مظفر الدین شاہ کے عہد میں ایک تحریک ابھری جس نے کچھ حد تک سیاسی آزادروی اور آئین بنانے کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبات 1906ء میں پورے ہوئے۔ قاچاروں کی شان وشوکت اور اختیارات اب مندمل ہونے لگے تھے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران فارس سرکاری سطح پر غیر جانبدار رہا، لیکن اس کے باوجود ترک' روسی اور برطانوی فوجوں نے سرزمین فارس پر جنگ کی اور صوبوں میں تحریکیں ابھرنے لگیں۔ چنانچہ فوج کے کمانڈر انچیف رضا خان کے لیے قومی اسمبلی کے ذریعہ قاچاروں کو معزول کروانا مشکل نہ تھا (1924ء)۔ اس کے بعد وہ خود ہی رضا شاہ پہلوی کے تخت فارس پر جلوہ افروز ہو گیا اور شاہ محمد رضا کا باپ بنا۔

افغانستان اور ہندوستان

71-غزنوی (366-582/977-1186)

خراسان، افغانستان اور شمالی ہندوستان

366/977	ناصر الدولہ سبکتگین (سامانیوں کی جانب سے گورنر)
387/997	اسماعیل
388/998	یمین الدولہ محمود
421/1030	جلال الدولہ محمود، پہلا دور حکومت
421/1031	شہاب الدولہ مسعود اول
432/1041	محمد، دوسرا دور حکومت
432/1041	شہاب الدولہ مودود
441/1050	مسعود دوم
441/1050	بہأ الدولہ علی
441/1050	عز الدولہ عبد الرشید
444/1053	قوام الدولہ طغرل (توغریل) کی شورش
444/1053	جمال الدولہ فرخ زاد
451/1059	ظاہر الدولہ ابراہیم
492/1099	علا الدولہ مسعود سوم
508/1115	کمال الدولہ شیر زاد
509/1115	سلطان الدولہ ارسلان شاہ
512/1118	یمین الدولہ بہرام شاہ
547/1152	معز الدولہ خسرو شاہ
555-82/1160-86	0 تاج الدولہ خسرو ملک

غوری فتوحات

350/961 میں سامانی امیر عبدالملک کی وفات پر خراسان میں سامانی فوجوں کے ترک غلام سپہ سالار الپتگین نے اقتدار حاصل کرنے کے لیے ساز باز کی۔ یہ کوشش ناکام رہی اور اسے اپنی کچھ فوجوں کے ساتھ مشرقی افغانستان میں غزنہ کی طرف جانا پڑا۔ یہاں سامانی سلطنت کے کناروں پر اور ہندوستان کی بت پرست سرزمین کے سامنے ترک غلام سپہ سالاروں کا ایک سلسلہ قائم ہوا جو 366/977 میں سبکتگین کی وفات تک سامانیوں کے نام پر حکومت کرتے رہے۔ اس کے دور میں غزنویوں نے مال و دولت اور غلام حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کے میدانوں پر حملے کرنے کی روایت اپنائی، لیکن اس کا بیٹا محمود مکمل خودمختار ہو گیا اور اس نے ساری مسلم دنیا میں بت شکن کے طور پر شہرت پائی۔ وہ گنگا، متھرا اور کنوج سے آگے جزیرہ نما کاٹھیاواڑ تک گیا اور سومناتھ کے مشہور مندر پر حملہ کیا۔ شمال میں اس نے دریائے جیحون کو قراخانیوں کی مخالف طاقت کے ساتھ اپنی سرحد مقرر کیا اور خوارزم کو ساتھ ملا لیا۔ مغرب میں خراسان کا سابق سامانی صوبہ قراخانی حملوں کے سامنے ڈٹا رہا اور محمود اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ہی مغربی فارس میں ہی رے اور ہمدان کی جانب گیا اور انہیں بویئیوں سے چھین لیا (420/1029)۔

محمود کی وفات پر اس کی سلطنت بہت وسیع اور پر جلال تھی اور اسے ممکن بنانے والی عسکری مشین اس دور میں سب سے زیادہ موثر تھی۔ فارسی انتظامی طریقوں اور ثقافتی اطوار اپنانے کی وجہ سے بھی غزنوی اپنے بت پرست ترک پس منظر سے کٹ گئے۔ لیکن محمود کی سلطنت اس کے بیٹے مسعود کے دور میں ...... بنیادی طور پر ایک ذاتی تخلیق ...... مغربی طرف سے شکستہ ہونے لگی: خراسان اور خوارزم واپس سلجوقوں کو مل گئے اور گیارہویں صدی کے وسطی سال ان کے ساتھ سیستان اور مغربی افغانستان کی خاطر لڑائیوں میں گذرے۔ 451/1059 میں ابراہیم کی تخت نشینی پر سلجوقوں کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ ہو گیا اور تقریباً نصف صدی امن سے گذری۔ اب مشرقی افغانستان اور شمالی ہندوستان تک ہی محدود رہ جانے پر غزنوی سلطنت کا ہندوستان کی جانب جھکاؤ مزید بڑھ گیا۔ بارہویں صدی میں سلجوق سلطان سنجر نے ایک سے زائد مواقع پر غزنوی معاملات میں ٹانگ اڑائی اور غوری علاؤ الدین جہاں سوز کے ہاتھوں غزنہ کی خوفناک

تباہی کی صورت میں بہرام شاہ کی حکومت نقطہ عروج کو پہنچی (545/1150-1)۔وسطی افغانستان میں غوریوں کی سرفرازی نے آخری غزنویوں کی طاقت کم کر دی اور خسرو شاہ اور خسرو ملک نے بنیادی طور پر پنجاب تک ہی حکومت کی۔آخر کار غوری غیاث الدین محمد نے اس سلسلے کا خاتمہ کر دیا(582/1186)۔

72-غوری(390-612/1000-1215اندازاً)

خراسان ،افغانستان ،شمالی ہندوستان

1-مرکزی سلسلہ غور اور اس کے بعد غزنہ میں

?	محمد بن سوری
401/1011	ابوعلی
?	شیث
?	عباس
?	محمد
?	قطب الدین حسن
493/1100	عزالدین حسین
540/1146	سیف الدین سُوری
544/1149	بہاؑ الدین سام اول
544/1149	عل الدین حسین
556/1161	سیف الدین محمد
558/1163	غیاث الدین محمد
599/1203	شہاب الدین یا معزالدین محمد(569/1173 کے بعد سے غزنہ میں حکمران)

602/1206	غیاث الدین محمود
609/1212	بہأ الدین سام دوم
610/1213	علا الدین اتسیز
611-12/1214-15	علا الدین یاضیأ الدین محمد

خوارزمی فتوحات

2-بامیان اور تخارستان میں سلسلہ

540/1145	فخر الدین مسعود
558/1163	شمس الدین محمد
588/1192	بہأ الدین سام
602-12/1206-15	جلال الدین علی

خوارزمی فتوحات

افغانستان کا نا قابل رسائی وسطی خطہ غور تقریباً سارا کا سارا ابتدائی اسلامی جغرافیہ دانوں کی tera incognita (نا قابل شناخت دھرتی) تھی۔ یہ خطہ صرف غلاموں کے منبعے اور ایرانی پہاڑیوں کی سخت جان نسل (جو گیارہویں صدی تک بھی بدستور بت پرست رہے) کے طور پر مشہور تھا۔ اس صدی کے دوران غزنویوں نے غور پر چڑھائیاں کیں اور شنسبانی خاندان کے مقامی سرداروں کو اپنے باجگزار بنالیا۔ لیکن ابتدائی بیسویں صدی میں غزنویوں کے مقدر کا ستارہ غروب ہونے لگا اور سارے غور میں سلجوق اثر پھیلنے لگا۔ سلجوق سلطنت کی پہلی مکمل تاریخی شخصیت عز الدین حسین نے سنجر کو جزیہ ادا کیا۔ غزنوی سلطان بہرام شاہ کی جانب سے اپنے گھٹتے ہوئے اثر ورسوخ کو دوبارہ منوانے کی کوشش کے نتیجہ میں غوریوں نے 545/1150-1 میں غزنہ کی اینٹ سے اینٹ بجائی اور مشرقی افغانستان میں غزنوی مقبوضات کے مالک بن گئے۔ مغرب میں علاؤ الدین حسین کی توسیع پسندانہ پالیسیوں کی راہ میں سنجر حائل ہوا، لیکن خراسان میں کچھ ہی عرصہ بعد سلجوق سلطنت کے انہدام نے غوریوں کو کاسپیئن سمندر سے لے کر شمالی ہندوستان تک ایک سلطنت قائم کرنے کے قابل بنایا جہاں جہاد کی غزنوی روایت کو جاری رکھا گیا۔

اس کامیابی کے شریک موجد دو بھائی غیاث الدین محمد اور معز الدین محمد تھے: اول الذکر مغرب میں مہم جوئی کر رہا تھا اور موخر الذکر ہندوستان میں۔ بامیان اور بالائی دریائے جیحون کے ساتھ ساتھ کی زمینوں پر غوری خاندان کی ایک اور شاخ کی حکومت تھی۔ غیاث الدین نے غوریوں اور ترک غلام فوجیوں کی مدد سے خوارزم شاہان کا مقابلہ کیا۔ ایک موقع پر اس نے خوارزم پر بھی ہلہ بولا اور اپنی موت تک سارے خراسان پر قابض رہا۔

تاہم معلوم ہوتا ہے کہ غوریوں کے انسانی وسائل اتنے کافی نہیں تھے کہ سلطنت کو اکٹھا رکھ سکتے جبکہ ان کے خوارزمی دشمن آزادی کے ساتھ وسط ایشیائی میدانوں سے فوجی حاصل کر سکتے تھے۔ 602/1206 میں معز الدین کی وفات کے بعد سلطنت اندرونی نفاق کا شکار ہوگئی، غوریوں کے ترک سپاہیوں کے ایک گروپ نے غزنہ میں خودمختاری حاصل کر لی اور خوارزم شاہ آگے بڑھ کر غوری علاقوں کو اپنی وسیع سلطنت میں شامل کرنے کے قابل تھا۔ تاہم یہ خوارزمی غلبہ قلیل المدت ثابت ہوا کیونکہ جلد ہی چنگیز خان کے منگولوں نے ساری مشرقی مسلم دنیا پر فتح پا لی۔ نیز، معز الدین کے ترک جرنیل شمالی ہند میں (جہاں قطب الدین ایبک تخت لاہور پر براجمان تھا) غوریوں کی پالیسیوں اور روایات پر ہی عمل پیرا رہے۔

73- سلاطین دہلی (602-962/1206-1555)

شمالی ہندوستان

1- معزی یا غلام بادشاہ

602/1206	قطب الدین ایبک
607/1210	آرام شاہ
607/1211	شمس الدین التمش
633/1236	رکن الدین فیروز شاہ اول
634/1236	جلالت الدین رضیہ بیگم
637/1240	معز الدین بہرام شاہ

639/1242	علاء الدین مسعود شاہ
644/1246	ناصر الدین محمود شاہ اول
664/1266	غیاث الدین بلبن
686/1287	معز الدین کیقباد
689/1290	شمس الدین کیومرتھ / کیومرث

2- خلجی

689/1290	جلال الدین فیروز شاہ دوم
695/1296	رکن الدین ابراہیم ابراہیم شاہ اول
695/1296	علاء الدین محمد شاہ اول
715/1316	شہاب الدین عمر شاہ
716/1316	قطب الدین مبارک شاہ
720/1320	ناصر الدین خسرو شاہ کی شورش

3- تغلق

720/1320	غیاث الدین تغلق شاہ اول
725/1325	غیاث الدین محمد شاہ دوم
752/1351	محمود
752/1351	فیروز شاہ سوم
790/1388	غیاث الدین تغلق شاہ دوم
791/1389	ابوبکر شاہ
792/1390	ناصر الدین محمد شاہ سوم
795/1393	علاء الدین سکندر شاہ اول
795/1393	ناصر الدین محمود شاہ دوم، پہلا دور حکومت

797/1395	نصرت شاہ (محمود شاہ دوم کے ساتھ اقتدار کے لیے لڑائی)
801/1399	محمود شاہ دوم، دوسرا دورِ حکومت
826-17/1413-14	دولت خان لودی (لودھی)

4-سادات

917/1414	خضر خان
824/1421	معز الدین مبارک شاہ دوم
838/1435	محمد شاہ چہارم
849-55/1446-51	علا الدین عالم شاہ

5-لودی

855/1451	بہلول لودی
894/1489	نظام خان سکندر دوم
923-32/1517-26	ابراہیم دوم

بابر کی قیادت میں مغل فتوحات

6-سُوری یا افغانی

947/1540	شیر شاہ سُوری
952/1545	اسلام شاہ
961/1554	محمد پنجم عادل شاہ
961/1554	ابراہیم سوم
962/1555	احمد خان سکندر شاہ سوم

ہمایوں کے ہاتھوں مغلوں کی حتمی فتح

اموی خلفاء کے عرب گورنروں نے سب سے پہلے زیریں سندھ کی وادی میں اسلام کا بیج بویا، 92/711 میں محمد بن قاسم نے سندھ کو قطعی طور پر فتح کیا۔ بعد کی تین صدیوں کے دوران یہ قبضہ

بدستور قائم رہا۔ اگر چہ کچھ مسلم آبادیاں اسماعیل شیعی مبلغوں سے متاثر ہوئیں جو اس وقت مسلم دنیا کے بہت سے حصوں (شمالی افریقہ سے لے کر یمن اور ہند کی سرحدوں تک) میں بڑی گرم جوشی کے ساتھ مصروف تھے۔ مسلمان مشرق قریب اور گجرات، بمبئی و دکن کے ساحلی علاقوں کے مابین تجارتی روابط بھی موجود تھے، جیسا کہ کلاسیکی ادوار میں بھی ہوا کرتے تھے، لیکن ان تعلقات نے برصغیر کی وسیع آبادی کو بمشکل ہی متاثر کیا۔

یہ ترک غزنوی ہی تھے جو پہلی مرتبہ مسلم عسکری طاقت کو شمالی ہندوستان میں بھرپور طریقے سے لائے، 417/1026 تک ہندوشاہیوں جیسی طاقتور مقامی بادشاہتوں کا تختہ الٹا، بہت سے راجپوت حکمرانوں کو باجگزار بنایا اور گجرات میں سومناتھ، کالنجر اور بنارس تک پہنچ گئے۔ اگر چہ محمود غزنی نے مسلمان دنیا میں بطور بت شکن بڑی تابناک شہرت حاصل کی لیکن یہ بات واضح ہے کہ سلطان کوئی متعصب یا کٹر شخص نہ تھا کہ جس نے ہندوستان کو تبدیلی مذہب پر مجبور کیا ہو۔ غزنوی فوج میں ہندوستانی فوجیوں کا حصہ کافی بڑا تھا اور یہ نہیں لگتا کہ فوج میں بھرتی ہونے کے لیے تبدیلی مذہب لازمی تھی۔ شمالی ہندوستان میں غزنیوں کی دلچسپی بنیادی طور پر معاشی نوعیت کی حامل تھی، کیونکہ برصغیر کو دولت اور غلاموں کا ایک وسیع ذخیرہ خیال کیا جاتا تھا، لیکن انہوں نے پنجاب پر قبضہ کر کے اسے ہندوستان میں اپنا مستقل اڈہ بنایا اور ان کے عہد کے اختتام پر لاہور دارالحکومت بن گیا۔

چنانچہ معزالدین غوری اور اس کے جرنیلوں کی بارہویں صدی کے آخری اور تیرہویں صدی کے ابتدائی برسوں کے دوران تسخیرِ ہندوستان کے لیے راہ ہموار ہو چکی تھی۔ وہ آخری غزنوی سے پنجاب لے لینے کے بعد وادئ گنگا کی جانب بڑھا اور مقامی راجپوت بادشاہوں سے اس کا سامنا ہوا: پہلے اجمیر اور دہلی کے چوہان بادشاہ پرتھوی راج سوم کو شکست دی گئی (588/1192)۔ معزالدین کے ترک کمانڈروں میں سے قطب الدین ایبک کو تمام ہندوستانی فتوحات کا نگران مقرر کیا گیا، جبکہ سلطان خراسان میں مصروف تھا۔ اس نے پنجاب میں غوری مقبوضات اور گنگا جمنا دوآب پر قبضہ قائم رکھا اور گجرات تک حملے کیے۔ ایک اور جرنیل اختیارالدین محمد خلجی بہار اور بنگال تک جا پہنچا اور وہاں غور یا لکھنوتی کو بیس بنا کر آسام پر بھی حملہ کیا۔ غوریوں اور ان کے جرنیلوں کے اس

دور میں ہی شمالی ہند میں اسلام کو پائیداری ملنا شروع ہوئی۔ وہاں طویل عرصہ سے قائم ہندو بادشاہتوں کو مطیع کیا گیا اور متعدد مسلم سلطنتوں کی بنیادیں رکھی گئیں۔ دوسری طرف یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ سلطنت دہلی کے سارے دور میں ترک-افغان عسکری قبضے کے مراکز سے دور واقع خطوں میں مقامی ہندو اور بالخصوص راجپوت سرداروں کی طاقت بدستور قائم رہی۔

602/1206 میں معز الدین کی وفات پر ایک نے فیروزکوہ کے غوری سلطان کے ایماء پر لاہور میں ''ملک'' کے طور پر اقتدار سنبھال لیا۔ اس کے بعد غزنہ اور غوری سلطنت کے افغان حصے ہندوستان سے کٹ کر خوارزم شاہان اور پھر منگولوں کے پاس چلے گئے۔ ایک اور 689/1290 تک اس کے جانشین حکمرانوں کے سلسلے کو عموماً ''غلام سلاطین'' کہا جاتا ہے، تاہم ان میں سے صرف تین ...... ایک، اِلتمش اور بلبن ...... ہی غلام تھے۔ ان سلاطین کا تعلق کسی ایک نہیں بلکہ تین نسلوں سے تھا۔ دہلی میں خودمختار سلطنت کے حقیقی موجد اِلتمش کے دور میں سندھ (جو پہلے معزی جرنیل ناصر الدین قباچہ کے ہاتھوں میں تھا) کو بھی سلطنت دہلی میں شامل کرلیا گیا۔ وہ خوازمیوں کو بھی اپنی مقبوضات سے باہر رکھنے میں کامیاب رہا، لیکن منگولوں نے 639/1241 میں پنجاب پر حملہ کیا، لاہور کو تاراج کیا اور پھر آگے اُچ تک گیا۔ بعد کے کمزور سلاطین نے داخلی تنازعات پیدا کیے اور سلطنت کا اتحاد صرف بلبن کی خودمختار حکمرانی سے ہی یقینی بنا جو اصل میں اِلتمش کے 40 ترک غلاموں کے مشہور ٹولے (چہلگان) میں سے ایک تھا۔ بلبن نے اپنے آقا کی پالیسی پر ہی عمل کرتے ہوئے اپنی اصلاحات کے ذریعہ سلطنت کے لیے ایک مضبوط عسکری و حکومتی بنیاد فراہم کی اور حاکم کے اقتدار کو روایتی فارسی خطوط پر چلایا۔ باقی ماندہ مسلمان دنیا کے ساتھ روحانی واخلاقی روابط مستحکم بنائے گئے۔ اِلتمش عباسی خلیفہ المستنصر سے سند حاصل کر چکا تھا، حتیٰ کہ بغداد میں آخری خلیفہ المستعصم کے قتل کے کافی عرصہ بعد بھی معزی سلاطین نے سکوں پر اس کا نام دینا جاری رکھا۔ اس طرح آپ سنی اسلام اور خلافت کی روحانی قیادت کی قبولیت کے جذبہ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہ جذبات ہندوستانی اسلام کی زیادہ تر تاریخ میں موجود رہے جو اردگرد کے ہندو ماحول کے دباؤ کے خلاف اپنی شناخت برقرار رکھنے کی جدوجہد کا پتہ دیتے ہیں۔ اس عہد کی ثقافت میں فارس اور ماورائے جیحون میں منگولوں کے ڈر سے بھاگ کر آنے والے پناہ گزینوں

کی لہر کا زرخیز کار اثر بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ پناہ گزین اِلتمش اور بلبن کے ادوار حکومت میں ہندوستان آئے۔ بعد کے وقتوں میں، مثلاً محمد بن تغلق کا عہد، تازہ خون کی آمیزش ہندو مسلم ثقافت کو تقویت بخشتی رہی۔

689/1290 میں معزی سلاطین کی جگہ خلجی جلال الدین فیروز شاہ دوم نے لے لی۔ خلجی بالاصل ترک لوگ تھے (یا کسی مختلف نسل کے لوگ جنہوں نے خود کو ترکی رنگ میں رنگ لیا)۔ وہ مشرقی افغانستان میں آباد تھے۔ یہ قرین قیاس لگتا ہے کہ جدید دور کے غلزئی افغان انھی کی اولاد ہیں۔ معز الدین کے عہد میں خلجیوں نے ہندوستان پر غوری حملوں میں نمایاں کردار ادا کیا اور اختیار الدین محمد خلجی ہی وہ شخص تھا جو بنگال اور مشرقی ہندوستان میں اسلام کو پہلی بار لایا۔ فیروز شاہ کے سامنے سب سے ضروری کام منگولوں کو دور رکھنا تھا، تاہم اسی کے دور حکومت میں بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے والے منگولوں کو دہلی کے علاقہ میں آباد ہونے کی اجازت دی گئی۔ خلجی سلطنت کی باکمال شخصیت بلاشبہ علاء الدین محمد ہے جس نے خود کو سکندر ثانی تصور کیا اور جو ایک وسیع وعریض سلطنت کو اکٹھا کرنے کا عظیم خواب اپنی آنکھوں میں سجائے ہوئے تھا۔ اصل میں اسے سب سے پہلے شمال مغربی سرحد پر چغتائی منگولوں کے خطرے سے نمٹنا پڑا جو سن 706/1306 تک کئی بار حملہ کر کے دہلی تک پہنچے تھے۔ تاہم علاء الدین کے عزائم کو اصل راہ جنوبی ہندوستان میں ملی...... وندھیا پہاڑوں کے جنوب کا زرخیز علاقہ جہاں ابھی تک مسلمانوں نے حملہ نہیں کیا تھا۔ 695/1296 میں یادووں کے دارالحکومت مغربی دکن میں دیوگری یا دیوگیر پر ایک حملے نے اتنی دولت فراہم کی کہ جسے اس نے بعدازاں سلطنت حاصل کرنے میں استعمال کیا، اور جب وہ تخت پر براجمان ہو گیا تو دکن کے انتہائی جنوبی کونے میں مزید فوجیں بھیجیں۔ علاء الدین بدستور ''ناصر امیر المومنین'' کا روایتی عہدہ استعمال کرتا رہا، ''امیر المومنین'' کا خلافتی لقب اپنے لیے استعمال کرنے والا پہلا اور آخری ہندوستانی مسلم حکمران اس کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ اول تھا۔

آخری خلجی سلطان مبارک شاہ اول کے منظور نظر (اور گجرات کی ایک پست ذات کے نومسلم) خسرو خان نے جب دین سے انحراف کیا اور دہلی میں تخت پر قبضہ کر لیا تو خلجی سلسلہ اختتام پذیر ہو گیا۔ ترکی ہندوستانی کمانڈر غازی ملک تغلق اور اس کے بیٹے محمد نے مسلم کنٹرول دوبارہ قائم کیا۔

محمد بن غازی ملک تغلق نے 720/1320 میں تغلقوں کے دور حکومت کی طرح ڈالی۔ تغلق نے سلطنت کو بحال کرنے اور دکن کو دوبارہ مسلم کنٹرول میں لانے کے لیے کافی کچھ کیا۔ وہ ایک کرشماتی شخصیت ہے...... فارسی کا عظیم عالم اور مختلف علوم کا ماہر اور ایک باصلاحیت سپہ سالار، تاہم اس کا طرز عمل عموماً غلط اور قوت فیصلہ کوتاہ نظر آتی ہے۔ سلطنت کو مستحکم مالیاتی بنیاد فراہم کرنے کے لیے ٹیکس میں اضافوں نے اسے غیر مقبول بنا دیا اور 727/1327 میں دارالحکومت کو دہلی سے دیو گیر (دولت آباد) منتقل کرنے کا فیصلہ تباہ کن ثابت ہوا۔ دوسری طرف اس نے چغتائی منگول ترم شیریں کے ورائے جیحون سے حملے کو کامیابی سے روکا (729/1329) لیکن اس کا اِل خانیوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر براستہ پامیر وسط ایشیا پر حملہ کرنے کا منصوبہ محض ایک خام خیالی تھا۔ محمد بن تغلق ہندوستان سے باہر کی مسلم دنیا کے ساتھ سفارتی تعلقات رکھتا تھا۔ اس کا مصری مملوکوں کے ساتھ رابطہ تھا اور اس نے قاہرہ میں کٹھ پتلی عباسی خلیفہ سے سند اختیار حاصل کرنی چاہی۔ پھر بھی ہندوستان کی شمالی سرحدوں پر غیر حقیقت پسندانہ عسکری منصوبوں میں توانائیاں صرف کرنے کے نتیجہ میں دکن پر تغلقوں کا اختیار کمزور پڑ گیا: انتہائی جنوب میں مدرا کے مقام پر ایک خودمختار مسلم بادشاہت قائم ہوئی جسے آخر کار ابھرتی ہوئی وجے نگر کی ہندو بادشاہت نے شکست دی اور 748/1347 میں علاء الدین باہمن شاہ نے وسطی دکن کی بہمنی سلطنت کی طرح ڈالی۔ بعد میں فیروز شاہ سوم نے سندھ اور بنگال میں سلطانی حاکمیت بحال کی لیکن دکن سے الجھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ آخری تغلق بہت کمزور تھے اور سلطنت کی ناتوانی کے باعث تیمور لنگ 801/1398-9 میں ہندوستان پر حملہ کرنے اور زبردست تباہی پھیلانے کے قابل ہوا۔ نتیجتاً سلطنت کا سیاسی اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ مختلف مسلم رہنماؤں نے صوبوں میں خودمختاری حاصل کر لی۔

40 برس سے کم عرصہ تک اقتدار خضر خان کے ہاتھ میں رہا۔ وہ تیمور کی جانب سے مقرر کردہ سابق گورنر ملتان تھا۔ اس نے تیمور اور شاہ رخ کے نام پر حکومت کی اور خود کو ''رایت اعلیٰ'' کے لقب پر ہی قانع رکھا۔ رسول ﷺ اللہ کی نسل سے ہونے کے جعلی دعوے کے باعث اس کی سلطنت کو ''سلطنت سادات'' کہا جانے لگا۔ سیدوں کی موثر حاکمیت دہلی کے گرد ایک چھوٹے سے علاقہ تک ہی محدود تھی اور تیموریوں پر ابتدائی انحصار کرنے سے وہ دہلی کے ترک اور افغان فوجی طبقات

میں غیر مقبول ہو گئے۔ 855/1451 میں سادات کی جگہ بہلول خان نے لے لی جو افغان لودھی قبیلے کا سردار تھا اور سر ہند اور لاہور کا گورنر رہ چکا تھا۔ بہلول کی طاقت تغلقوں کی ہم پلہ تھی۔ اس نے ہندوستان میں مسلم شان و شوکت کی بحالی کے لیے کافی کچھ کیا۔ وسطی ہند کو دوبارہ دہلی کے اختیار میں لایا اور جونپور کے مشرقی حکمرانوں کو معزول کیا گیا (881/1477)۔ اس کے بیٹے سکندر دوم نے راجپوت ریاستوں کے خلاف کارروائیوں میں کچھ کامیابی حاصل کی اور اپنا دارالحکومت آگرہ لے گیا جو ان حملوں کے لیے بیس کے طور پر کام آیا۔ آخری لودھی ابراہیم دوم نے اپنے متعدد شرفاء اور کمانڈروں کو خود سے دور کر دیا اور انہی میں سے کچھ نے کابل میں موجود چغتائی مغل بابر کو مداخلت کی دعوت دی۔

932/1526 میں پانی پت کے مقام پر بابر کی فتح ابراہیم کی موت پر منتج ہوئی اور ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا آغاز ہوا۔ تاہم ابھی اس کا مطلب ہندوستان میں بابر کی سلطنت کا مستقل قیام ہرگز نہیں تھا کیونکہ اس کے بیٹے ہمایوں کی حکومت میں شیر شاہ سور کے ذریعہ افغان حکومت کی بحالی کا پندرہ سالہ وقفہ آیا۔ شیر شاہ نے بہار سے روانہ ہو کر ہمایوں کو کنوج میں شکست دی اور یوں بابر کے کئے ہوئے کام کو بے اثر کر دیا (947/1540)۔ شیر شاہ نے ایک عمدہ جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ اہم مالیاتی اور زمینی اصلاحات متعارف کروائیں۔ اگر وہ وقت سے پہلے مر نہ جاتا تو شاید ہندوستان میں ایک طاقتور افغان سلطنت قائم ہو جاتی اور ہمایوں ایک مرتبہ پھر اپنی قسمت آزمانے کی کوشش نہ کر سکتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ شیر شاہ کے ہوس پرست جانشینوں کی کمزوری نے مغل غلبے کی راہ ہموار کی۔

74-سلاطین بنگال (737-984/1336-1576)

1-مشرقی بنگال میں

737/1336	فخر الدین مبارک شاہ
750-3/1349-52	اختیار الدین غازی شاہ
	شمس الدین الیاس شاہ کی فتح

2-مغربی بنگال اوراس کے بعد سارے بنگال میں

740/1339	علاء الدین علی شاہ

الیاس شاہ کا سلسلہ:

746/1345	شمس الدین الیاس شاہ
759/1358	سکندر شاہ اول
792/1390	غیاث الدین اعظم شاہ
813/1410	سیف الدین حمزہ شاہ
815/1412	شہاب الدین بایزید شاہ
817/1414	علاء الدین فیروز شاہ

راجہ گنیش کا سلسلہ:

817/1414	جلال الدین محمد شاہ
835-40/1432-6	شمس الدین احمد شاہ

الیاس شاہ کے سلسلہ کی بحالی:

841/1437	ناصر الدین محمود شاہ
864/1460	رکن الدین باربک شاہ
879/1474	شمس الدین یوسف شاہ
886/1481	سکندر شاہ دوم
886-92/1481-87	جلال الدین فتح شاہ

حبشیوں کا سلسلہ

892/1487	سلطان شاہزادہ باربک شاہ
892/1487	سیف الدین فیروز شاہ
895/1490	ناصر الدین محمد شاہ
896-99/1491-4	شمس الدین مظفر شاہ

سید حسین شاہ کا سلسلہ

899/1494	سید علا الدین حسین شاہ
925/1519	ناصر الدین نصرت شاہ
939/1532	علا الدین فیروز شاہ
940-6/1533-9	غیاث الدین محمود شاہ

سُوری افغانوں کا سلسلہ

946/1539	شیر شاہ سُور
947/1540	خضر خان
952/1545	محمد خان سُور
962/1555	خضر خان بہادر شاہ
968-71/1561-4	غیاث الدین جلال شاہ

سلیمان کرارانی کا سلسلہ

971/1564	سلیمان کرارانی
980/1572	بایزید شاہ کرارانی
980-4/1572-6	داؤد شاہ کرارانی

مغلوں کی فتح

سلاطین دہلی کے لیے بنگال کا انتظام وانصرام ہمیشہ ایک مسئلہ بنا رہا۔ صوبے کے وسیع وسائل اور دارالحکومت سے اس کی دوری کے باعث یہاں کے حاکم وقتاً فوقتاً بغاوتیں کرتے رہے۔ 686/1287 میں بلبن کی وفات کے بعد بنگال گورنروں کے تحت حقیقی معنوں میں خودمختار ہو گیا۔ جن کا صدر مقام لکھنوتی تھا اور چودھویں صدی کے ابتدائی برسوں میں بنگال فتح ہوا اور مسلم افواج نے دریائے برہم پترا عبور کر کے آسام کے ضلع سلہٹ میں قدم رکھا۔ غیاث الدین تغلق نے کچھ عرصہ تک دہلی کا اختیار دوبارہ منوایا اور بنگال کو دو گورنریوں میں تقسیم کر دیا: مغربی، جس کا مرکز لکھنوتی تھا اور دوسری مشرقی جس کا مرکز سونارگاؤں بنایا گیا۔ لیکن اس کی وفات کے بعد بنگال

مشرق میں فخر الدین مبارک اور مغرب میں علاء الدین علی کے ہاتھ آ گیا اور آئندہ اڑھائی سو سال تک بنگال پر خودمختار سلاطین کی حکومت رہی۔ اس عرصہ کے دوران ہندوستان کی پست ذاتوں میں قبول اسلام کا عمل تیزی سے جاری رہا، اسی لیے آج اس خطے میں مسلمانوں کا غلبہ ہے۔

غیاث الدین الیاس کے خاندان نے سارے بنگال کو اپنے زیر نگیں کیا۔ الیاسیوں کے دور میں مسلم فنون اور علوم نے ترقی پائی اور بنگال کی کپڑے اور خوردنی اشیاء کی صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔ پندرہویں صدی کے پہلے عشرے میں غیاث الدین اعظم نے چین کے ساتھ پرانے سفارتی اور ثقافتی تعلقات بحال کئے اور چٹا گانگ بندرگاہ کی ترقی غالباً مشرق بعید کے ساتھ تجارت میں اضافہ کی غماز ہے۔ الیاسیوں کی حکومت میں اس وقت 25 سال کے لیے رخنہ پیدا ہوا جب بھاتوریہ کے ایک مقامی ہندو جاگیردار راجہ گنیش نے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ برس تک پس پردہ رہ کر امور سلطنت چلاتا رہا اور آخر کار اس نے اپنے بیٹے جادو کو حکمران بنا دیا۔ جادو مسلمان ہو گیا اور اس نے جلال الدین محمد کے نام سے حکومت کی۔ ہندو الاصل ہونے کے باوجود راجہ گنیش کی اولاد کو حکومت کرنے میں کچھ مسلم حمایت حاصل ہو گئی۔ الیاسیوں کی بحالی پر دربار کے حبشی محافظوں کا اثر و رسوخ بڑھا، حتیٰ کہ 892/1487 میں ان کے سالار خواجہ سرا سلطان شاہزادہ نے آخری الیاس کو قتل کر کے اقتدار سنبھال لیا۔

انجام کار سید علاء الدین حسین نے نظم و نسق قائم کیا جس کا روشن خیال دور حبشی دور کی ابتری کے بعد آیا۔ بہار کو ساتھ ملا لیا گیا: جونپور کے مشرقی حکمران کو پناہ دی گئی (جسے دہلی کے لودھیوں نے معزول کر دیا تھا) اور جونپور کے فوجیوں کو بنگالی فوج میں شامل کرلیا گیا۔ مقامی بنگالی ادب کے فروغ کا عمل ان صدیوں کے دوران جاری رہا، اور معلوم ہوتا ہے کہ نصرت شاہ بن سید حسین کی سرپرستی میں مہا بھارت کے بنگالی ترجمہ نے اس کی مزید حوصلہ افزائی کی۔ سید حسین کے سلسلے کا خاتمہ افغان شیر شاہ سور کی یکا یک سرفرازی کے باعث ہوا جس نے بنگال پر قبضہ کر کے اسے مغل ہمایوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے استعمال کیا۔ لیکن دہلی و لاہور میں مغلوں کے پیر جمنے اور افغانوں کو شکست ہونے پر مغل اثر و رسوخ بنگال میں بھی محسوس کیا جائے گا۔ جنوبی بہار کے سابق حاکم سلیمان کرارانی نے اکبر کی نیابت قبول کر لی اور 984/1576 میں بنگال پر حملہ کر کے اسے

مغلیہ سلطنت میں شامل کرلیا گیا۔

75-سلاطین کشمیر(747-997/1346-1589)

1-شاہ میرزا سواتی کا خاندان

747/1346	شمس الدین شاہ میرزا سواتی
750/1349	جمشید
751/1350	علا الدین علی شیر
760/1359	شہاب الدین شیر اشامک
780/1378	قطب الدین ہندال
796/1394	سکندر بت شکن
819/1416	علی میرزا خان
823/1420	زین العابدین شاہی خان
875/1470	حیدر شاہ حاجی خان
876/1471	حسن
894/1489	محمد، پہلا دور حکومت
895/1490	فتح شاہ، پہلا دور حکومت
903/1498	محمد، دوسرا دور حکومت
904/1499	فتح شاہ، دوسرا دور حکومت
905/1500	محمد، تیسرا دور حکومت
932/1526	ابراہیم اول
933/1527	نازک، پہلا دور حکومت
935/1529	محمد، چوتھا دور حکومت
939/1533	شمس الدین

947/1540	نازک، دوسرا دورِ حکومت
947/1540	حیدر دغلت، ہمایوں کا گورنر
958/1551	نازک، تیسرا دورِ حکومت
959/1552	ابراہیم دوم
962/1555	اسماعیل
964-8/1557-61	حبیب

غازی خان چک نے اسے معزول کیا

2-غازی خان چک کا خاندان

968/1561	غازی خان بن چک
971/1563	نصر الدین حسین
977/1569	ظاہر الدین علی
986/1579	نصر الدین یوسف
994/1586	یعقوب
997/1589	مغل شہنشاہ اکبر کے سامنے اظہار اطاعت

پہاڑوں کے درمیان گھرے ہونے کی جغرافیائی حالت کے باعث کشمیر کافی عرصہ تک مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہا۔شمالی ہندوستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے کے کافی عرصہ بعد تک کشمیر پر ہندو حکمرانوں کا سلسلہ ہی مقتدر رہا۔محمود غزنی نے جنوب کی طرف سے کشمیر پر حملہ کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی: 406/1015 اور 412/1021 میں۔مگر دونوں مرتبہ لوہ کوٹ کے قلعہ تسخیر نہ ہو سکا۔تاہم ہندو کرائے کے ترک مسلم سپاہیوں (تروشک) کو بھرتی کرنے لگے اور تبھی اسلامائزیشن کا عمل شروع ہوا ہوگا۔

735/1335 میں وہاں کا تخت شاہ میرزا سواتی نے حاصل کر لیا جو پٹھان نسل کا مسلمان مہم پسند تھا اور جو راجا سنہہ دیو کا وزیر رہ چکا تھا۔اس نے شمس الدین کا لقب اختیار کیا۔وہ ہندوؤں کی جانب نرم رویہ رکھتا تھا۔لیکن اس کا پوتا سکندر ایک پرہیز گار مسلمان تھا جس کی سرپرستی میں جمع

ہونے والے علماء نے ہندوؤں کو سزائیں دیں، ان کے مندر تباہ کر دیئے اور اسے ''بت شکن'' کا خطاب دیا۔ تاہم اس کے بیٹے زین العابدین نے اس کٹر یت پر مبنی پالیسی کو واپس لیا اور اس کی طویل وروشن خیال حکومت ایک لحاظ سے کشمیر کا عہد زریں تھی۔ اس کی زیر سرپرستی مہابھارت اور کاہن کی راج ترنگنی کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔ بدقسمتی سے اس کے جانشین کمتر آدمی تھے جنہوں نے امتیازی سلوک روا رکھے۔ مختلف علاقائی سرداروں نے پہاڑی اور دشوار گذار خطے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خودمختاری حاصل کر لی۔ بالخصوص طاقتور چک قبیلے کا اثر ورسوخ بڑھا جس کے سرکردہ افراد شاہ میرزا سلسلے کے آخری کمزور حکمرانوں کے لیے وزراء اور سالاروں کے طور پر خدمات انجام دے چکے تھے۔ مغل بادشاہ حیدر دغلت نے 947/1540 میں کشمیر پر حملہ کیا اور اپنے عزیز ہمایوں کے ایماء پر دس برس تک حکومت کرنے کے بعد ایک شورش میں مارا گیا۔ چک خاندان دوبارہ ابھرا اور 968/1561 کے بعد انہوں نے بذات خود حکمرانی کی اور مغلوں کی نقل میں ''پادشاہ'' کا لقب اختیار کیا۔ آخری چک اکبر کے باجگزار تھے۔ آخر کار صوبے کو مکمل طور پر سلطنت مغلیہ کا ایک حصہ بنالیا گیا۔

کشمیر کے مسلمان حکمرانوں کے زمانی سلسلے کی وضاحت میں بہت سی مشکلات ہیں۔ لین پول نے انہیں غیر معتبر قرار دیا۔ ہم نے سرٹی وولزلے ہیگ کو سند مانا ہے۔

76- سلاطین گجرات (793-991/1391-1583)

مغربی ہندوستان

ظفر خان مظفر اول	793/1391
احمد اول	814/1411
محمد کریم	846/1442
قطب الدین احمد دوم	855/1451
داؤد	862/1458
محمود اول بیگرا	862/1458

917/1511	مظفر دوم
932/1526	سکندر
932/1526	ناصر خان محمود دوم
932/1526	بہادر
943/1537	خاندیش کا میران محمد اول
943/1537	محمود سوم
961/1554	احمد سوم
968/1561	مظفر سوم، پہلا دور حکومت
980/1573	مغل فتوحات
991/1583	مظفر سوم، دوسرا دور حکومت

مغلوں کی حتمی فتح

بحر ہند کے دیگر ساحلوں کے ساتھ اپنے تجارتی اور بحری تعلقات ہونے کی وجہ سے گجرات ایک بالخصوص امیر صوبہ تھا۔ اگرچہ محمود غزنی سومناتھ تک آیا، لیکن مسلم فتح کافی دیر بعد ہوئی۔ 697/1298 کے بعد ہی کہیں جا کر علاؤ الدین محمد خلجی کی فوجوں نے مرکزی مقامی ہندو بادشاہت یعنی اُ یلو اڑا کے واگ یلوں کو شکست دی۔ چودھویں صدی کے دوران گجرات پر دہلی سے بھیجے ہو حاکم مقرر رتھے، حتیٰ کہ 793/1391 میں محمد سوم نے ظفر خان کو بھیجا۔ جب تغلق انحطاط پذیر ہوئے تو ظفر خان خود مختار ہو گیا اور 810/1407 میں با قاعدہ خود کو مظفر شاہ کہلوانے لگا۔ نئی سلطنت کو اس کے پوتے احمد اول نے مستحکم بنایا۔ احمد اول کا زیادہ تر دور حکومت گجرات و راجپوتانہ کے ہندو راجوں اور مالوہ، خاندیش و دکن کے مسلم سلاطین کے خلاف جنگ و جدل سے عبارت تھا۔ اسی نے اپنے لیے نیا دارالحکومت احمد آباد تعمیر کیا جس نے اُ یلو اڑہ کی جگہ لے لی۔ محمود بیگڑا کی حکومت کے 44 سال (862-917/1458-1511) سلطنت کی تاریخ میں عظیم ترین تھے۔ ہندوؤں کے خلاف مہمات کے نتیجہ میں دیگر چیزوں کے علاوہ چاپانیر کے قلعے پر بھی قبضہ ہوا جس کا نام بدل کر محمد آباد رکھا گیا اور سلطان نے اسے اپنا صدر مقام بنالیا۔ درحقیقت

محمود کے دور میں سلطنت گجرات نے مالوہ کے ساتھ الحاق سے پہلے اپنی انتہائی وسعت اختیار کی۔

مغربی اور جنوبی ہند کی سیاست میں محمود کے عہد کے اختتام پر ایک نیا عنصر ظاہر ہوا، یعنی پرتگیزی۔ 1498ء میں واسکوڈے گاما کی کالی کٹ بندرگاہ پر آمد کے بعد پرتگیزی بحر ہند کی زیادہ تر تجارت کو اپنے ہاتھوں میں لینے لگے اور یوں مصر و گجرات کے تاجروں کو ایک طرف کر دیا۔ چنانچہ 931/1508 میں محمود نے مملوک سلطان قنسوح الغوری کے ساتھ اتحاد کیا لیکن بمبئی کے نزدیک ابتدائی مسلم بحری فتح کے باوجود پرتگیزوں نے بیجاپور کے عادل شاہیوں سے گو آ لے لیا اور محمود کو امن قائم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ گجرات کا آخری عظیم سلطان محمود کا پوتا بہادر شاہ تھا جس نے ہندوؤں کے خلاف کمر باندھی اور مالوہ بھی فتح کیا۔ تاہم مغل ہمایوں نے اس کے کچھ مقبوضات چھین لیے۔ پرتگیزی آفت دوبارہ نمودار ہوئی اور انہیں دِیو بخش دینے کے باوجود انہوں نے 943/1537 میں بہادر شاہ کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ اب گجرات کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ تخت نشینی کے لیے جھگڑے شروع ہوئے اور بادشاہت مختلف متحارب شرفاء کے درمیان بٹ گئی۔ مایوسی کے عالم میں مغلوں کو دعوت دی گئی۔ اکبر نے گجرات پر قبضہ کر لیا۔ تاہم آخری سلطان مظفر سوم نے 1001/1593 میں اپنی موت سے پہلے سلطنت واپس لینے کی کئی کوششیں کیں۔

77-جونپور کے شرقی سلاطین

(796-883/1394-1479)

796/1394	ملک سرور خواجہ جہاں
802/1399	مبارک شاہ
804/1402	شمس الدین ابراہیم
844/1440	محمود شاہ
861/1457	محمد شاہ
862-83/1458-79	حسین شاہ

دہلی کے لودی سلاطین کی فتح

جونپور بنارس کے شمال میں دریائے گومتی کے کنارے، بہار اور اودھ کے درمیان واقع ہے اور روایت کے مطابق اسے 762/1359 میں فیروز شاہ سوم تغلق نے تعمیر کیا اور اس کا نام اپنے کزن و سرپرست محمد بن تغلق (جس کا ایک نام جونا یعنی غیر ملکی بھی تھا) کے نام پر رکھا۔ دہلی اور بنگال کی سلطنتوں کے درمیان واقع ہونے کے باعث یہ پندرہویں صدی میں ایک طاقتور مسلمان ریاست کا مرکز بن گیا اور سلاطین جونپور نے علاقہ کی اسلامی ثقافت کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ جونپور کو "شیراز مشرق" کہا جاتا ہے۔

اس سلطنت کی بنیاد آخری تغلقی محمود شاہ دوم کے مخنث غلام وزیر ملک سرور نے رکھی جس نے 796/1394 میں اپنے آقا کے ایماء پر اودھ فتح کیا اور پھر وہاں حقیقی حکمران بن کر رہا۔ اس نے سلطان سے ملک الشرق یعنی مشرق کا بادشاہ کا لقب حاصل کر لیا اور یہی سلطنت کی وجہ تسمیہ ہے۔ ہندوستان پر تیمور کے حملے کے بعد پیدا ہونے والی افراتفری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے لے پالک بیٹے مبارک شاہ نے مکمل خود مختار حکمران جیسا رویہ اختیار کیا، اپنے نام کے سکے جاری کروائے اور صرف اپنے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا۔ اس کا بھائی ابراہیم شرقیوں میں سب سے زیادہ صاحب جلال تھا اور اس کے تقریباً 40 سالہ دور حکومت میں سلطنت اپنی طاقت اور استحکام کے نقطہ عروج پر پہنچی۔ جونپور میں اسلامی فن تعمیر کا ایک خصوصی مقامی انداز وجود میں آیا اور ابراہیم نے خود بھی باذوق آدمی ہونے کے ناطے اپنے دربار میں دانشوروں اور اہل قلم حضرات کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے جانشین دہلی کے لودھی سلاطین کے ساتھ جنگوں میں الجھ گئے اور گوالیار پر حملہ کیا، لیکن انہیں سب سے زیادہ کامیابی اڑیسہ پر حملے میں ہوئی۔ مسلم تواریخ نگاروں کے مطابق اس دور میں جونپور کی فوج ہندوستان میں سب سے بڑی تھی۔ آخری مشرقی سلطان حسین ایک موقع پر دہلی کے دروازوں پر آیا لیکن بہلول لودھی نے اس کی آؤ بھگت نہ کی۔ اس نے حسین کو شکست دے کر بنگال میں نکال دیا۔ یوں جونپور سلطنت دہلی کے پاس آ گیا۔

78-مالوہ کے سلاطین

(804-937/1401-1531)

وسطی ہند

1- غوری خاندان

804/1401	دلاور خان حسین غوری
808/1405	الپ خان ہوشنگ
838/1435	غازی خان محمد
839/1436	مسعود خان

2- خلجیوں کا خاندان

839/1436	محمود شاہ اول خلجی
873/1469	غیاث شاہ
906/1500	ناصر شاہ
917-37/1511-31	محمود شاہ دوم

سلاطین گجرات کی فتح

مالوہ میں مسلمان حکومت چتوڑ اور اُجین کے مقامی راجپوت حکمرانوں کے ساتھ طویل اور خونریز جنگوں کے بعد ہی قائم ہوئی۔ 705/1305 میں سلطان دہلی علاؤ الدین خلجی نے ایک فوج بھیج کر مالوہ کو زیرنگیں کیا اور اس کے بعد وہاں کے حاکم دہلی کی جانب سے بھیجے جانے لگے۔ حاکم مالوہ دلاور خان غوری نے 9-801/1398 میں تیمور کے حملے کے دوران بھاگے ہوئے تغلقی محمد شاہ دوم کو پناہ دی، لیکن اس دور میں تخت دہلی کو لگنے والے جھٹکے نے دلاور خان کو خودمختاری کا اعلان کرنے اور بادشاہ کا لقب اختیار کرنے کا موقع دیا۔ مالوہ کی خودمختاری جونپور میں شرقیوں کی سرفرازی کے متوازی تھی۔ سلاطین مالوہ نے اپنے دارالحکومت کو ناقابل رسائی بنایا اور قلعہ مانڈو کی دیواریں مضبوط کرنے کے علاوہ اسے متعدد شاندار عمارتوں سے سجایا بھی۔

ایک موقع پر مالوہ کے غوری سلاطین نے ہندو اوڑیسہ پر ہلہ بولا، لیکن ان کی زیادہ تر عسکری سرگرمی پڑوسی مسلم حکمرانوں، مثلاً شرقیوں، سلاطین گجرات، سادات دہلی اور دکنی بہمنیوں کے

خلاف تھی۔اس جنگ و جدل میں انہوں نے ہندو بادشاہوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنے سے گریز نہ کیا۔839/1436 میں وزیراعظم محمود خاں نے مالوہ کا تخت حاصل کرلیا (آخری غوری سلطان بھاگ کر گجرات چلا گیا) اور خلجی سلسلہ کی بنیادرکھی۔

محمود اول خلجی مالوہ کے سلاطین میں عظیم ترین تھا اور چتوڑ کے راجپوتوں اور بہمنیوں کے خلاف مہمات میں متعدد خساروں کے باوجود اس نے اپنے علاقوں کو خاصی وسعت دی۔اس کی شہرت ہندوستان سے باہر بھی گئی اور قاہرہ میں عباسی خلیفہ نے اسے اقتدار کی رسمی سند جاری کی۔لیکن اس کے پڑپوتے محمود دوم کے دور حکومت میں ریاست میں راجپوت وزراء اور درباری نمایاں حیثیت حاصل کر گئے اور مسلم و ہندو عناصر کے درمیان کشیدگی بڑھنے لگی۔ایک موقع پر محمود کو راجا چتوڑ نے اپنے قبضے میں کرلیا، اور اگرچہ اسے مالوہ میں بحال کر دیا گیا، مگر اس کی سلطنت کو 937/1531 میں بہادر شاہ نے فتح کرلیا۔یوں خلجیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا، آئندہ تین عشروں کے دوران مالوہ مغل بادشاہ ہمایوں، خلجیوں کے ایک مقامی خودمختار، افغان شیر شاہ سور اور آخر میں دو بار مغلوں کے قبضے میں آیا۔

79-بہمنی اور ان کے جانشین

(748-934/1347-1527)

شمالی دکن

748/1347	علا الدین حسن باہمن شاہ
759/1358	محمد اول
776/1375	علا الدین مجاہد
780/1378	داؤد
780/1378	محمد دوم
799/1397	غیاث الدین
799/1397	شمس الدین

800/1397	تاج الدین فیروز
825/1422	احمد اول ولی
839/1436	علا الدین احمد دوم
862/1458	علا الدین ہمایوں ظالم
865/1461	نظام
867/1463	محمد سوم لشکری
887/1482	محمود
924/1518	احمد سوم
927/1521	علا الدین
928/1522	ولی اللہ
931-4/1525-27	کلیم اللہ [یہ چاروں بیدار کے وزیر اعظم امیر برید کی نگرانی میں برائے نام سلطان تھے]۔

بہمنی سلطنت کی پانچ مقامی سلطنتوں میں تحلیل

محمد بن تعلق کے دور حکومت کے نصف آخر میں جب اس کی حاکمیت کی عمارت ڈولنے لگی تو دکن کے تازہ تازہ فتح کئے ہوئے علاقے دہلی کے اختیار سے نکلنا شروع ہو گئے۔ نہایت جنوب میں معبر کے گورنر نے خودمختاری کا اعلان کر کے مدرا کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ امیر حسن گنگو کے ہاتھوں دکن کی ٹیبل لینڈ پر قائم کردہ ریاست کہیں زیادہ طاقتور اور پائیدار تھی۔ حسن کے نسلی ماخذ بہت مبہم ہیں اور لگتا ہے کہ وہ کوئی زیادہ پر جلال نہ تھے۔ اس کے فارسی النسل ہونے کے دعویٰ کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لینا چاہئے۔ اس نے فارسی قومی رزمیہ میں اسفندیار کے بیٹے باہمن کا پرانا نام اختیار کر لیا تھا۔ دولت آباد میں کامیاب بغاوت کے بعد حسن نے اپنا دارالحکومت جنوب کی طرف گلبرگا میں منتقل کر دیا اور یہ مقام 80 برس تک بہمنیوں کا مرکز بنا رہا۔

بہمنیوں کی سرفرازی کا مطلب تھا کہ ایک مضبوط اور جارحانہ مسلم طاقت اب جنوبی دکن کی دو بڑی ہندو بادشاہتوں ورنگل اور وجے نگر کے روبرو تھی۔ آئندہ تقریباً ایک سو سال تک وقتاً فوقتاً

جنگ ہوتی رہی۔احمد اول شاہ نے 830/1425 میں ورنگل کو تسخیر کر کے بہمنی ریاست میں شامل کر لیا۔دوسری طرف و جے نگر کبھی بھی مفتوح نہ ہوئی۔ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس جنگ وجدل میں توپخانے اور آتشیں اسلحہ کا استعمال ہوا۔ان ہتھیاروں کے بارے میں انہیں جنوبی ہند کے مغرب کے ساتھ سمندری تعلق کے باعث معلوم ہوا ہو گا۔ورنگل کی تسخیر کے بعد احمد نے اپنا دارالحکومت زیادہ وسطی بیدر کی جانب منتقل کیا اور اس نے گجرات اور مالوہ کے مسلمان حکمرانوں کے خلاف شمال میں جنگ بھی کی۔

یوں بہمنیوں نے اسلامی دنیا میں کافی شہرت حاصل کر لی، بالخصوص اپنے دربار کو علم و فن کا عظیم مرکز بنا کر۔انہی کے دور میں مسلم فن تعمیر کا ایک مخصوص دکنی انداز معرض وجود میں آیا۔بہمنی برصغیر کی پہلی ایسی طاقت تھی جس نے عثمانیوں کے ساتھ سفیروں کا تبادلہ کیا (محمد سوم شاہ اور محمد فاتح)۔
بہمنی ریاست عسکری اعتبار سے طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مستعد انتظامی ڈھانچہ بھی رکھتی تھی۔چنانچہ ایک ماہر منتظم اعلیٰ کی ضرورت تھی، اور بہت سے ترک، فارسی، عرب وغیرہ سلطان کی خدمت میں آئے۔اسی لیے پندرہویں صدی کے دوران دکنی مسلمانوں اور ان ''پردیسیوں'' کے مابین کھچاؤ پیدا ہوا۔ریاست میں بڑھتی ہوئی داخلی بے ترتیبی اور حکمرانوں کا غیر موثرپن کافی حد تک انہی رقابتوں کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔پندرہویں صدی کے اختتام پر انتشار کی علامات ظاہر ہوئیں۔آخری چار سلاطین ترکی امیر قاسم بریدی اور اس کے خاندان کی نگرانی میں رہنے والے بیکار افراد تھے، اور جب آخری حکمران 934/1527 میں فوت ہوا تو سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد سے لے کر اکبر اور اورنگزیب کی فتوحات تک مسلم دکن پانچ مقامی سلطنتوں میں منقسم رہا جن کے حکمران بہمنیوں کے سابق ملازمین ہی تھے۔

شروع میں بریدی خاندان نے بیدر سے بہمنی سلطنت کے علاقوں کو کنٹرول کیا اور پھر خودمختار برید شاہیوں کے طور پر حکومت کی، حتیٰ کہ 1028/1619 میں بیجاپور کے عادل شاہیوں نے انہیں اپنے اندر جذب کر لیا۔تاہم بہمنیوں سے الگ ہونے والی پہلی علاقائی سلطنت برار کے عماد شاہیوں (890-980/1485-1592) کی تھی جو برار کے گورنر فتح اللہ عماد الملک کی اولاد تھے۔عماد الملک کے علاقوں کو نظام شاہیوں نے چھینا۔عادل شاہیوں کا تعلق ترک نسل کے حاکم

بیجاپور یوسف عادل خان سے تھا، اس کی سلطنت بیجاپور پر اورنگزیب کے قبضے تک جاری رہی۔ نظام شاہی سلطنت (896-1044/1491-1633) کا آغاز جنار کے حاکم احمد بن نظام الملک کے ساتھ ہوا اور پھر اس نے احمد نگر اور دولت آباد پر بھی حکومت کی۔ نظام شاہیوں کو اکبر نے شکست دی لیکن برائے نام حکمرانوں کی ایک نسل شاہ جہاں کے دور تک موجود رہی۔ آخر کار گولکنڈہ کے قطب شاہی (918-1098/1512-1687) ورنگل کی پرانی ہندو بادشاہت کے ملبے میں سے ابھرے۔ ان کا بانی قراقویونلو نسل کا ایک ترک کمانڈر سلطان قلی قطب الملک تھا جس کو محمود شاہ بہمنی نے تلنگانہ کا گورنر نامزد کیا تھا۔ اس کا سلسلہ اورنگزیب کے عہد تک جاری رہا۔ جس فضا میں ان پانچوں سلطنتوں نے ترقی کی وہ رقابت اور سازشوں سے لبریز تھی جس کے نتیجہ میں دکن میں ایک ہندو احیائے نو کا عمل شروع ہوا۔ بریدشاہیوں اور عماد شاہیوں کے سوا سب شیعہ تھے (آخری بہمنیوں میں سے بھی کچھ ایک نے اس مسلک کی حمایت کی) اور اس دور میں صفوی فارس کے ساتھ قریبی سفارتی و ثقافتی رابطے رکھے گئے۔ تاہم یہ تعلقات انہیں مغلوں کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے کافی نہ تھے۔

80-خاندیش کے فاروقی سلاطین
(772-1009/1370-1601)
شمالی دکن

ملک راجا فاروقی	772/1370
ناصر خان	801/1399
عادل خان اول	841/1437
میران مبارک خان اول	844/1441
عادل خان دوم	861/1457
داؤد خان	909/1503
غازی خان	916/1510

916/1510	عالم خان
916/1510	عادل خان سوم
926/1520	میران محمد اول
943/1537	احمد شاہ
943/1537	مبارک شاہ دوم
974/1566	میران محمد دوم
984/1576	حسن شاہ
985/1577	راجا علی خان یا عادل شاہ چہارم
1005-9/1597-1601	بہادر شاہ

مغلوں کی فتح

ریاست خاندیش (خانوں کا دیس) مالوہ کے عین جنوب کی جانب دریائے تاپتی کی وادی میں اور دکن کی بہمنی سلطنت کے شمال میں واقع ہے۔ سلطنت کا بانی ملک راجا اصل میں بہمنیوں کا ملازم تھا لیکن پھر فیروز شاہ سوم کے دربار میں منتقل ہوا اور سلطان دہلی نے اسے شمالی دکن کے مخصوص صوبوں کا گورنر تعینات کر دیا۔ تغلقوں کے زوال کے برسوں کی گڑ بڑ میں ملک راجا نے مالوہ میں اپنے پڑوسی دلاور خان کی پیروی کرتے ہوئے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس کے جانشینوں کو فاروقی کہا گیا، کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطاب کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کے بیٹے ناصر خان نے اسیر گڑھ کا قلعہ ہندو سردار سے چھین لیا اور اس کے قریب ہی برہان پور آباد کیا جو خاندیش کے سلاطین کا صدر مقام بن گیا۔ عادل خان دوم کے عہد میں خاندیش نے بہت زیادہ ترقی کی۔ وہ گجرات کے سلاطین کی نیابت کا طوق گلے سے اتار پھینکنے میں کامیاب ہو گیا مگر اپنی طاقت کو مشرق میں گونڈ وانا اور جھاڑ کنڈ کے ہندو راجاؤں کی جانب وسعت دی اور ان مہمات کے نتیجہ میں اسے شاہ جھاڑ کنڈ (جنگل کا بادشاہ) کہا جانے لگا۔

سولہویں صدی کے ابتدائی برسوں میں خاندیش جانشینی کے تنازعات کا شکار رہا جن کا نتیجہ بیرونی طاقتوں بالخصوص سلاطین گجرات اور نظام شاہیوں کی مداخلت کی صورت میں نکلا۔

فاروقیوں نے اپنے کمزور وسائل کے ساتھ طاقتور سلاطین گجرات کے ساتھ صلح جوئی کی پالیسی اپنائی اور ایک موقع پر میران محمد اول کو گجرات کے امیدوار وارث کا درجہ دیا گیا، تاہم وہ اپنے دعویٰ کو عملی صورت ملنے سے پہلے ہی مر گیا۔ مغلوں کے ساتھ فاروقیوں کی پہلی لڑائی 962/1555 میں ہوئی اور موخر الذکر اکبر اعظم کے ماتحت بن گئے۔ لیکن 993/1585 کے بعد براہ راست مغل دباؤ بڑھا، بہادر شاہ نے مغلوں کو ناراض کیا اور 1601 / 1009 میں اس کا قلعہ اسیر گڑھ اکبر نے لے لیا او باقیماندہ فاروقیوں کو جلاوطن کر دیا گیا۔

81-شاہان مغلیہ

(932-1274/1526-1858)

932/1526	ظہیر الدین بابر
937/1530	ناصر الدین ہمایوں، پہلا دور حکومت
947-62/1540-55	دہلی کے سُوری سلاطین
962/1555	ہمایوں، دوسرا دور حکومت
963/1556	جلال الدین اکبر اول
1014/1605	نور الدین جہانگیر
1037/1627	داور بخش
1037/1628	شہاب الدین شاہ جہاں اول
1068/1657	مراد بخش (گجرات میں)
1068/1657	شاہ شجاع (بنگال میں 1070/1660 تک)
1068/1658	محی الدین اورنگزیب عالمگیر اول
1118/1707	اعظم شاہ
1119/1707	کام بخش (دکن میں)
1119/1707	شاہ عالم اول بہادر شاہ اول

1124/1712	عظیم الشان
1124/1712	معزالدین جہاندار
1124/1713	فرخ سیر
1131/1719	شمس الدین رفیع الدرجات
1131/1719	رفیع الدولہ شاہ جہاں دوم
1131/1719	نیکو سیر
1131/1719	ناصرالدین محمد
1161/1748	احمد شاہ بہادر
1167/1754	عزیزالدین عالمگیر دوم
1173/1760	شاہ جہاں سوم
1173/1760	جلال الدین علی جوہر شاہ عالم دوم، پہلا دور حکومت
1202/1788	بیدار بخت
1203/1788	شاہ عالم دوم، دوسرا دور حکومت
1221/1806	معین الدین اکبر دوم
1253-74/1837-58	سراج الدین بہادر شاہ دوم

براہ راست برطانوی قبضہ

مغلیہ نسل کا بانی بابر ایک چغتائی ترک تھا جو پانچ پشتیں قبل تیمور سے اور ننھیال میں چنگیز خان سے الگ ہوا۔ اس کا باپ عمر شیخ بن ابی سعید فرغنہ کے وسطی ایشیائی خطے میں ایک چھوٹی سی تیموری جاگیر پر حکمران تھا، لیکن بابر نے دیکھا کہ شیبانی اوزبیگوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے اس کے لیے وہاں قدم جمائے رکھنا ناممکن بنا دیا تھا۔ چنانچہ 910/1504 میں اس نے کابل کو فتح کیا اور تقریباً فوراً ہی ہندوستان میں دریائے سندھ تک یلغار کی۔ لگتا ہے کہ بابر نے ہندوستان کا رخ تبھی کیا تھا جب اسے اپنے وسط ایشیائی وطن میں طاقت حاصل کرنے میں بار بار ناکامی ہوئی تھی۔ لیکن آخر کار دہلی کے لودھی دربار کے ایک ناراض دھڑے نے اسے مداخلت کی دعوت دی۔ اس نے

932/1526 میں پانی پت کے مقام پر سلطان ابراہیم دوم کو شکست دی اور اگلے ہی برس آگرہ کے قریب کانوا کے مقام پر راجپوت سرداروں کو ہرایا۔ تاہم یہ فتوحات محض ایک آغاز تھیں۔ ابھی تک مغلیہ طاقت کا کوئی ٹھوس ڈھانچہ موجود نہ تھا اور شیر شاہ سور کی قیادت میں افغان سرداروں کے ردعمل کے باعث بابر کے بیٹے ہمایوں کو شمالی ہندوستان سے بھاگ کر سندھ جانے اور پھر پندرہ برس تک افغانستان میں رہنا پڑا۔ شیر شاہ کے جانشینوں کی کمزوری نے ہی ہمایوں کے لیے یہ ممکن بنایا کہ وہ 962/1555 میں واپس آ کر دہلی اور آگرہ میں اپنی حکومت بنائے۔ اس کے بعد اکبر اعظم کا پچاس سالہ دور حکومت آیا۔ شمالی اور وسطی ہندوستان میں مغل اقتدار کو مضبوط بنایا گیا: مالوہ اور آزاد راجپوت ریاستیں، گجرات اور خاندیش کو تحفظ دیا گیا اور 984/1576 تک بنگال کو ایک دفعہ پھر دہلی کے ماتحت بنا دیا گیا تھا۔ شمال مغربی سرحد (جو بہت سے حملہ آوروں کا ہندوستان میں آنے کا راستہ تھا) کو محفوظ بنانے کے لیے کابل اور قندھار حاصل کئے گئے، اگرچہ قندھار آنے والے وقتوں میں فارسیوں کے ساتھ فساد کی جڑ بنا رہا۔ دکن میں ریاستوں کے شمالی سلسلے کو سلطنت سے ملحق یا اکبر کی حاکمیت کا تابع بنایا گیا، لیکن مغلوں کا عسکری اور انتظامی کنٹرول ابھی تک اتنا مضبوط نہیں تھا کہ وہاں پوری طرح حاکمیت قائم کی جا سکتی، یہ کام اورنگزیب کے ہاتھوں انجام پانا تھا۔ سفارتی سطح پر ابتداء میں صفویوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کا تبادلہ علاقوں کی حد بندی کے بارے میں اوزبیگ عبداللہ خان کے ساتھ معاہدے سے کیا گیا۔ بحیرہ عرب میں پرتگیزیوں کے حوالے سے مشترکہ خطرے کے متعلق عثمانیوں کے ساتھ بھی رابطہ ہوا، لیکن دہلی اور استنبول کے درمیان فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ ایک سنی اتحاد وجود میں نہ آ سکا۔

چنانچہ اکبر ایک عظیم جرنیل اور ریاست کار تھا، مگر وہ ایک مفکر اور مذہبی مصلح کی حیثیت میں شاید زیادہ باعث دلچسپی ہے۔ اس کا دین الٰہی تمام مذاہب میں اس کی گہری دانشورانہ دلچسپی کا مظہر ہے۔ ہندوؤں نے سلطنت کی انتظامیہ میں معمول سے کہیں زیادہ شرکت کی۔ اکبر ہی کے عہد میں سلطنت کے حکومتی نظام نے صورت اختیار کی اور اس نے مختلف نسلی عناصر کو ایک حکمران طبقے کی صورت میں متحد کیا جس میں ترک، افغان، فارسی اور ہندو شامل تھے۔ یہ طبقہ منصب داروں پر مشتمل تھا جو مخصوص تعداد میں فوج مہیا کرنے کے پابند تھے۔ سرکاری تنخواہیں جزواً جاگیروں کی

صورت میں دی جاتیں۔تاہم یہ جاگیریں مغرب کے اسلامی ممالک کے قطعات کی طرح موروثی نہیں تھیں۔اگرچہ حکمران نظریاتی اعتبار سے نہایت سیکولر تھا،لیکن ابتدائی مغل آمروں کی بجائے فیاض تھے نیز سلطنت کی وسعت نے حد سے زیادہ مرکزیت نہ ہونے دی۔اکبر کے جانشین جہانگیر اور شاہ جہاں نے دور دراز علاقوں کے لیے نفاذ اطاعت کی پالیسی جاری رکھی...... میواڑ کے راجپوتوں، دکن کے شیعی سلاطین، بنگال کے ساحل پر پرتگیزیوں کے لیے...... لیکن وسطی ایشیا اور ہندوستان کو ملا کر ایک وسیع سنی سلطنت بنانے کے لیے شاہ جہاں کے عزائم کا نتیجہ صرف ناکامی اور بے عزتی کی صورت میں برآمد ہوا(1057/1647)۔

شاہ جہاں کی موت کے بعد تخت و تاج حاصل کرنے کی خاطر وحشیانہ لڑائی میں اورنگزیب نے اپنے بھائی داراشکوہ کو دو مرتبہ شکست دی (1068-9/1658-9) اور اپنا پچاس سالہ دور حکومت شروع کیا۔اس نے اپنے پیشرووں کی آزادخیالی کی روایات کو توڑ دیا۔اس نے نرم سماجی و مذہبی طور طریقوں پر حملہ کیا جو ہر طرف موجود ہندوؤں کے اثر کے تحت ہندوستانی مسلمانوں میں پیدا ہو گئے تھے۔اورنگزیب نے اٹھارہویں صدی میں دہلی کے شاہ ولی اللہ کے بیان کردہ خطوط پر اصلاح کرنے کی کوشش کی۔جزوی طور پر اورنگزیب کی پالیسی ہندوازم کے نئے عقلی و مادی جوش و جذبے کے خلاف ردعمل تھی، تاہم اس نے مغلیہ عسکری و انتظامی ڈھانچے میں ہندوؤں کو شامل رکھا۔اس کی عسکری کوششوں کا مقصد شروع میں شمال مغربی سرحد کو مضبوط بنانا تھا جہاں پٹھانوں کو قابو کرنے کے لیے شدید لڑائی ضروری تھی۔بعد میں وہ دکن کے بارے میں فکرمند ہوتا گیا، باقی ماندہ شیعی راجے مکمل طور پر ختم ہو گئے تھے، مراٹھے (مرہٹے) محدود تھے؛ تاہم یہ آخری کامیابی محض عارضی ثابت ہوئی اور اورنگزیب کے دور میں دکن میں مسلم اثر ورسوخ کا نقطۂ عروج دوبارہ کبھی نہ آیا۔

1118/1707 میں اورنگزیب کی وفات پر مغلوں کا مخاصمانہ زوال شروع ہوا۔باری باری کئی ہوس پرست حکمران بنے، جبکہ سلطنت کے دور دراز علاقے مراٹھوں، جاٹوں، سکھوں اور روہیلہ افغانوں وغیرہ کے اختیار میں آ گئے۔1151-2/1738-9 میں نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے اور دہلی پر قبضے اور اس کے بعد احمد شاہ درانی کی پے درپے مہمات نے سلطنت کو مادی اور اخلاقی لحاظ سے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ہر جانب سے ہندو سر اٹھانے لگے تھے اور انگریزی

عنصر ساحلی علاقوں کے علاوہ برصغیر کے اندر بھی اہمیت اختیار کرتا جارہا تھا۔ انگریز اپنی طاقت کو بنگال سے اودھ، وسطی ہندوستان اور راجپوتانہ میں وسعت دے رہے تھے، جبکہ دہلی میں مغل صرف لاچاری سے دیکھ ہی سکتے تھے۔ شاہ عالم دوم انگریزوں کا قیدی تھا اور 1274/1858 میں آخری مغل شہنشاہ کو غدر میں معاونت کرنے کے الزام میں معزول اور جلاوطن کر دیا گیا۔

82-افغانستان کے بادشاہ

(1160-   /1747-   )

1-درانی

1160/1747	احمد شاہ درانی
1187/1773	تیمور شاہ
1207/1793	زمان شاہ
1215/1800	محمود شاہ، پہلا دور حکومت
1218/1803	شاہ شجاع، پہلا دور حکومت (کابل میں؛ 1215/1800 سے پشاور میں حکمران)
1224/1809	محمود، دوسرا دور حکومت (کابل میں 1233/1818 اور ہرات میں 1245/1829 تک)
1233/1818	علی شاہ
1255/1839	شجاع، دوسرا دور حکومت
1258/1842	فتح جنگ

2-بارکزئی

1234/1819	دوست محمد
1280/1863	شیر علی، پہلا دور حکومت
1283/1866	افضال

1284/1867	شیر علی، دوسرا دورِ حکومت
1296/1879	محمد یعقوب خان
1297/1880	عبدالرحمان خان
1319/1901	حبیب اللہ
1337/1919	امان اللہ
1348/1929	نادر شاہ
-1352 /1933-	محمد ظاہر شاہ

افغانستان نے صفویوں کے انحطاط کے برسوں میں فارس کے امور میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔انہوں نے اٹھارہویں صدی کے تیسرے عشرے کے دوران فارس پر چڑھائی اور قبضہ کرلیا۔ اگرچہ نادر شاہ نے اس افغان غلبے کا خاتمہ کر دیا، لیکن اس نے اپنی افواج میں افغانوں کی ایک بڑی تعداد بھرتی کی۔اس کے سرکردہ سالاروں میں سے ایک احمد خان تھا جس کا تعلق افغانوں کے ابدالی قبیلے کی سدوزئی شاخ سے تھا۔ابدالی قبیلہ اصلاً ہرات علاقے سے تعلق رکھتا تھا لیکن نادر شاہ نے اسے قندھار میں لاکر آباد کیا۔ جب 1160/1747 میں نادر شاہ قتل ہوا تو افغان سپاہیوں نے احمد کو اپنا شاہ منتخب کرلیا اور اس نے دُرِّ دُرّاں کا لقب اختیار کیا۔اسی لیے سلطنت کو دُرّانی کا نام دیا گیا۔ احمد شاہ خود کو نادر شاہ کی مشرقی فتوحات کا وارث قرار دیتا تھا اور اس نے متعدد مرتبہ ہندوستان پر حملہ کیا، مغلوں سے لڑائیاں لڑیں اور 1170/1757 میں دہلی و آگرہ کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔شمال مغربی ہندوستان میں ایک وسیع سلطنت قائم کی گئی جس میں سندھ، بلوچستان اور پنجاب و کشمیر کا بیشتر حصہ شامل تھا۔ 1174/1761 میں پانی پت کی فتح نے مراٹھوں کے عزائم کو فیصلہ کن طور پر محدود کیا۔خراسان میں احمد شاہ نے نادر کی اولاد، نابینا شاہ رخ پر ایک پروٹیکٹوریٹ قائم کیا، اگرچہ احمد شاہ کے پوتے زمان شاہ کے دورِ حکومت میں افغانوں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ قاچاروں کی پیش قدمی اور شاہ رخ کی معزولی کی راہ میں رکاوٹ بن سکیں۔ درحقیقت، زمان شاہ کی حکومت دُرّانی سلطنت کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی، خاندان اندرونی تضادات کا شکار ہوا اور سکھوں و مراٹھوں نے افغانوں کو ان کی بیشتر ہندوستانی مقبوضات سے

نکال باہر کیا۔

دریں اثناء بارسوخ بارکزئی یا محمد زئی افغانوں کا ستارہ طلوع ہو رہا تھا اور 1234/1819 میں دوست محمد نے محمود کو کابل سے بے دخل کیا، بیس سال بعد رسمی طور پر امیر کابل کا لقب اختیار کر لیا۔ ہندوستانی مقبوضات چھن جانے سے افغان سلطنت اب جغرافیائی لحاظ سے صرف خاص افغانستان کے پہاڑی اور سطح مرتفع خطے پر مبنی تھی۔ اسی جغرافیائی حالت نے انھیں بیسویں صدی میں ہرات پر فارسی حملوں، شمال میں روسی دباؤ اور برطانیہ کے ساتھ دو جنگوں کے باوجود بچائے رکھا۔ دوست محمد نے ہندوستان میں مداخلت کرنے سے خود کو ہر ممکن حد تک باز رکھا اور غدر 1857ء سے بھی لاتعلق رہا۔ عبدالرحمان خان نے عظیم طاقتوں کے ساتھ ہم آہنگ تعلقات قائم کئے۔ 1337/1919 میں امان اللہ کی دست درازیوں کے نتیجہ میں ہی ان تعلقات میں دراڑ پیدا ہوئی۔ امان اللہ خان کی مغربیت پسندی پر مبنی جلد باز کوششیں اس کے زوال کا باعث بنیں اور تاج وتخت موجودہ خاندان کو مل گیا۔

(یادرہے کہ یہ کتاب 1967ء میں شائع ہوئی تھی۔ بیسویں صدی کی آخری تین دہائیوں میں افغانستان بہت سی سیاسی تبدیلیوں کا شکار ہوا۔)